



حضرت تہا اربع علیہ السلام جیلانی برہنہ کی سیات عظمت اور رفعت قدم علمی میں کی آیتیں

# شہباز لامکانی

مجلد اول

قدت میزبس علم عربی بن غفری

۱۷۷۰ — ۱۳۳۳

مجلد دوم

مجلد دوم

عالمی و کائنات کی عظمت و کبریا کی آیتیں  
(الم سے پہلے کی ایک آیت عبادت اللہ)

صفحہ فاونڈیشن





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



جملہ حقوق محفوظ ہیں

حضرت سلطان باہو ٹرسٹ



نام کتاب	..... شہباز لا مکانی
مذہب	..... غوث اعظم علیہ السلام کی تعلیمات
مؤلف	..... علامہ ڈاکٹر مفتاح محمد عیسیٰ قادری
پہلی بار	..... عہدہ استاد مدرسہ اسلامی / حافظہ جامعہ قادری
زیر نگاہ	..... علامہ مفتاح محمد عیسیٰ قادری
بشر	..... صفحہ ۱۰۰
چرچا شدہ	..... فروری ۲۰۱۲ء
پیشہ	..... ریاض قدیر قادری
چاپ	..... حافظہ جامعہ قادری

پیشہ

- صفحہ ۱۰۰ میں مذکور ہر ایک کی قیمت ۱۰۰ روپے
- کتب خانہ: ۰۴۲-۳۷۲۲۶۱۹۳، Call: ۰۳۲۱-۷۲۲۶۱۹۳
- صفحہ ۱۰۰ میں مذکور ہر ایک کی قیمت ۱۰۰ روپے

**U.K.** Suffah Foundation, PO Box 1625, Huddersfield HD1 9QW (U.K.)  
Markazi Jamia Masjid Ghausia, 73 Victoria Road, Huddersfield  
www.suffahfoundation.com // info@suffahfoundation.com  
Web: www.facebook.com/suffahfoundation

**For Donation:** Bank Name: HSBC Account Name: Suffah Foundation  
Account # 74092694 Sort Code: 40-25-10  
International Band Account # GB36MDL40251074092694  
Branch Identifier Code MIDLGB2104U

## فہرست موضوعات

- 7 "میری گردن میں بھی ہے دُور کا ڈورا تیرا" (عرض ناشر) علامہ محمد عمر حیات قادری
- 10 "سرکارِ غوث اعظم نذرِ کرمِ خدا را" (عرض مترجم) ڈاکٹر ممتاز احمد سیدی
- 25 "ورلڈنا لک ڈکرک کا ہے سایہ تجھ پر" (تقریظ) علامہ پیر محمد اسلم شہزاد قادری
- 31 "غوث النوری کے جلووں کی رعنائیاں" (تقریظ) پروفیسر سید عبدالرحمن بخاری
- 65 با ادب ہا نصیب بے ادب بے نصیب (تقریظ) جسٹس (ر) نذیر اختر
- 71 کلمہ طیبہ کا نور پھیلانے والی ایک عظیم شخصیت (تقریظ) جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل
- 75 بحضور حضرت امیر اشع عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، کلام: پیر سید نصیر الدین نصیر
- 76 مقدمہ مؤلف
- 77 باعثِ تحریر
- 83 پہلا باب: حضرت غوث اعظم کا نسب اور آپ کا گھرانہ
- 83 والدین کی طرف سے سیادت
- 86 معترض کا تین اشیر کے قول سے استدلال اور اس کا رد
- 89 غنیۃ العالمین اور فتوح الغیب کی احادیث پر اعتراض کا جواب
- 94 انساب میں طعن اور اولیاء کو اذیت دینے پر وعید
- 100 حضرت غوث اعظم کی سیادت کی صراحت کرنے والے مؤلفین
- 111 حضرت غوث اعظم کی سیادت چاروں فقہی مذاہب کے تناظر میں
- 114 حضرت غوث اعظم کے نسب میں معترض کے تراشیدہ بعض نام
- 125 حضرت غوث اعظم کے عجمی ہونے کی بنا پر معترض کا آپ کی سیادت سے انکار



- معرض کا دعویٰ کہ غوث اعظم کے پوتے نے ابن میمون سے سادات کے شجرے میں 129  
 نام لکھنے کی درخواست کی 129  
 اس دلیل کا رد کہ مؤرخین کے درمیان غوث اعظم والد کے نام میں اختلاف ہے 137  
 حضرت غوث اعظم کے پوتے سید عبدالسلام پر اعتراض کا جواب 149  
 نقیب بغداد کے حوالے سے غوث اعظم کے تحت کلمات پر اعتراض کا رد 156  
 اولیاء سے مدد مانگنے کا جواز 166  
 الفخار بانی پر اعتراضات کے جوابات 173  
 صوفیہ کرام کی تین اقسام اور ان میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام 190  
 دوسرا باب: حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے احوال اور کے سلسلہ طریقت کے بیان میں 193  
 تمہید: کلام صوفیہ کرام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے بارے میں 196  
 کلمات غوثیہ کی تشریح 201  
 اولیاء پر الہام کا مسئلہ 202  
 بیچہ الاسرار کے مصنف امام قطبونی پر اعتراضات کا رد 231  
 بیچہ الاسرار پر امام ابن حجر کی طرف منسوب تنقید سے ان کی برأت 234  
 غوث اعظم کے سامنے شیطان کے روشنی کی صورت میں ظاہر ہونے کا واقعہ 240  
 ابن جوزی کے قول سے استدلال کا رد 246  
 حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلوب و عظم پر اعتراض کا جواب 253  
 بیچہ الاسرار پر اعتراضات کے جوابات 258  
 دوسری تنبیہات 272

- دوسری تنبیہ 273  
 حکایت قدم پر اعتراضات کا رد 279  
 پہلے اعتراض کی وضاحت 284  
 دوسرے اعتراض کی وضاحت 285  
 تیسرے اعتراض کی وضاحت 299  
 معرض کا امام شعرانی کی آؤ لے کر غوث اعظم پر اعتراض اور اس کا رد 304  
 چند ضروری تنبیہات... پہلی تنبیہ: وصال کے وقت صوفیہ کرام کا حال متغیر نہیں ہوتا 306  
 دوسری تنبیہ: غوث اعظم سے منقول کلمات سے مثلاً بہت رکھنے والے دیگر کلمات کے 310  
 ذریعے معرض کے دعوئے شیطانی کا رد 310  
 تیسری تنبیہ: حکایت قدم کا منکر اگرچہ آخر زمانے میں ہو اس کی ولایت سلب ہو جائے گی 316  
 نفع بخش اختتام اور بلند رتبہ الہام 317  
 معرض کا یہ کہنا کہ حضرت غوث اعظم اللہ تعالیٰ کے لئے جہت کے قائل تھے 322  
 آیات تشبیہات کے حوالے سے حضرت غوث اعظم پر اعتراض کا چارہ جب سے جواب 329  
 پہلی وجہ 329  
 دوسری وجہ 329  
 تیسری وجہ 329  
 چوتھی وجہ 330  
 خاتمہ... پہلی بحث 332  
 دوسری بحث 335



336	تیسری بحث.....
341	چوتھی بحث.....
344	پانچویں بحث.....
346	چھٹی بحث.....
347	ساتویں بحث.....
351	آٹھویں بحث.....
361	ماہق.....
363	مقدمہ: شر اول: علامہ علی الرضا بن الحسین تیوسی.....
367	مصنف کتاب: حالات و خدمات، ڈاکٹر ممتاز احمد سیدی الازہری.....
379	تقریظ: معروف ادیب سید محمد الاخطر بن سیدی سید الحسین بن علی بن عمر علوی عزیزی.....
385	طہا بیت کتاب کا تاریخی مادہ.....
390	تقریظ: تیونس کے شیخ الاسلام علامہ احمد بن خوجہ.....
392	تقریظ: مفتی اعظم تیونس علامہ احمد الشریف ماکلی.....
394	تقریظ: عالم جلیل، فاضل جمیل سید محمد سنوی.....
398	تقریظ: عظیم شاعر و ادیب، عالم جلیل سید محمد شیخ الاسلام الخوجہ.....
403	تقریظ: عالم جلیل سید محمد ہیرم.....
410	تقریظ: عالم جلیل، ادیب شہیر سید یوسف بن عوف زہیری.....
412	تقریظ: سید احمد جمال الدین.....
414	تقریظ: سید محمد العربی داود.....

## ”میری گردن میں بھی ہے دُور کا دُور اتیرا“

(عرض ناشر) محمد عمر حیات قادری

قطب ربانی، غوثِ صمدانی، محبوبِ سبحانی، شہباز لامکانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی الحسینی الحسینیؒ کی ذات گرامی کی تعارف کی محتاج نہیں، آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں ذکر و فکر کی جو دنیا آباد کی اُسے اللہ تعالیٰ نے یوں قبولیت بخشی کہ دنیا بھر میں آپ کی عظمت کے چرچے ہیں جو حاسدوں کے حسد کے باوجود صحیح قیامت تک باقی رہیں گے، کیونکہ آپ کو یہ انتہائی منفرد مرتبہ و مقام اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، اور جسے اللہ رب العزت عروج بخشے اُس کا سورج غروب نہیں ہوتا، حضور غوثِ اعظم نے بھی اپنے کریم رب کے انعام کا شکرا اپنے تبلیغی اور اصلاحی عمل کے ذریعے یوں فرمایا کہ آپ کی مجلس وعظ میں اگر کوئی یہودی اور عیسائی آیا ہے تو وہ اسلام کا نور لے کر گیا ہے، کوئی فاسق و فاجر آیا ہے تو اُسے ظاہر و باطن کی پاکیزگی نصیب ہوگئی، اور اگر کوئی طالب المولیٰ بن کر آیا تو اُسے رب کریم کی بارگاہ تک رسائی مل گئی، آپ عمر بھر بندوں کو خدا سے ملانے کی خوشگوار ذمہ داری نبھاتے رہے، ایسی عظیم ہستی سے نسبت و ارادت سعادت کی علامت ہے، اسی احساس کی ترجمانی کرتے ہوئے امام اہل سنت امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تجھ سے دور سے مرگ، مرگ سے ہے نسبت مجھ کو

میری گردن میں بھی ہے دور کا دُور اتیرا



اس نشان کی جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے

حشر تک میرے گلے میں رہے پنا تیرا

اللہ رب العالمین کے انعام یافتہ لوگوں سے حسد اور عداوت بد نصیبی کی انتہا ہے، مختلف زمانوں میں حضرت غوث اعظم کے حاسد پیدا ہوتے اور اپنے برے انجام سے دوچار ہوتے رہے ہیں، جہاں اہل علم نے ان لوگوں کا رد کیا وہیں وسب قدرت نے بھی ایسے بد نصیبوں کو نشان عبرت بنا دیا، ایسے ہی ایک معترض نے حضرت غوث اعظم کی ذات بابرکات پر کچھ اعتراضات کئے تو محدث جلیل علامہ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز کی برکت سے اُس کے ایک ایک اعتراض کے ثار و پود بکھیر کر رکھ دیئے، اور اُس کا ایسا رد کیا کہ اُس بد زبان کو دوبارہ زبان درازی کے قابل نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

پیش نظر کتاب کا رواں اور شستہ اردو ترجمہ کرنے کی سعادت استاد محترم حضرت شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند برادر محترم ڈاکٹر ممتاز احمد سیدی صاحب کے حصہ میں آئی، موصوف عربی زبان میں مہارت اور ترجمہ میں دسترس رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے مزید علمی کاموں کا نقطہ آغاز بنائے۔

اس کتاب کو چھاپنے کی سعادت صفہ فاؤنڈیشن کو حاصل ہو رہی ہے جسے حضرت شرف ملت کی سرپرستی اور خصوصی دعائیں حاصل رہی ہیں، علاوہ ازیں صفہ فاؤنڈیشن کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ کے طفیل بعض مخلص، سعادت مند اور درودل رکھنے والے احباب کے تعاون کی بدولت اسلام، سیرت طیبہ اور بزرگان دین کے حوالے

سے تقریباً ستر اہم کتب پانچ لاکھ کی تعداد میں شائع کر کے بلا معاوضہ تقسیم کرنے کا اعزاز حاصل ہے، پیش نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، ان کتب کی اشاعت ایک عظیم سعادت اور صدقہ جاریہ ہے، جب تک یہ کتب پڑھی جاتی رہیں گی ہمارے معزز معاونین کی نیکیاں بڑھتی رہیں گی۔

اگست ۲۰۱۰ء محمد عمر حیات قادری چیئر مین صفہ فاؤنڈیشن



عرض مترجم

”سرکارِ غوثِ اعظم نذرِ کرم خدا را“

ڈاکٹر ممتاز احمد سیدی الازہری

مجھے حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و محبت پہلے بھی حاصل تھی مگر ایک واقعہ نے اس محبت کا رنگ اور بھی گہرا کر دیا، ہوا یوں کہ والدِ گرامی شرفِ ملت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے کچھ عرصہ قبل ایک چوکور ڈبہ کھول کر دکھاتے ہوئے مجھ سے پوچھا:

”جانتے ہو یہ کیا ہے؟“

وہ ہنرِ رگت والے کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا، میں نے اُس کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا:

”یہ حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کی چادر کا ٹکڑا ہے اسے میرے کفن کے اندر رکھ دینا۔“

یہ بات سن کر میں تڑپ اٹھا اور مجھ پر گر یہ طاری ہو گیا، تب حضرت والد صاحب مجھے تسلی دے رہے تھے اور میرا حوصلہ بڑھانے کے لیے فرما رہے تھے:

”جو بھی اس دنیا میں آیا ہے اُسے ایک نہ ایک دن تو لوٹ کر رب کی بارگاہ میں جانا ہی ہے بے صبری مناسب نہیں ہے۔“

میں اُن کے اس اطمینان پر اُس وقت بھی حیران تھا اور آج بھی حیران ہوں، پھر یہ بات ذہن سے اوجھل ہو گئی اور وقت گزرتا گیا، حضرت والدِ گرامی کے وصال کے دن مجھے خاتونِ جنت سیدۃ النساء حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کے اُس شعر کا معنی و مفہوم سمجھ آیا جس میں آپ نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر اپنے کرب کی کیفیات کو ضبط کرتے ہوئے فرمایا تھا:

صبت علی مصائب لو أنها صبت علی الأنهار صرنا لیلنا  
مجھ پر اتنے مصائب انڈیل دیئے گئے کہ اگر یہ مصائب روشن دنوں پر انڈیلے جاتے تو دن تاریک راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

اُس دن میں کرب کی انہی کیفیات کو کچھ کچھ اپنے من میں محسوس کر رہا تھا، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر آپ کی پیاری صاحبزادی کی کیفیات کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ اُس دن مجھے اندازہ ہوا کہ کتنی بڑی نعمت چھین گئی ہے اور اُس وقت مجھے یہ محسوس ہوا کہ جن لوگوں کے سر سے یہ سائبان اٹھ جاتا ہے اُن کی کیا کیفیات ہوتی ہیں، میں دکھ، درد اور کرب کی انہی کیفیات میں ڈوبا ہوا پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ حضرت والدِ گرامی کو کفن پہنایا جا رہا ہے تب اچانک ہی مجھے اُنکی وصیت یاد آئی اور میں نے حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کی چادر کا وہ ٹکڑا کفن ہٹا کر اُن کے سینے پر رکھ دیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس کریم رب نے مجھے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت پر عمل کی توفیق بخشی، اُس دن سے میرے دل میں حضرت غوثِ اعظم کے لیے محبت پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی اور اکثر میری آنکھوں کے سامنے ایک منظر آنے لگا کہ حضرت والدِ گرامی جمعرات کی شام کو ہونے والی ہفتہ وار مجلسِ ذکر



میں حضرت غوث اعظم کی منقبت کے کچھ شعر ترنم سے پڑھا کرتے تھے اور پھر اُن کی آواز میرے کانوں میں گونجنے لگتی:

سرکار غوث اعظم نظر کرم خدا را میرا خالی کا سہ بھر دو میں فقیر ہوں تمہارا  
جھوٹی کو میری بھر دو ورنہ کہے گی دنیا غوث جلی کا مٹکا پھرتا ہے مارا مارا  
اُن کا دل حضرت غوث اعظم کی بے پناہ محبت سے معمور تھا اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے انہوں نے دنیا سے جاتے ہوئے حضرت غوث پاک کے ساتھ اپنی محبت کا کچھ حصہ میرے سینے میں بھی منتقل فرما دیا ہے، کیونکہ میں جب بھی درد اور کرب کی شدت کے سامنے بے بس اور لاچار ہوتا ہوں تو مذکورہ بالا منقبت کے شعر گنگنا نے سے مجھے سکون میسر آتا ہے۔

محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا شیخ سید عبدالقادر جیلانی الحسینی والحسینی  
رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل، تقویٰ اور بلند مرتبے کے باعث دنیا بھر کے کبار اولیاء نے آپ کی عظمت اور آپ کے بلند مرتبہ و مقام کا اعتراف کیا مگر بصیرت سے محروم بعض لوگوں نے آپ کی شان میں بے ادبی سے بھی گریز نہیں کیا۔ بعض لوگوں نے تو کم نہی یا لاعلمی کی بنیاد پر ایسا رویہ اختیار کیا جبکہ بعض نے مسلکی عصبیت کی بناء پر اپنی عاقبت کو تباہ و برباد کیا ہے۔ ایسے لوگوں کے خلاف حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے عزت کا تاج پہنا دیتا ہے اُسے دنیا کی کوئی طاقت نیچا نہیں دکھا سکتی۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض اقوال اور خاص طور پر آپ کے فرمان: ”قدمی هذه علی رقبۃ کل ولی للہ“ پر مقرر کے تمام اعتراضات

کے جوابات علامہ محمد کی بطریق احسن دے چکے ہیں۔ علامہ موصوف نہ صرف خود وقت کے بہت بڑے عالم اور ولی اللہ تھے بلکہ ایک عالم اور ولی کے بیٹے اور عظیم عالم اور ولی اللہ کے پوتے بھی تھے۔ آپ نے شوس علمی دلائل کے ساتھ نہ صرف مذکورہ بالا معترض کا رد کیا ہے بلکہ حضرت غوث اعظم کے دیگر ناقدین کے منہ بھی بند کر دیئے ہیں، جو تقریباً ایسے ہی اعتراضات کے ذریعے حضرت غوث اعظم کی عظمت و توقیر کو کم کرنے اور آپ کی تعلیمات میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، یہ معترضین تو اپنی موت آپ مر گئے مگر حضور غوث الوری کی عظمت کا سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے اور ہمیشہ جگمگا رہا ہے گا۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تعلیم کے لیے بغداد شریف میں جلوہ افروز ہوئے تو مختلف علوم و فنون کے یگانہ روز گار اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔ سیدی ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت کا تعلق جوڑا، محیر العقول مجاہدات کے بعد علمی اور روحانی دنیا میں آپ کا طوطی بولنے لگا۔ تب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن عطا فرما کر آپ کو مجلس وعظ سجانے کا حکم فرمایا، جبکہ رب کریم کی بارگاہ سے آپ کو ولایت اور روحانیت کی دنیا کا ایک انوکھا اور منفرد اعزاز بخشا گیا۔ تب آپ نے حکم ربی سے ”قدمی هذه علی رقبۃ کل ولی للہ“ کا اعلان فرمایا۔ یہ اعلان سنتے ہی دنیا بھر کے اولیاء نے اپنی گردنیں خم کر دیں، کیونکہ یہ اعلان آپ نے اپنی خواہش کی بناء پر نہیں بلکہ عزت دینے والے رب کے حکم سے کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ گردنیں خم کرنے والے اولیاء کبار میں سے کسی کو یہ محسوس نہیں ہوا کہ اس عمل سے اُن کی عزت کم ہوئی ہے، بلکہ چشم بصیرت رکھنے والے ہر ولی نے آپ کے اس اعلان پر گردن جھکانے کو اپنے لیے اعزاز



تصور کیا۔ ہاں جس غریب کا دامن بصیرت جیسی نعمت سے ہی خالی ہو اُسے حقائق کی پہچان کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں ایسے وقت تشریف لائے جب مسلمان علمی، عملی، اخلاقی اور سیاسی اعتبار سے زوال پذیر تھے۔ آپ کے انفاس مطہر کی خوشبو سے دلوں کی کھیتیاں مہک اٹھیں۔ آپ کے غلاموں نے صلیبی جنگوں میں بھی جرات و بہادری کے جوہر دکھائے اور سیم و زر سے منہ موڑ کر اپنے رب سے لولگائی، آپ کی ہمہ جہت تجدیدی اور اصلاحی خدمات کے پیش نظر ہی آپ کو ”محی الدین“ کے لقب سے یاد کیا گیا۔ آپ کی تعلیمات فقط آپ کے عہد کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر زمانے کے لیے پیغام حیات بلکہ آپ حیات ہیں۔ بارگاہ غوثیت کے فیض یافتگان ہمیشہ ناموس رسالت اور دین پر اپنی جانیں لٹاتے رہیں گے۔

والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت غوث اعظم کے ساتھ بے پناہ عقیدت اور جذباتی لگاؤ تھا اور یہ للہ فی اللہ محبت اپنے پیرو مرشد مطہی اعظم پاکستان سراج الاتقیاء حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ اور دادا پیر، کشتہ عشق رسول اور برصغیر پاک و ہند میں فیضان غوث الوری کے امین امام اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے عطا ہوئی تھی یہی وجہ تھی کہ حضرت شرف ملت بستر مرگ پر بھی حضرت غوث اعظم کی محبت میں سرشار دکھائی دیتے تھے، وہ فرمایا کرتے تھے:

”میری خواہش ہے کہ ہم اردو اور عربی میں ”جہان محبوب سبحانی“

کے عنوان سے حضرت غوث اعظم پر لکھی گئی قدیم و جدید کتب،

رسائل اور مقالات کو یکجا کر کے چھاپیں۔ یہ است مسلمہ پر آپ

کا حق ہے۔“

اُن کی خاص دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے جب لازہ ہریونیورسٹی قاہرہ میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع عطا فرمایا تو میں نے اُس وقت قاہرہ قیام کے دوران حضرت غوث اعظم کے ساتھ والہانہ وابستگی رکھنے والی شخصیت سیدی اعلیٰ حضرت کی تصنیف ”الزمزمة القدریة فی الذب عن الخمیة“ کا عربی ترجمہ کیا پھر وہیں سے اس کی کمپوزنگ کروائی اور جب میں نے مذکورہ بالا کتاب کا پرنٹ حضرت والد گرامی کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے معمول سے بڑھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور بہت دعاؤں سے نوازا، اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اسے ۲۰۰۱ء میں خود ہی چھپوا بھی دیا، ایسا کیوں نہ ہوتا؟ یہ کتاب حضرت غوث اعظم کے قصیدہ غوثیہ پر اعتراضات کے رد میں حضرت شرف ملت کے دادا پیر امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ والرضوان کی لکھی ہوئی تھی۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب پر مختلف زمانوں اور زبانوں میں کثیر کتب لکھی گئیں مگر حضرت شرف ملت کو ملا علی قاری کی تصنیف ”نزهة الخاطر الفائق فی ترجمة سیدی الشریف عبدالقادر سلطان الاولیاء الاکابر الحسنی الحسنی النجیلانی“ سے ایک خاص لگاؤ تھا، انہیں اس کتاب کے عربی نسخے کی شدت سے تلاش تھی ایک مرتبہ انہوں نے مجھے فرمایا:

”میں نے پاکستان ہندوستان کی ہر اہم لائبریری سے اس کتاب کا

پتہ کروایا ہے مگر پچیس تیس سال کی جستجو کے باوجود کامیابی حاصل نہیں

ہوئی۔“

پھر ایک موقع پر مجھے قاہرہ کی ایک عظیم لائبریری ”دارالکتب المصریہ“ کے



شعبہ مخطوطات میں اس کتاب کا محفوظ مکتوب میں نے اس مخطوطے کی فوٹو کاپی حاصل کر کے انہیں بھجوائی تب انہوں نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا، پھر جب میں ۲۰۰۴ء میں پاکستان آیا تو وہ اس کتاب کو چھپوانے کی تیاری کر رہے تھے تب میں نے اُن سے گزارش کی:

”اگر اس مخطوطے کی ٹرینگ کاپی چھاپی گئی تو پاکستان میں اسے کون خریدے گا؟“

تو انہوں نے مختصر جواب دیتے ہوئے فرمایا:

”اس طرح کتاب محفوظ ہو جائے گی اور پھر کوئی نہ کوئی پبلشر اسے نئی کمپوزنگ اور تخریج کے ساتھ چھاپ دے گا۔“

میں یہ بات سن کر خاموش ہو گیا اور اُس وقت میرے ذہن میں یہی بات آئی کہ اُن کی خواہش یہ تھی کہ برسوں کی جستجو کے بعد نزہۃ الغاطر القادر کا جو عربی نسخہ اُن کے ہاتھوں تک پہنچا ہے وہ اُسے خود اپنی زندگی میں چھپوا کر محفوظ کر جائیں اور انہوں نے کمپوزنگ کا انتظار بھی فقط اس لئے گوارہ نہیں فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پیغام اجل آجائے اور یہ کتاب چھپنے سے رو جائے، الحمد للہ انہوں نے حضرت غوث اعظم کے ساتھ اپنی والہانہ محبت کے زیر اثر یہ کتاب اپنے محدود وسائل سے ۲۰۰۴ء میں طبع کروائی، اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہوا تو ان شاء اللہ اس کتاب کا عربی نسخہ بھی نئی کمپوزنگ اور تخریج کے ساتھ طبع کروایا جائے گا۔

حضرت غوث اعظم کے ساتھ اُن کی وابستگی کا ایک اور کبھی نہ بھولنے والا منظر میرے دل و دماغ میں محفوظ ہے، اُن کے پاس شیخ نور الدین ابوالحسن علی بن

یوسف نخعی شطونفی رحمہ اللہ کی تصنیف: ”بہجة الاسرار و معدن الانوار فی بعض مناقب للقطب الربانی محی الدین سیدی عبدالقادر الجیلانی“ کا نیا نسخہ پہنچا تو انہیں اتنا پسند آیا کہ انہوں نے شدید علالت کے ایام میں علاج معالجے کے لئے رکھی ہوئی رقم سے ۳۳۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو بھی وصال سے تقریباً دو ماہ قبل جون ۲۰۰۷ء میں طبع کروادیا، کتاب چھپ کر آئی تو میں نے اُن کے چہرے پر خوشی اور کامیابی کی ایک واضح چمک دیکھی، انہیں بخوبی اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ کس مرض میں مبتلا ہیں، مگر وہ موت سے خوفزدہ نہیں تھے، انہیں یہ بھی پتہ تھا کہ وہ جس مرض اور تکلیف سے دوچار ہیں اس کا علاج کتنا مہنگا ہے، اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ پاکستان میں عربی کتب کے خریدار بہت کم ہیں اور اس کتاب پر صرف ہونے والی رقم جلد واپس آنے کی توقع نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان حالات میں بھی اُن کے دل و دماغ پر حضرت غوث اعظم کے دامن سے وابستگی اور اور اُن کی ذات سے کچی گئی محبت مال و دولت بلکہ زندگی کی محبت پر بھی غالب رہی، اسی محبت کے زیر اثر انہوں نے مادی منفعت اور نقصان سے بے پرواہ ہو کر یہ کتاب چھپوا کر کامیابی کے ذینے پر قدم رکھ لیا۔

اس کے علاوہ انہوں نے حضور غوث اعظم پر اپنی تین تحریریں بھی یکجا کر کے کمپوز کروائی تھیں مگر اُن کی یہ خواہش اُن کی دنیاوی زندگی میں پوری نہ ہو سکی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قوی امید ہے کہ اس کتاب کی طباعت کے اسباب بھی مہیا ہو جائیں گے اور یہ کتاب بھی زیور طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں تک پہنچے گی۔

یہ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ کے ساتھ حضرت شرف ملت رحمہ اللہ کی بے پناہ عقیدت و محبت کا ایک ثمر تھا کہ اُن کو پھر طریقت حضرت مولانا ریحان رضا خان رحمہ اللہ



حضرت مولانا محمد فضل الرحمن مدنی رحمۃ اللہ علیہ امین ملت حضرت پیر سید امین مہاں برکاتی مدظلہ العالی، فقیر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ صاحبزادہ سید فہیم اشرف اشرفی جاسی مدظلہ العالی، پیر طریقت حضرت مولانا سید محمد اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحبزادہ سید مسعود احمد رضوی اشرفی مدظلہ العالی، پیر طریقت حضرت صاحبزادہ قاضی فضل رسول حیدر مدظلہ العالی، حضرت سید احمد علی رضوی الجمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ مولانا حسن علی رضوی مدظلہ العالی نے سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

میں قارئین کرام سے معذرت خواہ ہوں کہ حضور غوث پاک کے ساتھ حضرت شرف ملت کی گہری وابستگی کے حوالے سے بات کافی طویل ہو گئی مگر یہ مجھ پر ایک قرض تھا جسے اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق سے چکانے کے قابل ہوا ہوں، رب کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ نسبت قادریہ کی برکت سے حضرت شرف ملت کے مزار پر انوار و تجلیات کی بارش فرمائے۔

ایک مختصر تمنا کے اظہار کے لئے ایک ایسی تمہید کے بعد جو غیر ارادی طور پر طولانی شکل اختیار کر گئی اصل موضوع کی طرف آتا ہوں ہمارے فاضل دوست مولانا صلاح الدین سعیدی صاحب مدظلہ نے حضرت شرف ملت کی حیات مبارکہ میں مجھے ”السیف الربانی فی علق المعتوض علی الغوث الجیلانی“ کا ایک نسخہ عنایت فرمایا تھا جسے جناب سعیدی صاحب نے اپنے کچھ احباب کے تعاون سے خود طبع کروایا تھا، میں نے یہ کتاب والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کو دکھاتے ہوئے اُن کے سامنے اس کتاب کے ترجمہ کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا مگر میں اس کتاب کے ترجمے کا

آغاز بھی نہ کر سکا، اُن کے وصال کے بعد ایک صاحب نے مجھ سے رابطہ کیا اور پھر کچھ عرصہ اُن سے ٹیلی فونک رابطہ رہا، انہوں نے مجھے مذکورہ بالا کتاب ترجمہ کرنے کے لئے نبھوا دی اور جب میں ترجمہ کرنے بیٹھا تو مجھے کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا کہ شاید مجھ سے یہ ترجمہ نہ ہو سکے گا کیونکہ ایک طرف حضرت والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا صدمہ میری توقع سے کہیں زیادہ شدید تھا جس کے زیر اثر میں بکھر کے رہ گیا، مزید یہ کہ اُنکے وصال کے بعد ہر آنے والے دن میں ظاہری فرقت کے یہ زخم مزید ہرے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے، ان حالات میں اللہ رب العزت نے ہی بھر عطا فرمایا اور دعا ہے کہ وہ مجھے آئندہ بھی صابرین و شاکرین کے نقش قدم پر گامزن رکھے، ایک طرف راقم کی یہ کیفیت تھی تو دوسری طرف پیش نظر کتاب ”السیف الربانی“ انتہائی علمی زبان میں لکھی گئی کتاب تھی، علاوہ ازیں اس کا مقامات حریری جیسا صحیح عقلی اسلوب نگارش بھی کچھ آسان نہ تھا، مزید برآں قدم قدم پر مجھے یہ خوف بھی دامن گیر رہتا کہ میں ایک انتہائی حساس اور علمی موضوع پر لکھی گئی ایک کتاب کا ترجمہ کر رہا ہوں کہیں کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہو جائے جو بارگاہ غوثیت میں بے ادبی اور اہل ذوق کے لئے بد مزگی کا باعث ہو، اس پر آئندہ خاطر ہی، خوف، امید اور شوق کے درمیان میں نے تقریباً نصف کتاب کا ترجمہ کر لیا تھا مگر کیفیت یہ تھی کہ کبھی ترجمہ کی رفتار انتہائی سست ہو جاتی اور کبھی ہفتوں تحریر کا سلسلہ منقطع رہتا، نتیجہ یہ ہوا کہ میرے جس مہربان نے کتاب کے ترجمہ کی ذمہ داری مجھے سونپی تھی انہوں نے میری اس کیفیت کے پیش نظر مجھے فرمایا:

”شاید اس کتاب کے ترجمہ کی سعادت آپ کے حصے میں نہیں ہے

لہذا آپ یہ کتاب واپس کر دیں۔“



میں اپنی مجبوریوں کے باعث شدید خواہش کے باوجود انہیں ترجمہ کی یقین دہانی نہ کروا سکا اسکے باوجود نہ جانے کیوں انہوں نے یہ کتاب عملی طور پر واپس نہ منگوائی، اور ایک طویل عرصہ تک مجھ سے مزید ترجمہ بھی نہ ہو سکا، شاید یہ ترجمہ ادھورا ہی پڑا رہتا مگر حضرت والدہ گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی برکت تھی کہ ہر سے ایک مہربان اور شخص دوست نے شوقِ تحصیل کو بھیج دی اور کچھ ایسی محبت سے حوصلہ بڑھایا کہ نہ صرف ترجمہ کا نوٹا ہوا سلسلہ دوبارہ بحال ہوا بلکہ دیکھتے ہی دیکھتے پاپے تکمیل کو پہنچ گیا، الحمد للہ والشکر لہ

پیش نظر کتاب کے مصنف عالم ربانی علامہ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز کی رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت عظیم المہر کرام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کی وراثت سے دو سال قبل چالیس برس ۱۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور آپ سے تقریباً چھ سال قبل ۱۳۳۳ھ دارقانی سے دارالافتاء کی طرف رحلت فرما گئے، حضرت مصنف بھی سیدی اعلیٰ حضرت کی طرح حضرت غوثِ اعظم کے حوالے سے انتہائی غیور تھے، جب ان کے بعض احباب نے ان کے سامنے حضرت غوثِ اعظم کے حوالے سے ایک کتابچہ ”الحق الظاہر فی شرح حال الشیخ عبد القادر“ پیش کیا جس کے مصنف علی بن محمد قرمانی حنفی نے حضرت غوثِ اعظم کے حنفی جینی نسب کا انکار کیا تھا، آپ کی عظمت کے جزوی اعتراف کے ساتھ آپ کی عظمت کے انکار کی جسارت بھی کی تھی، خاص طور پر فرمانِ غوثِ اعظم: ”قدمی ہند علی رقبۃ کل ولی للہ“ کے انکار کی کوشش کی، علامہ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز کی رحمۃ اللہ علیہ نے معترض کے تمام اعتراضات کے انتہائی مدلل جواب تحریر فرمائے، اللہ تعالیٰ انہیں حضرت غوثِ اعظم کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

سخت ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے شخص دوست علامہ محمد اعظم شہزاد صاحب حفظہ اللہ کا شکریہ ادا نہ کروں جن کے محبت بھرے کلمات کے باعث اس کتاب کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا، میں نے جب ان کے سامنے بارگاہِ غوثیت میں بے ادبی کے خوف کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے کہا تھا:

”بارگاہِ غوثیت کے ساتھ استاد محترم حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ کی وادھائی کے خلیل آپ کو حضورِ غوثِ پاک کی روحانی توجہ اور اس کتاب کے ترجمہ کی سعادت حاصل ہوئی ہے، آپ کو بزرگوں کے فیوض و برکات حاصل رہیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ان بزرگوں کے خلیفہ بر لغزش سے محفوظ رکھے گا۔“

ان کلمات سے میرے پست ہوتے ہوئے حوصلوں کو بہت تقویت ملی اور اس وقت تو میرے حوصلے بہت زیادہ بلند ہو گئے جب حضرت علامہ صاحب کے توجہ دلانے پر نوجوان سرکار علامہ محمد نرجس قادری حفظہ اللہ نے انگلینڈ سے فون کر کے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ وہ ”السیف الودانی“ کا اردو ترجمہ صفہ فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع کریں گے۔ اس خبر نے پیش نظر کتاب کے ترجمہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں مزید مدد کی، اللہ تبارک و تعالیٰ ان دونوں حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

علامہ محمد عمر حیات قادری حفظہ اللہ دیارِ غیر میں رہتے ہوئے ہمدقت تبلیغِ دین میں مشغول ہیں، اچھی عربی کتابوں کی تلاش میں رہتے ہیں دستیاب ہونے والی کی اہم عربی کتب کا اردو ترجمہ شائع بھی کروا چکے ہیں، اسی سلسلے کی کڑی کے طور پر انہوں نے مجھے سیدی محمد جعفر ستانی کی تہذیب: ”جلاء القلوب من الاصداء الغیبیہ بیان احاطتہ



بالعلوم الکونیہ“ کے اردو ترجمہ کی ذمہ داری سونپی ہے اور میں اس پر کام کر رہا ہوں، علاوہ انہیں حضرت ولید گرامی کی تصنیف: ”اندھیرے سے اجالے تک“ کے عربی ترجمہ کی ذمہ داری بھی تفویض کی ہے اللہ تعالیٰ تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ علامہ محمد عمر حیات قادری صاحب کے حضرت ولید گرامی سے اللہ فی اللہ محبت پر مبنی گہرے مراسم تھے، وہ حضرت ولید گرامی کے قلم سے ترجمہ شدہ کتاب ”پکار دیا رسول اللہ“ مصنف عبدالرزاق اور اصلاح فکر و اعتقاد پر مشتمل کتاب ”خدا کو یاد کر پڑے“ بھی حنفی فائدہ نشین کی طرف سے شائع کر چکے ہیں۔ انہوں نے حضرت شرف ملت کی خدمت میں مورخہ ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۵ء کی شام ۱۱ بجے انعامی طور پر ایک روحانی کھنڈ میں حنفی فائدہ نشین کی طرف سے ایک لاکھ روپے کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایوارڈ پیش کیا، اللہ تعالیٰ انہیں ان کی علم اور علماء سے محبت پر بہت اجر عطا فرمائے۔

کتاب کی کمپوزنگ مکمل ہوتے ہی ہمارے فاضل دوست جناب عبدالستار طاہر صاحب نے کمپیوٹر کمپوزنگ کا پہلا پروف پڑھ کر میرے لئے پروف ریڈنگ اور بعض مقامات پر جملوں کی ٹوک چمک سنوارنے کا عمل آسان کر دیا، کتاب طباعت کے مرحلے میں بھی کہ جناب حافظ زاہد محمود صاحب نے بھی پروف ریڈنگ کی، جناب عبدالقادر صاحب نے خندہ پیشانی سے اغلاط کی درستی کی، برادر عزیز مشتاق احمد ضیاء اور برادر عزیز حافظ شرا احمد کے مفید مشورے شامل حال رہے، والدہ محترمہ حفظہا اللہ نے بعض اوقات ایسی بیجا سختی اور پر غلوں دعا کیں دیں کہ ٹوٹی ہوئی کمر سیدھی ہو گئی اور بکھرے ہوئے افکار مجتمع ہو گئے، رب کریم ہمارے سروں پر ان کا سایہ تادیر سلامت رکھے، والدہ محترمہ حفظہا اللہ نے ایک موقع پر الصلاة الثعوثیہ پڑھ کر ایک دعا فرمائی تو

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو حیرت انگیز طور پر شرف قبولیت بخشا، یہ والدین، اساتذہ اور مرشد کریم خواجہ غلام سدید الدین رحمہ اللہ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ غلام حمید الدین احمد مصلحی مدظلہ العالی کی دعائیں ہیں کہ بزرگوں کی شفقتیں اور سراپا اخلاص احباب کی محبتیں حاصل رہتی ہیں، اللہ تعالیٰ نفسا نفسی کے دور میں دعائیں دینے اور حوصلہ بڑھانے والے سراپا شفقت بزرگوں اور حکمرانوں تمام احباب کو مجھ گنہگار اور تہی دامن کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

کتاب کا ترجمہ مکمل ہونے پر وسعت فکر کے مالک ہرے سراپا اخلاص اور حکمران محبت دوست علامہ پیر محمد اسلم شہزاد صاحب نے حوصلہ بڑھانے والا بہت محبت بکرا اور خوبصورت مقدمہ تحریر فرمایا، جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل صاحب اپنے مخصوص انداز میں باگاہ غوثیت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا اور راقم کی عزت افزائی فرمائی۔ عصر حاضر کے عظیم مذہبی سکالر، جدید دینی اور ادنیٰ اسلوب نگارش کے بانی پروفیسر سید عبد الرحمن بخاری صاحب نے راقم کی درخواست پر طویل تقریر تحریر فرمائی۔ جسٹس (ر) نذیر اختر صاحب نے ڈیڑھ سو روپیات کے باوجود تقریر تحریر فرمائی۔ رب کریم ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں؟ مجھے اس حوالے سے کوئی دھوکا نہیں اس سوال کا جواب تو کتاب کے خوش ذوق قارئین ہی دے سکتے ہیں میری قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر پیش نظر کتاب میں کہیں بھی کوئی کمی یا کوتاہی ان کی نظر سے گزرے تو وہ مجھے ضرور مطلع فرمائیں گے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کر دی جائے۔



اللهم اجعل قلب الرائي، والمحجوب السحاني، والقيوت الحميداني،  
سيدنا الشيخ عبدالقادر الحسيني، الحسيني، الجيلاني، البقداوي مع الذين  
انعت عليهم من النبيين، والصدّيقين، والشهداء، والصالحين - اللهم  
لا تحرمنا اسرارهم ونفحاتهم في الدين والدنيا والآخرة اللهم احبنا  
مسلمين، و امتنا مسلمين، ولحقنا بالصالحين، غير غزاة ولا مقتولين بحرمة  
سيد الانبياء والمرسلين -

مورخ: ۵ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ  
غبارِ اوصاحِ جنات  
۲۸ جولائی ۲۰۱۰ء (ہفتام: مزار شرف ملت)  
ممتاز احمد سیدی الازہری

تقریظ

”ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر“

علامہ سید محمد اسلم شہباز قادری مدظلہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین پر چنے اور چنے والی انصاف کی بلندیوں میں پرواز کرنے  
والی اور سندروں کی گہرائیوں میں شیرنے والی چھوٹی بڑی لاتعداد مخلوقات کو پیدا فرمایا، مگر فقط  
حضرت انسان کا شرف ان مخلوقات بنایا، انسانوں میں سب سے زیادہ عظمت و شرف والا گروہ  
انبیاء کا ہے، رب کریم نے انسانوں میں ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کو شرف الانبیاء والمرسلین  
بنایا اور اُس نے اپنے حبیب ﷺ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ مکمل فرمادیا، اب آپ کے بعد  
کوئی نبی نہ آئے گا، البتہ مجددین و مصلحین کی آمد کا سلسلہ جاری رہے گا، انہی بلند مرتبہ  
شخصیات میں سے قطب ربانی، شہباز لامکانی، محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی حسی  
حسینی جیلانی بغدادی کی ذات گرامی بھی ہے، آپ نے دعوت و ارشاد کے میدان میں ایسی  
گراں قدر خدمات سر انجام دیں کہ ایک جہان غیب کی بعد جہت خدمات کا معترف نظر آتا  
ہے، اہل تصوف تو آپ کا احترام کرتے ہی ہیں مگر صوفیہ کرام کے ابن جوزی اور ابن تیمیہ  
جیسے مشہور ناقد بھی دل و جان سے آپ کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور دکھائی دیتے  
ہیں۔ تقارئین کرام کو یہ چاہ کر یقیناً حیرت ہوگی کہ ابن جوزی بارگاہ غوثیت میں حاضر  
ہوئے تو حضور غوث اعظم کی مبارک زبان سے ”رجعنا من اللہ الی الحال“ کے دلائل و براہین



کلمات مبارکہ میں کروہ ایسی کیفیت سے دوچار ہوئے کہ اپنا دامن اپنے ہی ہاتھوں چاک کر لیا اور اپنی جیبہ اپنے قنادی میں بعض مقامات پر نہ صرف حضور غوث پاک کے اقوال ذکر کرتے ہیں بلکہ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ غوثؒ بھی لکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود سعادت سے محروم بعض لوگ آپ کی عزت و عظمت کو گھٹانے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں، مگر جسے رب کریم کرامت کا تاج پہنا دے اُس کی عزت و عظمت کا چراغ کون گل کر سکتا ہے!

درفتن لک ذکرک کا ہے سایہ چھ پر ذکر ہے اونچی ترابوں ہے بالا تیرا  
بلکہ بعض اوقات ایسی ناشائستہ حرکتیں حضرت غوثِ اعظم جیسی ربانی شخصیات کی عظمتوں کو مزید اجاگر کرنے کا سبب بن جاتی ہیں، پیش نظر کتاب "السیف الثربانی فی عنق المعتوض علی الغوث الجیدانی" اسی سلسلے کی کڑی ہے اس کتاب کے مصنف علامہ سید محمد بن سیدی مصطفیٰ عزوڑیؒ کی نظروں سے حضور غوثِ اعظم کی بے ادبیوں پر مشتمل ایک رسالہ "الحق الظاہر فی حال الشیخ عبد القادر" گزرا تو انہوں نے اس رسالے کے مصنف علی بن محمد قرمانی حنفی کا علمی محاسبہ فرمایا، کتاب کا مطالعہ کرنے سے حضرت مصنف کے علمی مرتبہ و مقام، حضور غوث پاک کے ساتھ اُن کی گہری وابستگی اور عقیدت و محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

السیف الثربانی ہندوستان اور تیونس کے علاوہ پاکستان سے بھی شیع ہوئی تھی لیکن ابھی تک اس کا اردو ترجمہ منظر عام پر نہیں آیا تھا، شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ عالمانہ و لہجہ الی عربی میں لکھی گئی اس کتاب کے ترجمہ کے لئے کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جسے عربی زبان پر عبور کے ساتھ اردو پر بھی دسترس حاصل ہو، اُس نے سلسلہ

قادر یہ کی تعلیمات سے واقف کسی مرد خدا آگاہ کی محبت بھی اٹھائی ہو اور اُسے بارگاہِ غوثیت سے فیضان بھی نصیب ہوا ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت استاذ محترم حضرت شرف ملت علیہ السلام کی ایک نقالی ہمارے فاضل دوست اور برادر دینی و یقینی و اکمل ممتاز احمد سیدی حفظہ اللہ تعالیٰ کے حصے میں لکھی ہوئی تھی، مجھے اُن کے حوالے سے یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُن میں السیف الثربانی کا اردو ترجمہ کرنے کی جملہ صفات موجود تھیں میری اس بات کے پیچھے درج ذیل امور کارفرما ہیں:

ڈاکٹر سیدی صاحب کو عربی زبان میں خصوصی مہارت حاصل ہے، انہوں نے موجودہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں مصری اساتذہ سے اکتسابِ علم کرتے ہوئے پانچ سال کے عرصہ میں ایم اے عربی کیا، پھر آٹھ سال جامعہ ازہرہ میں گزارے جہاں امام احمد رضا خان بریلوی کی عربی شاعری کے حوالے سے سات سو صفحات پر مشتمل مقالہ لکھ کر الاذہر سے عربی زبان و ادب میں ایم اے اور چار سو صفحات پر مشتمل مقالہ لکھ کر عربی زبان و ادب میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، وہ درسیات پر گہری نظر رکھتے ہیں، تصوف کی مصطلحات سے واقف ہیں، وہ پاکستان میں کئی کے عربی دان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں، علاوہ ازیں وہ صرف عربی زبان و ادب کے ماہر ہی نہیں بلکہ عمدہ اردو لکھنے والوں میں سے بھی ہیں۔

وہ حضور غوث پاک کے حوالے سے درج ذیل تین تحقیقی مقالات لکھ چکے ہیں:

۱۔ حضرت غوثِ اعظم کی تعلیمات اور عصر حاضر میں اُن کی ضرورت و اہمیت۔



۲- تعلیمات غوثیہ کی روشنی میں فکر آخرت کا تصور۔

۳- منقہ غوث اعظم عربی شاعری میں۔

اس تہ نظر میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ بہت حد تک حضور غوث پاک کی حیات و تعلیمات سے آگاہ ہیں اور آپ کے حوالے سے کچھ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔  
فحش نظر کتاب ان کا پہلا ترجمہ نہیں بلکہ وہ اس سے پہلے بھی کئی مضامین اور کتابچوں کا عربی سے اردو اور اردو سے عربی میں تراجم کر چکے ہیں، معارف الاولیاء (جلد نمبر ۱ شمارہ نمبر ۲) میں اپنے شیرو مضمون کا عربی ترجمہ "من مدائح الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فی الشعر العربی" کے عنوان سے طبع کروا چکے ہیں، موصوفی عربی سے اردو اور اردو سے عربی ترجمہ پر دسترس رکھتے ہیں بلکہ اردو سے عربی ترجمہ کرتے ہوئے زیادہ آسانی محسوس کرتے ہیں۔

جناب ڈاکٹر صاحب کو مرد قول و حال شیخ الحدیث والفقیر فی القادریہ شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طویل محبت ہمسر رہی ہے، استاد محترم نے ان کی علمی اخلاقی اور روحانی تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی، انہیں حضور غوث پاک کا فیضان و اہد گرامی کے ذریعے ملا، حضرت شرف ملت کو دس مشائخ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت و خلافت حاصل تھی جو آپ نے ڈاکٹر سیدی صاحب کو عنایت فرمائی، اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کو پیر طریقت حضرت پیر ابو محمد سید احمد اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ استاذ العلماء ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی احمد میاں برکاتی قادری مدظلہ العالی اور عالم جلیس حضرت مفتی محمد ابو بکر قادری شاذلی مدظلہ العالی سے سلسلہ قادریہ میں اجازت و خلافت حاصل ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کے علاوہ دیگر سلاسل طریقت (چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، شاذلیہ، رفاعیہ، تجانیہ) میں بھی اجازت و خلافت عطا فرمائی، ڈاکٹر صاحب کے پیر و مرشد حضرت خواجہ غلام سدید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت خواجہ غلام حمید الدین مفتی دامت برکاتہم العالیہ نے بھی انہیں سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت و خلافت عنایت فرمائی، جبکہ موصوف کو کویت کے سابق وزیر مملکت اور سلسلہ عالیہ رفاعیہ کے پیر طریقت مفکر اسلام حضرت علامہ سید یوسف ہاشم رفاعی مدظلہ العالی سے سلسلہ رفاعیہ کے علاوہ حدیث و علوم اسلامیہ کی اجازت و خلافت حاصل ہے، ڈاکٹر سید محمد علوی، لکھی پورہ مفتی اعظم مصر ڈاکٹر علی احمد، ڈاکٹر سعد جابیش (استاذ الحدیث جامعہ ہازمہ) وغیرہ سے اجازت حدیث و علوم اسلامیہ حاصل ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب سیدی صاحب کو بارگاہ غوثیت کے مزید فیوض و برکات سے نوازے اور انہیں ہمیشہ نفس، شیطان اور شیاطین جن و انس کے شر سے محفوظ رکھے۔

میں نے السیف الہامی کا ترجمہ جتہ جتہ کی مقامات سے پڑھا ہے اور یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ جناب سیدی صاحب نے عربی سے اردو ترجمہ کرتے ہوئے اپنے عظیم والد اور مربی حضرت شرف ملت کی تربیت کا حق ادا کیا ہے اور اپنے عظیم استاد، والد اور مربی کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے کتاب کا شستہ درواں اور دلکش ترجمہ کیا ہے، یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ کتاب اردو میں ہی لکھی گئی تھی، واللہ تبارک و تعالیٰ ان کے علم و عمل، اخلاق اور اخلاص میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور انہیں حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ کے نقوش قدم پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔



”اے دعا ازمن و از جملہ جہاں آمین ہاؤ“

راقم کا لکھا ہوا یہ مقدمہ تب تک احوار رہے گا جب تک ”قادری رنگ“ میں رنگے ہوئے اور حضور غوث اعظم کی محبت سے سرشار اپنے فاضل دوست اور نو جوان سکا لرحلامہ محمد عمر حیات قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا نہ کر لوں انہوں نے میری درخواست پر پیش نظر کتاب صفحہ ۵۵۲ پر ”شیر علی“ نے پڑھنے پر چھاپنے کا اہتمام کیا۔ رب کریم ان کی اس کاوش کو قبول و منظور فرمائے اور ہم سب کو دنیا و آخرت میں حضور غوث اعظم کے فیوض و برکات ہمیشہ نصیب فرمائے۔

محمد اسلم شیرازی قادری

۱۰ اشوال ۱۴۳۱ھ / ۲۰ ستمبر ۲۰۱۰ء

چیف ایڈیٹر ماہنامہ رموز، لاہور

چیف ایڈیٹر ماہنامہ الشرف، لاہور

ڈائریکٹر رموز پبلی کیشنز، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

غوث الوریٰ کے جلووں کی رعنائیاں

ادیب العصر پروفیسر سید عبدالرحمن بخاری

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على حبيب سيد

الموسلين و على آله و صحبه اجمعين۔ اما بعد:

قطبین کے ٹھنڈے اجالے میں دمکتا سورج:

میرے وجدان کے ہر ایک تھرو کے میں غیر بغداؤ کی عظمت کا سورج دنگ رہا ہے۔ کوئی ان عظمتوں کو جھٹلائے تو مجھے اپنے رب کی شان عطا کا انکار دکھائی دیتا ہے۔ سورج کہیں بھی ہو، اس کی کرنوں کا قہر کون و مکان میں ہر سو پھیل جاتا ہے۔ میں زندگی کے سبھی دائروں میں غوث الوریٰ کی رفعتوں کا پھریرا ہراتا دیکھ رہا ہوں۔ اور وہ ابھی کچھ اس شان سے کہ۔

افلت شمس الاولین و شمسنا

ابدا علی افق العلی لا تغرب

اے اللہ! میرے آقا ﷺ کے اس شہزادے کو ولایت کی سب رعنائیاں تو نے ہی تو دی ہیں، پھر یہ حاسدین کہاں سے نکل آئے اور ان کے دستِ ستم کی رسائی ان دلوں تک کیونکر ہو گئی جن کی دھڑکنیں ابھی غوث الوریٰ کی عظمتوں کے ساز پر بجکتی



ہیں۔ یہ ایسی ایسی کتابیں کیونکر تھیں اور پھیلانے میں کامیاب ہو گئے جو وہ جیلاں قدس سرہ کی تقدیس کے ہالے میں نقب لگانے کی جرأت لے کر ابھری ہیں؟ ہاں اب میرے احساس کی کرنوں میں اس خلش کا راز جھلکا ہوا ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ یہ لوگ، بہت ہی تھوڑے سی مگر اس دھرتی کے سینے پر صد کا زہر لے کر کیوں ابھرے ہیں۔ صرف اس لئے تاکہ ان کی روحانی بغاوت اپنے رد عمل میں ہزاروں لاکھوں دلوں کی دھڑکنوں کا رخ کچھ اور تیزی سے شہ بغداد کی تابانیوں کی سمت موڑے۔ میری ہشتم تصور دیکھ رہی ہے کہ اس شہزادہ سید کو تین سو تیرہ کی رفعتوں کا بانگ مچا کر کچھ اور بھی گھمراہ کیا ہے جب سے مخالفت کا زہر منظر میں گھلا ہے۔ چند ظلمت گزیدہ سینوں میں شہ جیلاں کا نسب کھلنے لگا تو کچھ اور بھردلوں نے ان کی ولایت کے نشان قدم کی رفعتوں کو چھٹا یا مگر دیکھو تو اس کا اثر کچھ اس طرح برعکس نکلا کہ لاکھوں سینوں کی تڑپ غوث الوری کی شان قطبیت کی دھال بن کر جھلک اٹھی۔

میں اب قطبین کے تختہ سے اجالوں میں بھی اپنے غوث کی تابانیوں کے ان گنت منظر بے محسوس کرتا ہوں۔ وہ براعظم جہاں غوث الوری خود بخود پہنچ پائے اور ان کی چاہتوں کے قافلے بھی ہنوز کافی مسافتوں پر دکھائی دیتے تھے، اب میں کرۂ ارض کے ایسے تمام گوشوں کو بھی تیزی سے بغداد کے اس یکتا ولی کی روحانی جاگیر میں ڈھلتے دیکھ رہا ہوں۔ یہ کرشمہ ہے خدا کی اس انوکھی شان عطا کا جو میرے غوث الوری کی مخالفت کو بھی ان کی عظمتوں کا روپ دیتی جا رہی ہے۔ وہ بغداد کے افق کا ایسا چاند ہے جس کا انکار کرنے والے خود اس کی چاندنی کے ٹکراں سمندر میں ڈوبتے چھو ج رہے ہیں، اس لئے ان دو چہرہ لوگوں کے، جن پر خدا نے بد نصیبی کی آخری دہلیز کا سجدہ دکھ دیا ہے۔

زوال تہذیب کی ذوقی شام اور ابھرتا چاند:

غوث الوری قدس سرہ جس عہد میں ابھرے وہ زوال تہذیب کی ذوقی شام کا آخری منظر دکھا رہا تھا۔ مگر میں قربان جاؤں اُس "محی الدین" پر جس نے دین متین اسلام کو اس شانِ درباری سے ایک نئی زندگی بخشی کہ میں اب صبحِ عشرتک ہر اک سو قطب جیلاں کے حصارِ عافیت میں دین حق کو سانس لیتا دیکھ رہا ہوں۔ جب ولایت کی راہوں پر چلتے چلتے نگاہِ سرک کر ماحول کی تاریکیوں سے ابھرتے نقطن اور آلودگی کے انبار پکنی تو کرب ذات کی ساری سچائیاں غم کا نکات میں ڈھل گئیں اور یوں محبوبِ سبحانی کا پیکرِ روحانیت ایک خالص سماجی تفکیک، دعوتی احساس اور تہذیبی نشوونما کے آئینے میں جا اترتا۔

وہ جس کی ارجہندی بھانگی چشمِ مشیت کو  
ہوئی جس کے سپرد ایوانِ ملت کی نگہبانی

پھر غوثِ اعظم نے کمر ہمت باندھ لی اور آپ منشاءِ ربانی کے سانچے میں ڈھل کر دینِ مصطفوی کی تجدیدِ واحیاء کے نئے آفاق تراشنے لگے۔ شخصیت میں جتنی ٹھنڈک، وحیرت اور کومتا تھی وہ ایک بیک دعوت و اصلاح کے ایک ایسے طوفان میں بدل گئی جس سے تہذیب کے سارے بکے دریاؤں کے دل کا پھٹنے لگے۔ ایک شبنمی وجود میں سورج کی چکا چوند ابھر آئی۔ ایک علم کا آفتاب دیکھتے ہی دیکھتے حرکت و انقلاب کے تیل رواں میں ڈھل گیا۔ جمالِ بندگی کے سجدوں سے زمانے نے پھر دھیرے دھیرے غوثیت کا جلال اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ ابھرتے دیکھا۔ جہاں معرفت کا بایں روش روش کو سنوارتے بڑی تیزی سے طریقت کی دادیوں اور شریعت



کی سب ریگزاروں کو بالآخر صراطِ مستقیم کی دہلیز پر لا کھڑا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور یوں وہ بوڑھا نحیف جو صحرائیں اپنی دم توڑتی سانسیں گن رہا تھا، یکایک شادابیوں میں ڈھلا اور ہر اٹھارہ رخت بن کر پھر سے لہہاٹنے لگا۔ یہی تو دینِ حنیف کا شجرِ آبدار تھا جس کی تاب و توان سب کھو چکی تھی اور میراں محی الدین کے نفسِ گرم نے اسے پھر سے بحال کر دیا۔

برقِ شمسِ خرمینِ الماد سوخت شمعِ دینِ درمحلِ ماہِ فروخت

و دکہکشاں جس کی دھول ہی تہذیب کا نکھار ہے:

دینِ حق کی ابدی صداقتوں کو رہتی دنیا پر ہر زمانے میں افق کی آخری بلندی پر شب و تاب لٹاتی شادابیاں برقرار رکھنے کے لیے جن نفوسِ قدسیہ کی مسیحا نفسی درکار رہے گی، ان کی تھار تو ایک نہ ختم ہوتے کارواں میں ڈھلی ہے۔ ایک ایسا کاروانِ عزیمت جس کی پہلی کڑی تو معلوم ہے، آخری نہیں۔ پر اس کاروانِ خدمت کے سالاروں کا رنگ ہر عہد میں دکھرائی رہا ہے۔ کوئی صدیق اکبر کہلایا تو کوئی فاروقِ اعظم۔ کوئی ذوالنورین بن کر جھگایا تو کوئی حیدر کرار بن کر ہاتھ میں درخبر اٹھائے کھڑا ہے۔ کوئی ریگزارِ فرات کے نیموں سے پرے بہتر (۷۲) لاشے اپنے گاندھوں پر اٹھائے دینِ حق کا سورج اگرا رہا ہے، تو کوئی عمر بن عبد العزیز کے روپ میں خلافتِ راشدہ کی قبائے زرنگار ایک عرصے بعد پھر دنیا کے سامنے لہرا رہا ہے۔ کوئی ۷۱ سالہ نوجوان (محمد بن قاسم) اپنے مرکز سے ہزاروں میل دور بابِ الاسلام (سندھ) کی بنیاد اٹھا رہا ہے، تو کوئی جنسِ طارق کے کنارے پڑا ڈالے واپسی کی کشتیاں چلا رہا ہے۔ کوئی (قتیبہ بن مسلم) سائبریا کے برفانی سرحلوں کی اور (ہندی لفظ بمعنی ست)

بڑھتا چلا جا رہا ہے اور کوئی (عتیبہ بن نافع) بحرِ ظلمات میں اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

”اے اللہ! اگر مجھے خبر ہو کہ حدنگاہ تک پھیلے اس سمندر سے پرے بھی کوئی خشکی کا ٹکڑا ہے تو میں تیری کبریائی کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں: تیرے محبوب محمد عربیؐ کی عظیمستوں کا پھر پرانے کر دوڑتا وہاں بھی جا لہراؤں۔“

پھر وہ بھی تو ہے (سلطان صلاح الدین ایوبی) جو صلیب کے اندھے طوفان کی گرد میں پھیلے حدنگاہ تک ناپتے بدست لشکروں کی بیغار اٹا کر قبلہٴ اول بیت المقدس کو ان کی درندگی سے پاک کر رہا ہے۔ اور یہ تو تھیں جلالِ مصطفویٰ کی نمود، جب ہم اسلام کی اعلیٰ تصویر کے نکھار کا دوسرا رخ یعنی جمالِ محمدی کا پر تو دیکھتے ہیں تو جنید بغدادی، بایزید بسطامی، سید علی ہجویری، غوثِ اعظم جیلانی، معین الدین چشتی اجمیری، شہاب الدین سہروردی، بہاء الدین نقشبندی، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے جلیل القدر نفوسِ قدسیہ کے جگ لگاتے پیکرِ افقِ روحانیت کی ساری وسعتوں کو اپنی البیلی کرنوں کے حصار میں لیے بیٹھے ہیں۔ پھر یہی نہیں بلکہ ایک اور افق بھی ہے نکھارِ تہذیب کا جو علم و دانش کے نہ ختم ہوتے کارواں امام مالک بن انس، امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد بن ادریس شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین عظام امام شافعی، امام قرانی، امام عزالدین بن عبدالسلام، امام غزالی، امام رازی، امام شہرانی، شاہ ولی اللہ دہلوی اور امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے اکابرِ دین اور اربابِ حکمت و بصیرت کی اعلیٰ پیشانیوں کی سند دتا سے دمک رہا ہے۔



یہ تو ہے وہ کاروانِ عزیمت جس کے چند ناموں کی درخشانی کا عالم یہ ہے کہ مجھے لگتے ہوئے اور امید ہے آپ کو پڑھتے ہوئے یہ نام خیرہ کر چکے ہیں مگر یہ الیلا کاروان تو ایک ایسی ککشاں ہے جس کی دھول بھی صدیوں اور نسلوں کے انگشتِ سلسلے اپنے حصار میں سمیٹے ہوئے ہے۔ پھر بھلا میں کیوں نہ اپنے خاندانِ دل کا سارا سرمایہ اس کاروانِ عزیمت کی دہلیزِ محبت پہ بٹھا کر دوں !!!

اے غوثِ تیری شانِ زیبائی کے ہالے میں دنیا سمٹ رہی ہے:

میری سانسوں کا خراجِ پیچھے ان سارے اولوالعزم نفوسِ قدسیہ پر جن کے جیون کی ہر ریکھا دینِ حق کے اجالوں کی نقیبِ ٹھہری۔ جن کے پوتر سینوں میں اک آگ بھری تھی، نہضتِ دین (Religious Renaissance) کی جن کی اہلیلی بی بیٹیاں اپنی ہر خوشن میں نورِ حق کا ہاتھن سمیٹے ہوئے تھیں۔ جن کی رفتار سفر میں پنہاں تھا خرامِ ناز، اس رہوار کا جو باد صبا کے چھوٹوں کی، نندِ شریعت و طریقت کی سب چکڑیوں کو مہکا تا، جا جاتا چلا جا رہا تھا۔ جن کے شعور و ادراک کی ہر پرت سے کھل رہے تھے انگشتِ در سچے ان پر لے جہانوں کے جو اس سے پہلے کسی تہذیب، کسی شریعت، کسی دین کے نصیبوں میں نہیں اترے۔

جی ہاں! یہ سب مقدس ہستیاں ہیں جو تاریخ کے مختلف ادوار میں اپنی قبائے رہبری اور شانِ مسیحائی سے دینِ حق کا آئینہ سنوراتی، اجالتی چلی آئی ہیں۔ میں ان سب کے قصرِ ناز کی دہلیز پر سلامِ عقیدت کا خراج لئے حاضر ہوا ہوں۔ مگر اے قارئینِ محترم! ذرا غور سے جھک کر دیکھئے گا میری جنینِ نیاز کا جو جہد سب سے زیادہ طویل ہو چلا ہے وہ شاید بلکہ یقیناً شہِ بغداد، غوثِ الوری کے آستانے پر چھتا، رقص کرتا، وجد میں

ڈھٹکا، چار سو پھیلتا جا رہا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ آسمانِ روحانیت کے ماتھے پر دھکتے چاند ستاروں میں یہ اکیلا وہی تو آفتابِ درخشاں ہے جس کے سردابِ ربی دنیاسب ستارے جو گردشِ طواف میں ڈوبے رہیں گے۔ اے غوثِ الوری! تیری شانِ زیبائی کا منظر میں تو دنیا والوں کو دکھائیں سکتا۔ پھر کیا کروں، میری بے بسی ہی خامشی میں داخل کر تیری عظمتوں کے چاند آگاسکتی ہے۔

اے شہنشاہِ حسن کے چاند! تو ہے جھومرِ دینِ حق کی اجلی پشانی کا، جس پہ کبھی ہے نقدِ یر مسیحائی اب ہمیشہ کے لیے جہانِ روحانیت کی۔ تو ہے دو ظہم جسے رب نے کچھ ایسے بقلموں اور کرشموں (کرامات) سے سجایا ہے کہ تیری عذرتِ علم و فضل سے حق کی تہذیب سدا بھرتی، امنڈتی، پھیلتی اور جھگمکتی ہی رہے گی۔ تو ہے وہ شیرازِ ختمِ الرسل، مولائے کل (علیہ السلام) جس نے قہارِ بگندر کی دھند سے کچھ ایسے چند ستارے اگائے ہیں جن کی فصل اب رہتی دنیا کائناتِ زندگی کو ہمیشہ ماورائی اجالوں کی درخشانی سے سیراب کرتی رہے گی۔ اے میرے غوث! تو زندگی کی رہنمائی پر نور کا ایک ایسا ہالہ ہے جس نے اپنی تابانیوں کے حصار میں لے رکھا ہے سب ولیوں، غوثوں، قطبوں اور ابدالوں کی روحانیت، کردار اور شخصی عظمتوں کو۔ جس کی دہلیزِ محبت پہ چھکی ہیں سب اہلِ عزیمت کی پیش بیاں۔ جس کی نسبتوں کا الہیاد رنگ چھایا ہے سب دین کے خد متکا روں پہ۔ جس کی پیہم نوازشوں نے رمِ جہم پھوار برسا کی ہے سب اہلِ طریقت کے حلقوں پہ۔ جس کے حضور صدیاں اور زمانے مل کر اپنی چاہتوں کا خراج لٹا رہے ہیں۔

آستانِ شہِ بغداد یہ پلکوں سے میں دستک دوں:

پھر بھلا میں کیا اور میری بساط کیا؟ اس دل کے جذبے تو بس تیرے نام



ہیں، تیرے نام۔ میں خود کو تیری آغوشِ محبت میں سمودینا چاہتا ہوں تاکہ تو مجھے اپنے آقا و مولیٰ سید کو نبین رحمتِ دو عالم ﷺ کی پارِ مکہ بے کس پناہ میں اپنی طرف سے بطور نذرانہ پیش کر دے۔ کاش میں اس قابل بن سکوں اے میرے غوثِ الوریٰ! ہاں!!

لیکن اگر تو چاہے تو مجھے قبول کر کے اس قابل بنادے۔ چوروں کو قطب بنانا تو بڑی پرانی کرامت ہے تیری۔ یہ بجا کہ میں دنیا والوں میں سب سے برا ہوں، مگر یہیں پر تو چمکے گا تیری عظمتوں کا آفتاب اور اسی کرم کی نگاہ سے تو ابھرے گی تیری شانِ غوثیت کی نرالی چھب۔ مجھ ایسے بظاہر کو پاکیزگی کے سمندر میں نہلا کر ہی اے میرے غوث! تو اپنی کرامتوں کی معراج پہ جگلائے گا۔ ہاں میں اپنا آپ تجھے سونپتا ہوں مجھے قبول کر لے اے میرے نانا جان کے لافٹے بیٹے! اے صدیوں اور نسلوں کو پیہم سنوارنے، اجالنے اور نکھارنے والے شاہِ جیلاں، قطبِ عرفاں، غوثِ دوراں، محبوبِ سجاں، پیرِ حیراں، شیخِ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز!

قارئین محترم! الجیسے مت میرے اس اندازِ تحریر پر میں کچھ دیرِ عالم بے خودی میں اپنے دل کے غوث، اپنے من کے تاجدار، شہِ بغداد کے آستانِ محبت چاہتی چلکوں سے دستک دینے چلا گیا تھا۔ لیجیے اب واپس آ گیا ہوں پھر آپ سے ہمکلام ہونے کے لیے اور کہنا آپ سے بس یہ چاہتا ہوں کہ خدا! آپ کسی بھی سلسلے سے وابستہ ہوں مگر غوثِ الوریٰ کی محبت اپنے دل میں ذرا بھی کم نہ ہونے دیجئے گا۔ غوثِ الوریٰ اس پوری کائنات کے برتر مقامِ محبوبیت میں جس اُفقِ اعلیٰ پر جگلا رہے ہیں وہ انہیں براہِ راست حضور سید کو نبین رحمتِ دو عالم ﷺ کی خاص عنایتوں سے ملا ہے۔ اور ساری دنیا والے اکٹھے ہو کر بھی لگے رہیں تو ان سے یہ مقام چھین نہیں سکتے۔

ہمہ گیر زوالِ امت اور غوثِ الوریٰ کی شانِ احیاء دین:

ہو سکتا ہے بعض قارئین کے ذہنوں میں یہاں کچھ تجسس ابھرے کہ آخر وہ کونسی خدمات ہیں غوثِ الوریٰ کی جو چودہ صدیوں کے تمام مجددین کی خدمات سے بھی یک گونہ شرف و امتیاز رکھتی ہیں؟ تو بات صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور ائمہ اہدٰی سے ذرا مت کر ہوگی کیونکہ وہ سب تو حضور غوثِ الوریٰ کے بھی حُسن اور سرمایہ افتخار ہیں۔ پھر جب ہم ان تمام حالات کا معروضی تجزیہ کرتے ہیں جو غوثِ الوریٰ کے عہد میں عالم اسلام کے ایک اُفق سے دوسرے اُفق تک برسوں پہلے ہوئے تھے اور ان ناگفتہ بہ حالات کے تناظر میں اس حقیقی، دینی، سماجی اور تہذیبی انقلاب کی چند پرتیں الٹ کر دیکھتے ہیں جو میرے غوثِ الوریٰ کی خدمات سے بلا واسطہ اور بالواسطہ رونما ہوئیں تو کم از کم ایک گہرے شعور و احساس کی پرچھائیں ہمارے وجدان کے کیونوں پر ضرور ابھرتی ہے جو بالآخر ہمیں غوثِ الوریٰ کی لازوال ملی خدمات کے اچھوتے پن اور یکتائی کی دلہیز پر جھکائے بغیر نہیں چھوڑتی۔ جی ہاں ایک واقعی منظر نامہ ہے جو غوثِ الوریٰ کی بے مثال خدمات کو احیاء دین کی وکھری امتیازی حیثیت دلا کر ہی رہتا ہے۔

۱۔ شاہِ جیلاں قدس سرہ کا عہدِ معتزلہ، باطنیہ، فلسفہ یونان، یونانی اور علم الکلام کی عقلیت پرست تحریک کے شدید اور گہرے اثرات کی گھمبیر تائیں ڈوبا ہوا تھا، یہی وہ فکری خلفشار اور روحانی ارباب رہے جس نے بالآخر عباسی سلطنت کو غارت کر کے رکھ دیا اور یہی وجہ ہے کہ ایک معروف مستشرق ”ایچ اے آر سب“ اور دیگر یورپین مورخین نے اس عہد کو دنیا کے اسلام کا تاریک دور شمار کیا ہے۔ ایسے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے اپنی مسیحائے نفس سے دین حق کی آبیاری کی اور معاشرے کو ان فکری



بحرانوں سے نجات دلائی۔ عقلیت و وضعیت سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور اس کے تدارک کے لئے ”عشق الہی“ اور ”روحانیت اسلامیہ“ کے اصول اجاگر کئے۔ یوں آپ نے فلسفہ کی پیدا کی ہوئی ذہنی لامرکزیت کو قلبی کیفیات کے ذریعے دور کرنے کی طرح ذالی اور اس تحریک کا فطری علاج یکنی ہے۔

ابمغزالی آپ کے معاصر تھے جو ایک مدت تک فلسفہ کا جواب فلسفہ سے دیتے رہے، چنانچہ تھالہ الفلاسفہ اسی زمانے کی یادگار ہے مگر بالآخر ان کو بھی اسی راہ کی طرف مائل ہونا پڑا جسے غوث الوری ابتداء سے ہی اختیار کئے ہوتے تھے۔ فقہ، تصوف، نبوت اور ولایت کے تمام مظاہر کی جو تعبیرات آپ نے جنس کی ہیں اور تنہیم درسا کے جو مدارج خالص فکری، عملی اور روحانی تائید کے ذریعہ جس طرح اسلامی معاشرت میں آپ نے رائج فرمائے وہ اسی دائرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی وہ مشہور کرامت جس میں منصور ابن مبارک کو فلسفہ پڑھتے دیکھ کر کتاب لی اور اسے اپنے روحانی تصرف سے فضائل قرآن کی کتاب میں بدل کر فرمایا: ”اب اسے پڑھو“ اور حقیقت اس معاملہ میں آپ کی شدید حساسیت اور احیاء دین کے مزاج کا پرتو ہے۔

۲۔ غوث الوری کا عہد اسلامی معاشرہ میں زوال فروعی کی جن انتہاؤں کو چھو رہا تھا، ان کی ایک ہلکی سی پرچھائیں معتزلہ، قرامطہ، اسماعیلیہ اور رافضی کے شدید متضاد مظاہر اور تشدد پسندی کی تیزی سے گہنٹی ہوئی لہر کے اثرات میں دیکھی جاسکتی ہے۔ شیعیت کی بنیاد انکار صحابہ پر رکھی گئی ہے اور نتیجہً اس میں سنت نبوی کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے۔ اس سے بڑھتے ہوئے رجحانات کو روکنے کے لئے آپ نے اصل بنیاد سنت کی اتباع اور ساتھ ہی ساتھ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مدح سے اپنے

خطبات کو آراستہ کیا۔ آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بہت سے شیعہ تائب ہو جایا کرتے تھے۔

مختلف گمراہ فرقوں کی ترویج و اصلاح کے ساتھ ساتھ آپ نے درس و تدریس، افتاء اور وعظ و ارشاد و نیز اصلاح و تربیت کے ذریعہ مسلک اہل سنت کو تقویت بخشی۔ ابن الدعانہ کے بقول متبعین سنت کی شان آپ کی وجہ سے بڑھ گئی اور ان کا پلڑا بھڑی ہو گیا۔ حافظہ زین العابدین تحریر فرماتے ہیں۔ ”غوث اعظم لوگوں کی ہدایت کے لئے تشریف لائے اور لوگ آپ کو ماننے لگے، اہل سنت کو آپ کی ذات سے تائید ملی اور اہل بدعت پسپا ہوئے۔“

۳۔ غوث الوری کے عہد میں بظاہر اسلامی تصوف کے سرچشمے خوب سیرابی لٹا رہے تھے مگر حقیقی طور پر اس سے پہلے ہی تصوف ایک شدید آزار میں ڈھل چکا تھا۔ کشف المحجوب کا زمانہ تو غوث الوری سے پہلے کا ہے مگر اس سے کھلتا ہے کہ تصوف محض ایک نام اور رسم کی حد تک رہ گیا تھا۔ حقیقت مضلل ہو چکی تھی۔ غوث الوری کے ہم عصر امام ابن جوزی نے تلخیص التلخیص میں صوفیاء کی خرابیوں اچھی طرح آشکار کر دی تھیں۔ صوفیاء اور علماء ظاہر کے مابین ایک جنگ اور تصادم کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ وہ حالات تھے جن میں غوث الوری نے عملی سرگرمیاں شروع کیں۔ جس طرح سرکار رسالت مآب ﷺ کی ذات پر تورات کی شریعت اور انجیل کی طریقت یکجا ہو گئی تھیں اسی طرح غوث الوری پر شریعت و طریقت کا اجتماع ہو گیا تھا۔ آپ شریعت و طریقت دونوں کے رہبر تھے۔ چنانچہ آپ نے طریقت و تصوف کی زبردست اصلاح کی۔ فنی اور اصطلاحی پیچیدگیوں سے بہت کر تصوف کو سداور واضح اسلوب دیا اور تصوف کے



ساتھ وابستگی کے راستے بھی عام آدمی کے لئے کھول دیئے۔ طریقہ اور خانقاہی تربیت کے نظام کو آپ نے بے پناہ وسعت اور تازگی بخشی اور نظم و ضبط کے باقاعدہ آہنگ میں پرو دیا۔ غوث الہوری کی زندگی میں ہی آپ کا جاری کردہ طریقہ قادر یہ انکھوں انکھوں کو فیض یاب کر چکا تھا۔ یوں آپ نے معاشرے میں روحانیت کی عام سطح بلند کر دی اور ملت اسلامیہ کا اصل متھوفا نہ مزاج بحال کر دیا۔

۴۔ غوث الاعظم کی پیدائش سے قبل دنیا کے اسلام پر زوال و انحطاط کا عمومی دور شروع ہو چکا تھا۔ اگرچہ بظاہر اسلامی سلطنتوں کے اقتدار کا سلسلہ اندلس سے ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا مگر اندرونی طور پر پرچلت نہایت خراب و ناگفتہ بہ تھے۔ خلافت عباسیہ کی سیاسی مرکزیت چوتھی صدی ہجری میں مفلوج ہو کر رہ گئی تھی تاہم خاص تہذیبی اور ثقافتی تکیہ نظر سے دار الخلافہ بغداد کا رنگ و روپ قائم تھا۔ مشرقی ایشیا کی یہ عظیم سلطنت مختلف آزار و یاستوں میں منقسم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھی۔ اُدھر اندلس میں اموی حکومت کی مرکزی حیثیت ختم ہو چکی تھی۔ یورپ کی عیسائی حکومتیں موقع کی تاک میں تھیں کہ مسلمانوں کو ختم کر کے اپنی حکومت قائم کریں۔ افغانستان اور ہندوستان کے تمام مغربی علاقوں میں سلطان محمود غزنوی کے جانشینوں کا زوال شروع ہو چکا تھا اور ہندو راجے مبار راجے صدیوں پرانی شکستوں اور ذلتوں کا انتقام لینے کے لئے صلاح مشورے کر رہے تھے۔ مشرق وسطیٰ میں ہر طرف اتھری چھائی ہوئی تھی۔ بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد صلیبی عراق و حجاز پر حملے کی سازشیں میں مصروف تھے کہ انہی سازشوں کی نیا کی متحدہ قوت مسلمانوں کو متا دینے پر تلی ہوئی تھی۔ جس میں سلطنت مصر (مملوکی) نے تاریخ الخلفاء میں دولت خبیثہ

کے نام سے پکارا ہے الحاد اور بے ویئی کے نظریات پھیلا رہی تھی۔ یہ تمام حالات و واقعات حضرت شیخ کی نظروں میں تھے، انہوں نے مسلمانوں کے باہمی انفریق و انتشار اور خانہ جنگی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور محسوس کیا۔ اُن کا وجود خواہ ان حالات و واقعات سے علیحدہ اور دور رہا لیکن اپنے شعور و احساس کے ساتھ وہ اس آگ میں جل رہے تھے۔ شیخ کا یہ احساس اس جذبے میں تبدیل ہو جاتا ہے کہ عالم اسلام کے مرکز بغداد میں کھڑے ہو کر کم از کم ایک صدائے درد تو بلند کی جائے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دیواریں بے درپے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد بکھری جاتی ہے۔ اے باشندگانِ زمین! آؤ جو گر گیا ہے اُس کو مضبوط کر دیں۔ جو ڈھس گیا ہے اُس کو درست کر دیں، یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی سب ہی کو مل کر کرنا چاہیے۔ اے سورج! اے چاند! اور اے دن تم سب آؤ۔“

شیخ صرف پند و نصیحت اور ترغیب و تشویق ہی پر اکتفا نہیں فرماتے تھے۔ جہاں ضرورت سمجھتے بڑی صاف گوئی اور جرات کے ساتھ قومی احتساب کا فریضہ بھی انجام دیتے۔

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ شہر جیلان اور آپ کے بلا واسطہ و بانواسطہ فیض یافتگان کی کوششوں سے نہ صرف دین اسلام میں نئی زندگی نمودار ہوئی بلکہ اس کی روحانی قوت و دفاع بہت حد تک بیدار و استوار ہو گئی۔ چنانچہ جب ساتویں صدی کے آغاز میں تاتاریوں کی قیامت خیز یلغار سے اسلامی سلطنتوں کی اہانت سے ایستادگی







ایک مقصود مستشرق پروفیسر مارگولیتھ کو بھی آپ کے وعظ و خطبات کے پرتاثر ہونے کا اعتراف کرنا پڑا۔

چنانچہ اس سلسلہ تبلیغ کے اثرات عظیم اصلاحی تحریکوں سے بڑھ کر ہوئے۔ ہر مجلس میں مشرف بہ اسلام ہونے والوں اور بے عملی سے تائب ہونے والوں کا تاحیات بندھ جاتا۔ چالیس برس میں لاکھوں نفوس آپ سے براہ راست مستفید ہوئے۔ آپ کے ایک ممتاز شاگرد و مہدائے جہانی بیان کرتے ہیں کہ آپ کے سوا عطا ہونے سے متاثر ہو کر فتنہ و فجور میں مبتلا ایک لاکھ سے زائد لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور ہزار ہا (بروایت دیگر ۵۰۰۰ سے زائد) یہودی و نصرانی دولت اسلام سے سرفراز ہوئے۔

ب۔ غوث الوری کی پوری زندگی طالب علمی سے لے کر آخر تک ایک مکمل تحریک، ایک پیغام اور ایک عملی نمونہ ہے۔ آپ نے اپنے عمل اور اخلاق کے ذریعے لوگوں کی زندگیوں پر براہ راست اثر ڈالا۔

ج۔ آپ نے نظام خانقاہی کے ذریعہ عوام کی تعلیم و تربیت اور ترقی نفس و تصفیہ اخلاق کا کام انجام دیا اور عالمگیر پیمانے پر سلوک قدوسی کی تدوین اور سلسلہ قادریہ کی تنظیم فرمائی۔

د۔ مبلغین اور داعیوں کی پوری جماعتیں تربیت و تیاری کے بعد دور دراز کے علاقوں میں بھیجیں۔ آپ جانتے تھے کہ حروف و نقوش کی بہ نسبت زندہ نفوس کے ذریعے اصلاح و فروغ دین انبیائی طریق دعوت ہے؛ اور سب سے سوزناور فعل طریق بھی یہی ہے۔

غوث الوری نے تبلیغ دین کے لیے فاصلے سمیٹ دئے:

غوث الوری نے روحانی قوت سے کام لے کر تبلیغ و اشاعت کا ایک وسیع نظام قائم کر دیا۔ دنیائے اسلام کے بیشتر صوبوں اور ملکوں میں تبلیغی شاخیں قائم کر کے ان کی نگرانی صاحب زادہ عبدالجبار کے سپرد کر دی۔ اپنے تربیت یافتہ خلفاء اور سرمدین کو دور دراز چکر اشاعت اسلام کا حکم دیا۔ آپ ان مبلغین کو رخصت کرتے وقت فرماتے: ”ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم دین اسلام کی روشنی ان تاریک علاقوں تک پہنچائیں جہاں کے لوگ اسلام کی برکت سے محروم ہیں اور اسلام کے روحانی ورثے کو چھوڑ چکے ہیں۔ ان کی خرابی اور بد نصیبی کو دور کرنے اور ان کی اصلاح کا میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے۔“

یہ دنی دنیا میں تبلیغ دین کا کام آپ نے بنفس نفیس جا کر بھی انجام دیا اور مبلغین بھیج کر بھی۔ ہم یہاں اس کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کریں گے۔

۱۔ اہل مراکش کے تذکروں میں آتا ہے کہ غوث اعظم شیخ عبداللہ درجیلانی قدس سرہ مراکش بھی تشریف لائے اور وہاں سے آپ نے افریقہ کے بہت سے ملکوں میں اسلام کی تبلیغ کے لیے مشن بھجوائے۔

۲۔ الجزائر کے ساحلی پہاڑوں میں بسنے والے تمام مظاہر پرست قبیلوں کے لوگ آپ ہی کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے تھے۔

۳۔ طرابلس الغرب کے قدیم رومن شہنشاہوں کے بچے کچھ خانوادے آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۴۔ جنوب اور مشرقی مصر میں پرانے فراعہ مصر کے خاندانوں کے بادیہ نشین قبائل کو



آپ نے ہنس نہیں جا کر مسلمان کیا۔ کرچینی جنگجو قوم آپ ہی کی کرامت سے مسلمان ہوئی۔

۵۔ بحر اہند کے جزائر سراندیپ اور مالدیپ میں بھی اسلام آپ ہی نے پھیلایا۔ ان علاقوں میں جگہ جگہ بلند مقامات پر اب تک آپ کے قیام کرنے کی جگہیں چنگاہ کی صورت میں باقی ہیں اور یہاں کے لوگ آپ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔

۶۔ انڈونیشیا کے جزائر سائر میں بھی آپ کے تشریف لے جانے کی روایات ملتی ہیں۔

۷۔ افغانستان اور اس کے قرب و جوار میں آپ کی تعلیم سے ایک زبردست انقلاب آیا اور بے شمار بدھ لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

آپ ضرورت کے مطابق مختلف علاقوں میں اپنے شاگردوں اور خلفاء کو مبلغین کی حیثیت سے متعین فرماتے۔ آپ کے فیض یافتہ مبلغین دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے اور اپنی تبلیغ و ہدایت سے لاکھوں ہندوؤں کو گمراہی کے گرداب بلا سے نکال دیا۔ ایک ہلکی سی جھلک ملاحظہ ہو:

۸۔ وسطی ایشیاء کی حدود چین تک پھیلی ہوئی بیشتر قومیں آپ کے عظیم روحانی انقلاب سے اسلام میں داخل ہوئیں۔

۹۔ مشرقی یورپ میں البانیہ اور دیگر علاقے آپ کے مشن کے ذریعہ مسلمان ہوئے۔

۱۰۔ حد یہ کہ افریقہ کے ریگستانوں تک میں قدوریہ سلسلہ کی خانقاہیں قائم ہوئیں اور اس طرح افریقہ کے لاکھوں انسان سائنہ قادریہ کے روحانی دائرے میں داخل ہو گئے

اور انہوں نے اس تحریک کی بدولت ہدایت پائی۔

۱۱۔ الجزائر کے پہاڑی علاقوں میں آپ نے تبلیغی مشن بھجوائے جنہوں نے بڑی جانفشانی سے اشاعت دین کا کام کیا۔

۱۲۔ مغربی افریقہ میں آپ کے خلفاء نے سوڈان سے مائیکیریا تک اسلام پھیلایا۔ دوسرے سلسلے کا روحانی دائرہ سینگال، گمبیا، پرتگال، کینیا اور فری ٹاؤن کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے۔

۱۳۔ مشرقی سوڈان میں قادریہ سلسلہ کی ابتداء دسویں صدی ہجری میں حضرت تاج الدین چشتیہ نے کی تھی۔ اس سلسلہ کی روحانی تعلیم کا کام مشرقی افریقہ کے ساحلی ممالک، وسطی افریقہ اور جنوبی افریقہ میں بھی ہوتا رہا۔

۱۴۔ انڈونیشیا کے جزائر میں آپ نے بے شمار مبلغین اور تبلیغی مشن بھیجے۔ مغربی سائر کے شہر پاڈانگ میں جو مشہور ولی حضرت برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے آپ ہی کے مامورین میں سے تھے جنہوں نے عہد قدیم میں پہنچ کر علاقہ کے بدھ بادشاہ کو مسلمان کر کے سائر میں لاکھوں انسانوں کو کلمہ توحید پڑھایا تھا۔

۱۵۔ جزیرہ جاوا میں "سمبیان سلوان" (نواولیا اللہ) کے مزارات ہیں۔ یہ سب غوث الوری قدس سرہ کے سلسلہ قادریہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر ہندو، بدھ، راجہ اپنی رعایا سمیت مسلمان ہوئے تھے۔

۱۶۔ مغربی جاوا کے شہر چمبون میں حضرت شریف ہدایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ مشہور ہے کہ آپ سینہ نا غوث اعظم کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ نے جاوا کے علاوہ دوسرے بہت سے علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کی۔



۱۷۔ اسی طرح غوث اعظم نے اپنے بعض فرزند اشاعت و تبلیغ اسلام کے لیے اطراف سندھ اور نواح بلوچستان میں بھجوائے۔ اگرچہ ان علاقوں میں اسلام آچکا تھا مگر کثرت سے اسلام پھیلانا آپ کی روحانی مساعی سے آپ کے فرزندوں کا کارنامہ ہے۔ چنانچہ آپ کے ایک فرزند حضرت شیخ عبدالوہاب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حرار موجودہ شہر حیدر آباد سندھ کے شاہی قلعہ کے بالکل مقابل میں اب تک مرجع خلایق ہے۔

۱۸۔ آپ نے اپنے گیارہ فرزندوں میں سے صرف ایک شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس رکھا اور باقی دس کو علم و فضل اور روحانیت میں کائن کر کے دنیا کے مختلف ممالک میں اشاعت دین پر مامور کر دیا۔

۱۹۔ غوث الوری نے اپنے فیضان سے تبلیغ اسلام کے لئے بڑے بڑے اولیاء اللہ تیار کئے۔ چنانچہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے چل کر تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں نمایاں کارنامے انجام دیے، جو سب آپ ہی کا فیضان ہے۔

الغرض آپ کی تبلیغ نے اسلامی تاریخ میں اشاعت دین کا ایک شاندار باب کھولا ہے۔ جس کے اثرات صرف بغداد یا عراق تک محدود نہ رہے بلکہ عالمگیر حیثیت اختیار کر گئے۔ آپ کو اسی لئے غوث اعظم کہا جاتا ہے کہ دور صحابہ سے متاخر زمانوں میں ائمہ اسلامیات کے بعد آپ کی اسلامی خدمت سب سے بڑھ کر ہیں۔ آپ ہماری تاریخ کے اس نازک دور میں ظاہر ہوئے جب سیاسی اضمحلال کے باعث علمی، فکری اور معاشرتی و دینی طور پر مسلمانوں میں باطل کے اثرات رچ رہے تھے۔ آپ نے ان اثرات میں اشاعت دین کا عزم دل میں پیدا کیا، اس کے لئے تیاری کی اور پھر ساری

زندگی اس محبوب مقصد میں صرف کر دی۔ آپ "محنی الدین" کہلاتے ہیں اور دین کا احیاء نبی مرسل یا اس کے کامل ترین نائب کے بغیر ممکن نہیں۔ اگرچہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد کے ظہور کی نشاندہی فرمائی ہے۔ مگر تجدید اور احیاء میں ایک نمایاں فرق ہے۔ مجددین کی لہرست میں بہت سے حضرات کے اسمائے گرامی پائے جاتے لیکن "محنی الدین" کا لقب صرف آپ کے ساتھ خاص ہے کہ احیائے دین کا اہم ترین فریضہ آپ ہی سے انجام پایا۔

امت پر اولیاء کے عظمتوں کے پیمانے چھلک رہے ہیں:

غوث الوری کی زبان سے بے ساختہ ابھرنے والا یہ اعلان: "قدھی ہذہ علی رقبۃ کل ولی للہ" دراصل اسی مقام محبوبیت کی طرف اشارہ تھا۔ سادہ لفظوں میں اس کا مفہوم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ولی کے دل میں میری محبت اندر ل دی ہے۔ میں سب ولیوں کا محبوب ہوں۔ اب جسے بھی ولایت کا کوئی منصب، کوئی مقام درکار ہے وہ اپنے سینے کو میری محبت سے بھر لے اور خدا کی بارگاہ سے مقام ولایت کی رفعتیں لے لے۔

"رقبۃ کل ولی للہ" کی تعبیر دوسرے اولیاء اللہ کی شان و عظمت اور مقام و منصب کی بلندیوں کا اظہار ہے۔ ہر ولی کی گردن سے مراد ان کا مقام عظمت اور منصب خدمت دین ہے۔ یعنی ہر ولی بہت سی رفعتوں، بلندیوں اور عظمتوں سے بہرہ ور ہے۔ انگنت اولیاء اللہ ہیں اور انگنت ہی ان کی عظمتوں کے افق۔ ہر ولی کسی نہ کسی بلند مقام کی جلوہ گاہوں میں اپنے لئے سرور و کیف کے اجلے پیمانے چھلکتے دیکھ رہا ہے۔



غوث الوری کی نظروں میں یہ سارے افق اپنی ہر امتیازی شان کے ساتھ پوری طرح جھلک رہے ہیں۔ وہ چشم بصیرت کی رعنائیوں میں ہر عہد کے اولیاء کرام کی سہارا بنائے ہوئے ہیں۔ ان کا مزاج دین حق کی وسعتوں کا دھنک رنگ نکھار اپنی نسبتوں کے کیٹوس میں پروئے ہوئے ہے۔ وہ جس مقام غوثیت کے عرش رفیع پر متمکن ہیں، یہ خود اسی کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے حلقہ نکھار کے سب دائروں سے جڑے اولیاء کرام کی رفعتیں اجالے کا اہتمام کریں۔ شان غوثیت کی ساری عظمتیں ان اولیاء کرام کے مقام و کردار کو اجالے سے آشکار ہوئی ہیں۔ سورج کی چمک ہمیشہ چاند ستاروں کی رعنائی سے نمایاں ہوتی ہے۔ جب تک کہکشاں کی ہرم نہ سجے، کیونکر کھلے کہ ہرم کا دولہا کہاں سجا بیٹھا ہے۔ پس یہ ہے وہ منظر جس کے آئینے میں حضور غوث الوری کا یہ اعلان: (قدسی ہذہ علی رقبۃ کل ولی للہ) اپنی معنویت اجالتا ہے۔ "رقبۃ کل ولی للہ" ہر ولی کی جداگانہ شان ولایت کا استعارہ ہے۔ گویا ہر ولی کا مقام خاص اس کی "رقبۃ" ہے۔ اور ہر "رقبۃ" کا نکھار دوسروں سے الگ اور یکتا ہے۔ کوئی ولی خدا کے ہاں بے وقعت نہیں اور کسی ولی کی شان زیبائی کا انکار غوث الوری کے اس فرمان سے نہیں ہوا۔ اور ہوتا بھی کیسے، جبکہ یہ فرمان غوثیت اپنے آہنگ میں دوسروں کی عظمتیں اجالنے کا مزاج لئے ہوئے ہے۔ غوث الوری نے یہ فقرہ کہا ہی اس لیے ہے تاکہ آپ کی زبان حق ترجمان سے کل عالم کے اولیاء اپنی اپنی عظمتوں کی تار بجی سند دنیا والوں پر ثبت ہوتی دیکھ لیں۔

غوث الوری نہ سے حق ہیں، اور یہ ندائے حق اس لئے گئی ہے کہ ہاتھ کی

ہاتھ سے کاروان ولایت کے ہر فرد کی شان تقدیس کا ابدی اعلامیہ صحرائے

زیست کی اعلیٰ فضاؤں میں ہمیشہ کے لئے نقش کر دے اور پھر اس کے ساتھ ہی مقام غوثیت کا تابناک چہرہ دنیا والوں کے سامنے جھلکانے لگے۔ (قدسی ہذہ علی رقبۃ کل ولی للہ) میں ایک نہیں، دو اعلان جگہ کر رہے ہیں۔ ایک ہر ولی کی عظمتوں کا اعلان اور دوسرا مقام غوثیت کی انمول رفعتوں کا اعلان۔

اور قارئین محترم یہیں پر جان لیجئے کہ حضور غوث اعظم نے یہ اعلان (قدسی ہذہ علی رقبۃ کل ولی للہ) نہ اپنے زور پندار میں کیا ہے اور نہ عالم سکر میں بلکہ خالص مشیت الہی کے آئینے میں ابھرتے شعور منصب اور احساس حقیقت کے تحت کیا ہے۔ اب یہ خدا کی مرضی کا فیصلہ ہے کہ سارے ولیوں پر آشکار کر دیا جائے کہ ان کی رفعتوں کا پھر یہ غوث الوری کی چاہت و محبت کی الہیلی ہواؤں میں اہرائے گا۔

غوث الوری کا پرچم محبوبیت کا پرچم ہے اور یہ پرچم ان کے ہاتھ میں خود سید کونین علیہ السلام کی شان محبوبیت نے دیا ہے۔ غوث الوری کی محبوبیت پر تو ہے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت کا۔ جو تجلی شہ جیلان پر اتری ہے وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت کی تجلی تھی۔ اس لئے غوث الوری کو ساری دنیا کے ولیوں کا محبوب بنا دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے خود فرمایا:

و کل ولی لہ قدم و انی علی قدم النبی بندہ الکمال

"یعنی ہر ولی بے شک کسی نہ کسی پیغمبر کے نشان قدم سے اپنے

لئے جگہ گاہٹ لے رہا ہے۔ اور میں ہوں کہ میری ذات اس

شرف سے بہرہ ور ہے کہ سید کونین محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان قدم

کی جگہ گاہٹوں کا فیض میرے حصہ نصیب میں اترے۔ میرے



آقا و مولا ﷺ ہر کمال کا آخری اجالا ہیں اور میں اس اجالے کی  
دلہیز سے اپنے لئے غوثیت کی کرنیں سمیٹ رہا ہوں۔“

قارئین محترم! تقدیس ولایت کے سارے افق یوں تو اپنے اندر بے شمار  
رعنائیاں سمیٹے ہوئے ہیں مگر جو افق میرے غوث الوری کے حصہ میں آیا، اس کی  
مدرتوں کا کیا کہنا؟ محبت جس رنگور پہ چلتی ہے وہاں عظمتیں ہی عظمتیں ابھرتی چلی  
جاتی ہیں اور غوث الوری کے حصہ میں انہی محبوبوں کا کنگہ ترا ہے۔ ان کے وجود کا  
سراچہ ہی محبوبیت کے خمیر سے اٹھایا گیا ہے۔ دو محبوب کبریاء ﷺ کے نقش قدم کی  
رعنائیوں سے اپنے لئے سرمایہ زیست اور فیضان ولایت کی کلیاں چن رہے ہیں اور  
آپ خود ہی سوچ لیجئے اسے میرے قارئین محترم! کہ جس شخص کے کاسے ولایت میں  
سید الانبیاء محبوب دو جہاں مولا ﷺ کے قدموں کی خیرات برس رہی ہے، اس کے مقام  
روحانیت کی بلندی اور اس کے حیون کی ثروت کا شیرازہ کن اجلی کہکشاؤں کے سنگھم  
میں ڈھلا ہوگا۔ جی ہاں! یہ ہے میرا غوث جلی، میرے بغداد کا یکتا ولی جو روحانیت  
کے سدرة المنتہی پہ درخشاں حضور سید کوئین رحمت دو عالم ﷺ کے نعلین پاک کی  
پر چھائیں چوم رہا ہے اور اسی ایک بوسہ نعلین مصطفیٰ ﷺ کی خیرات نے اسے ولیوں  
کے کارواں کا غوث بنا دیا ہے۔

اب یہ بات واضح ہے کہ دو میں سے ایک کام ہوگا: جو کوئی سچا ولی ہوگا وہ غوث  
الوری کی محبت سے ضرور سرشار ہوگا ورنہ اس کی ولایت مشکوک ہوگی۔ یہ فیصلہ تقدیر کے  
ابھرے ہوئے نشانوں میں اپنی جھللا ہٹ کھیرتا محسوس ہو رہا ہے۔ خدمت دین کے  
دلہیز افق خدا کے ولیوں نے سچائے ہیں اور ہر افق کو اس ولی کی گردن سے تعبیر کیجئے تو

غوث الوری نے خدمت و احیاء دین کا جو یکتا افق اجالا ہے وہ سارے ولیوں کے آفاق  
سے برتر دکھائی دیتا ہے اور سب پر چھایا ہوا محیط اور حاوی ہوگی۔ اور یہی ہے معنی اس  
نقصرے (قدیمی ہند علی رقبۃ کل ولی للہ) کا۔  
احیاء دین کی رعنائیاں ایک ہی اچلے ماتھے پر جگمگاتی ہیں:

یہی وجہ ہے کہ دین کے مجددین ہر صدی میں آتے رہے مگر ”محی الدین“  
یعنی دین کو زندہ کرنے والا جو دو صدیوں میں صرف ایک ہی آیا ہے۔ پس ”احیاء دین“  
”کا منصب صرف ایک ہی نکلا ہے تاریخ اسلام میں اور اس منصب کی رعنائیاں صرف  
ایک ہی شخصیت کے اچلے ماتھے پر جگمگاتی ہیں۔ وہی ہے غوث الوری جس کا قدم  
خدمت دین میں سارے ولیوں، غوثوں اور قطبوں کی خدمات دین کے آفاق یعنی  
گردنوں سے اوپر، فائق اور بلند تر ہے۔ سب دنیا کے ولیوں کی گردنیں خدمت دین  
کے دائرے میں نیچے رہ گئیں ہیں اور غوث الوری کا قدم بہت بلندی پر چا کے ٹھہرا ہے۔  
جہاں ان اولیاء اللہ کا کام اپنی غایت کے نقطہ عروج پہ جا دکھتا ہے وہاں سے اوپر، بہت  
ہی اوپر ہے ابتداء میرے غوث الوری کے کام یعنی احیاء دین کی۔ یہ نصیب ہر ایک  
کے لئے خود رب ذوالجلال نے لکھا ہے اور اس پر کسی ایک بھی ولی سے الجھنا خود  
رب تعالیٰ سے الجھنا ہے جو کبھی کسی کو اس نہ آئے گا۔

فیضان رسالت کے حسنی اور حسینی دھاروں کا سنگم:

دیکھئے حضور سید کائنات ﷺ کی ذات گرامی سے برکت، نسبت، روحانیت،  
علم، عمل، اخلاق، کردار، عظمت، فضیلت، اقدار، تہذیب و تمدن، ریاست، ادارت،  
شخصیت ذات، میرت اور بلوغت و رسالت کے فیضان کی جتنی بھی صورتیں کائنات کو



میسر آئیں، وہ دینی راستوں سے امت تک پہنچیں: ایک صحابہ کرام اور دوسرے اہل بیت اطہار۔ صحابہ کرام کو فیضان رسالت تقسیم ہوا جبکہ فیضان ذات صرف اہل بیت کے حصے میں آیا۔ ہاں اہل بیت کو فیضان رسالت بھی عطا ہوا۔ اس لحاظ سے اہل بیت کی نسبت یقیناً صحابہ کرام سے فائق و برتر اور افضل ہے۔ ان کے پاس فیضان محمدی کے دونوں سلسلے اپنے پورے قدرتی بہاؤ (Natural Flow) کے ساتھ موجود ہیں جبکہ فیضان ذات کا تعلق صرف نسب سے ہے اور یہ جینیاتی وراثت (Genetic herety) کی راہ سے ملتا ہے۔ یہ بھی فیضان سراسر اہلیت کرام کا نصیب تھا اور انہی کے ذریعہ امت تک پہنچا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل بیت کرام سے یہ فیضان امت میں کس طرح تقسیم ہوا اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔ بارگاہ رسالت سے یہ فیضان سیدہ کائنات حضرت سیدہ فاطمہ زہرا، رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا ہوا اور ان کی اولاد میں دونوں صاحبزادوں حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے ذریعہ آگے تقسیم ہوا۔ اس طرح فیضان مصطفوی کے دو دھارے وجود میں آئے: ایک حسنی اور دوسرا حسینی۔ صدیوں تک ولایت، روحانیت، علوم و معارف، اسرار حقیقت اور شعور قدسی کا سارا فیضان انہی دو دھاروں میں بٹ کر آگے پھیلتا، بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ کچھ طبقے، علاقے، خطے اور سلسلے فیضان اہل بیت کے ایک دھارے (حسنی) سے سیراب ہوئے اور کچھ دوسرے دھارے (حسینی) سے بنا آئندہ رت ذوالجلال کی مشیت نے اس اہتمام کو نیا رنگ، نیا آجگ عطا فرمایا اور وہ یہ تھا کہ اب قیامت تک کائنات فیضان محمدی کو ایک وحدت (Unification) کے نقطے میں سمیٹ دیا جائے۔ جس طرح تکوین و تخلیق کے سارے سلسلے کثرت میں

وحدت (Unity in Diversity) کا آجگ لئے ہوئے ہیں اور آج بالآخر جدید ترین طبعیاتی سائنس اس نقطہ پر آ پہنچی ہے جہاں سلام دائن برگ تھیوری (Salam wineberg theory) کے ذریعہ کم و بیش یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ پوری کائنات میں ساری قوتیں اصل میں ایک ہی قوت کے مختلف روپ ہیں۔ اس تصور کو جدید اصطلاح میں (Unification of physics) یا دوسرے الفاظ میں (Grand unified theory) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسی طرح تشریح، تمدن، تہذیب اور روحانیت کے تمام علمی، عملی، فکری اور باطنی تمام مظاہر بالآخر ایک ہی فیضان کے سلسلے میں آ کر سمٹ گئے ہیں۔ آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیاء کرام علیہم السلام بہت سی تہذیبیں، تمدن، مذاہب، شریعتیں، آسمانی کتابیں اور نظام ہائے زندگی الگ الگ لے کر آئے مگر بالآخر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر آ کر ساری کائنات ہدایت اور سارا نظام روحانیت سمٹ کر ایک ہی فیضان میں گم ہو گیا ہے۔ اور وہ فیضان محمدی ہے۔

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی۔ اب جو تاحشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا  
رب آگے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے فیضان میرت اور فیضان ذات کے جتنے بھی مظاہر اور سلسلے چلے وہ بالآخر بغداد کے غوث الوری کی ذات میں آ کر مرتکز ہوتے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اہل بیت اطہار کے ذریعہ حسنی اور حسینی فیضان کے دونوں دھارے حضور غوث الوری کی ذات میں آ کر مدغم ہو گئے۔ آپ کی شخصیت سمجھ ہے ان دونوں دھاروں کا۔ وہ نقطہ جہاں ملاپ ہو رہا ہے اہل بیت اطہار کے



سارے مرکزی روحانی سلسلوں کا۔

غوث الوریٰ کا پیکر سبز گنبد کی چھاؤں میں ڈھلا ہے:

یہ وحدت فیضان محمدی کا آجگ اس لیے انجرا ہے تاکہ اب رہتی دنیا جس کسی کو بھی دل بہت، روحانیت، نسبت، علم، معرفت اور طریقت و شریعت کا فیضان میسر آئے صرف ایک ہی ذات گرامی اس فیضان کا سرچشمہ ٹھہرے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی نسبت ارادت براہ راست حضور سید کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے اور انوار و فیوض کا نزول گنبد خضرا سے بغیر کسی واسطہ کے آپ پر ہوتا۔ نسبت اویسی کا شرف پوری تاریخ اسلام میں سب سے زیادہ قوی اور مؤثر طور پر آپ ہی کو عطا ہوا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "لمعات" میں لکھتے ہیں:

"سب سے قوی الاثر بزرگ جنہوں نے راہ جذب کو با حسن وجہ طے کیا اور نسبت اویسی کی اصل کی طرف رجوع پایا اور اس پر نہایت کامیابی سے قدم رکھا، شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ہیں اور اسی بناء پر آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ اپنی قبر انور میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔"

اسی نسبت اویسی کے ثمرات کا فیضان ہے کہ نصیب انجرا میرے غوث الوریٰ کا۔

حیات روحانی میں آپ کا منصب قطبیت کبریٰ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں:

"بغداد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو اس قدر اعلیٰ

مرتبہ حاصل ہے کہ کل اقطاب، ابدال، اوتاد اور افراد آپ کے زیر نگین ہیں اور آپ سب کے قائد ہیں۔"

ماہ وائیم ہیں جتنے اولیاء ہیں، اہل عرفاں ہیں

سہر معرفت کے غوث اعظم میر تاباں ہیں

سید ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اس وقت تمام دنیا کے اولیاء اللہ میں ممتاز

اور یگانہ حیثیت کے مالک ہیں اور اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ وہ اگر چاہیں تو لوگوں کے مقامات سلب کر لیں اور چاہیں تو اپنی حالت پر پہنچے دیں۔"

اسی طرح حضرت سید احمد کبیر الرفاعی قدس سرہ نے اپنے بھانجے شیخ ابوالفرح

عبدالرحیم سے فرمایا:

"اے فرزند! اس دور میں کسی میں اتنی طاقت نہیں ہے جتنی سید

عبدالقادر جیلانی قدس سرہ میں ہے۔ وہ جس مقام پر فائز ہیں وہ

انہی کے شایاں ہے۔"

اب اگر کوئی سمجھے تو بات یہ ہے کہ حضور غوث الوریٰ کا وجود مسعود ستاروں

کے مرکب شمس کی طرح تمام انسانوں کا مرکز محبت اور کعبہ انجذاب ہے۔ جس طرح

نظام شمس کا متحرک ستارہ اپنے کعبہ شمس کا طواف کرتا ہے اسی طرح انسانوں کے سرورہ

اور آبادیوں کے ہجوم بھی اس مرکب انسانیہ اور کعبہ ہدایت کے طواف میں محو ہیں اور

آپ ہی کی ذات گرامی سے روحانی فیضان حاصل کرتے ہیں۔ آپ کی ہستی وہ منبع

افاضات ہے جو امت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاتی ہے۔ وہ نقطہ اتصال



ہے جہاں پہنچ کر ارواح بنی آدم حضور سید کو میں نے پہنچا کر محبت پر اپنا سر جھکاتے اور وہاں اپنے کنگل غلامی کو فیضانِ معطوفی سے بھرنے کے لائق ٹھہرتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تصریح کے مطابق اب رہتی دنیا کوئی ولی، کوئی غوث، قطب، کوئی روحانی فیضان کا متلاشی حضرت غوث الوری قدس سرہ کے دروازے پر آئے بغیر کچھ نہیں پاسکتا۔ سنئے حضرت مجدد الف ثانی کے الفاظ:

”تا آ نکدوبت بہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ رسید۔ چون نوبت این بزرگوار شد۔ وصول فیض و برکات، دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجباء و بدلاء، توسط شریف وے مقدم می شود، چه این مرکز غیر اورا میسر نہ شد از ین جا است کہ فرمودہ:

افلت شمس الاولین و شمسنا ابدا علی وفق العلی لا تغرب فیضان ولایت کی ساری شہریں غوث الوری کے چشمے سے ابل رہی ہیں:

یوں دیکھتے تو بات پوری طرح آشکار ہو کر سامنے آگئی کہ حضور غوث الوری کی ذاتِ اقدس اس پوری امت میں وہ بلند مقام و منصب رکھتی ہے جس کی بدولت آپ اسلام کے معروف ترین و افضل امام۔ سب سے الگ اور سب سے نمایاں بن کر سب کے لیے سرچشمہ فیض اور وسیلہ ارتباط بن گئے ہیں۔ (ارو دار و معارف اسلام، ج ۲، ص ۹۲۸)

آپ کا نام مرجع صدوق و است۔ اضطراب موجب نواز خون اوست

حضور غوث الوری قدس سرہ کی علامتوں کا اعتراف دنیائے بڑی کشادہ ظرفی سے کیا ہے۔ ان کے معاصرین ہوں یا بعد میں آنے والے اولیاء کرام، ایسا کوئی ولی

نہیں گزرا جس نے غوث الاعظم کے آستانے پر اپنی جبین عقیدت خاک و دبیز پہ نہ رکھی ہو۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ یہی تو منشاء الہی کا فیصلہ بھی ہے اور فیضان رسالت کا تقاضا بھی۔ پس اولیاء امت کے سارے سلسلوں میں کوئی وجود ایسا نہیں جو غوث الوری کی عظمتوں کو جانے بغیر اپنے ولی ہونے کا اظہار کر سکے۔ غوث الوری کو نہ ماننے سے ولایت مل ہی نہیں سکتی، کجا یہ کہ سلب ہونے کی بات کی جائے۔ وہ ساری شہریں فیضان ولایت کی اسی غوثیت کے سرچشمے سے تعلق ہیں جو اب رہتی دنیا خطہ اسلام کے ہر گوشے، ہر وادی میں سیرابی بائیں گی۔ پھر بھلا کون ہے جو غوث الوری کی ذات پر کچھ اعتراضات اٹھائے اور اپنے ایمان کی حفاظت کا راستہ ایک دم بھول نہ جائے۔ ہمارے اس عہد میں بھی دو چار تیرہ بخت، اب اپنی منطقی گمراہیوں کے تیرہ دہار عالم میں اسی کوتاہی کی پاداش بگھٹتے پھر رہے ہیں۔ اور پہلے بھی کہیں کہیں بد نصیب ابھرتے رہے مگر ساتھ ہی ان کا قلع قمع کرنے کا الوی، اجتہاد بھی ہوتا چلا گیا۔ پیش نظر کتاب بھی اسی عظیم سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب کے مصنف سید محمد کی قدس سرہ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم، عظیم محقق اور ولی کامل تھے۔ ان کے والد گرامی عارف کامل سیدی مصطفیٰ عز و کبریٰ علیہ السلام ہیں۔ عظیم باپ کا عظیم بیٹا علم و دانش اور زہد و ورع کی شیرازہ بندی سے پروان چڑھنے والے ایک بے مثل خانوادے کی علمی و دینی اور سماجی و تہذیبی روایات کی پاسداری کرنے میں بے بدل دکھائی دیتا ہے۔ میری ان سے عقیدت کچھ اس طرح بھی بڑھ گئی کہ شیخ الازہر امام اکبر شیخ خضر حسین ان کے بھانجے ہیں۔ شیوخ الازہر میں جو مقام علمی گہرائی اور بصیرت و دانائی کے حوالے سے امام اکبر شیخ خضر حسین کو حاصل ہے، اس کے پاسنگ بھی کوئی دورا شاید ہی اتر اہو۔



مصنف کتاب کے شعور و احساس اور غیرت ایمانی کا انداز و نحو و اس کتاب کے مباحث اور گفتگو کے اسلوب سے بخوبی ہوتا ہے۔ اب دلچسپی سے جو دفور علیست جھلک رہا ہے، اس کی وسعتوں کا حصار دن بدن بڑھتا پھیلتا دکھائی دیتا ہے۔ غوث اوری کی ذات سے مصنف کی عقیدت اپنے نقطہ عروج پر ہے مگر اس کا اظہار کہیں بھی سطحیت اور غیر تحقیقی آہنگ لئے ہوئے نہیں ہے۔ ہر جگہ خالص علمی و تحقیقی مزاج اپنی بھرپور جھلک دے رہا ہے۔

پیش نظر کتاب کی رعنائیوں سے کئی اجالوں کی سندرتا بکھیلی ہے:

کتاب کا عربی متن جس قدر گہرائی، مہمگی اور پختہ شعور کی تابانی لیے ہوئے تھا، کچھ ایسی طرح کی زیبائی ہمیں اس کے ارد گرد سے پیش بھی جھلک ابھرتی نظر نہ کر رہی ہے۔ مترجم ایک ایسی شخصیت ہے جو عالم اسلام کی ہزار سالہ علمی روایات کے مرکز جلد الاذہر سے فی الجہت کی ڈگری لیے ہوئے ہے۔ جن کے ماتھے پر جا ہے روپ ایک ایسے علمی، فکری اور روحانی گھرانے کا جس کی پہچان ملت کے ”شرف واعزاز“ کی اصول ندرتیں دکھا رہی ہے۔ غوث اوری کی بارگاہ سے وابستہ شرف ملت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں کوئی نقص، وضعیت اور نمود و نمائش ممکن ہی نظر نہیں آتی۔ خدا نے جس مہمگی کے سانچے میں انہیں ڈھال کر تراشا ہے وہ کسی قسم کے دوغلے پن، دکھاوے اور بے وقعتی کی کشافیت سے آلود نہیں ہے۔ اندر باہر یکساں منہ خود پرستی نہ ہوں پرستی، نہ دنیا داری نہ در پرستی، ان بہت کھری اصول پسندی۔ ہر ان کے ساتھ کی حوالوں سے تعلق رہا اور ہر آپ تکلف، معاملہ، ہر بار میں خوشگوار حیرت اور احساس میں ڈوب جاتا ہوں جب شرف ملت کی بے نفسی مجھے یاد آتی ہے تو میں سوچتا ہوں کہ کیا نفس امارہ پر خود انہوں نے اپنی خود ترقی کے ذریعہ قبو کیا تھا؟ انہیں

یہ غوث اوری کے دامن سے نسبت کے طفیل خدا کا خاص تحفظ تھا ان کے لیے اور ان کے چاہنے والوں کے لیے تاکہ شرف صاحب ہر ملنے والے، ہانے والے، فیض پانے والے کے لیے سدا قابل اعتبار رہیں۔ اس قدر قابل اعتبار کہ لوگ آکھ بند کر کے ان پر بھروسہ کر سکیں۔ آپ نے جو وعدہ کیا اسے پورا کیا کوتاہی کا تصور بھی اپنے پاس نہ بٹکتے دیا۔

پیش نظر کتاب کے مترجم شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ڈاکٹر ممتاز احمد صدیقی مجھے تو اپنے بے تکلف دوست نظر آئے ہیں مگر ان کے علاوہ، عقیدت مند اور حلقہ فیض کے وابستگان جب ان سے ملتے ہیں تو اپنا سر بھی جھکائے رکھتے ہیں اور دل بھی بچھائے رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر ممتاز احمد صدیقی بلاشبہ اب سدا کے مغزو اور ممتاز دیگا نہ رہا ہی ہیں۔ اسلوب بیان عربی اور اردو دونوں زبانوں میں یک وقت ”التعبیر حریقہ مع الشرف الاولیٰ“ کی آئینہ داری اہل رہا ہے۔ وہ مزاج دینی میں ہر قسم کے بوٹ و آلائش کی ساری راہیں بند کر کے اپنے پیچھے، بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ جڑ و توابع میں یک گوند متانت کا رس گھول کر جام شرف چھلکا رہے ہیں۔ سوچ میں شدت احساس کی آمیزش نے ایک البینا دکھراپن اندل دیا ہے۔ میں انہیں بہت جلد فکر و دانش کے مطلع درخشاں پہا بھرتا دیکھ رہا ہوں، بس شرط یہ ہے کہ وہ زمانے کے گرم سوز کو کچھنے کا عمل اب مزید کسی طویل عرصہ تک جاری نہ رکھیں۔ بس انہیں اور ایک ادائے دلبری سے اپنے خانوادہ شرف کا بانگ بین فضا کے عالم میں پوری بے ساختگی سے اچھا دیں۔ خوش قسمتی سے انہیں میسر ہے بہت ہی گہری سنگت ایک ایسے ہنرمآب کی جو کسی بھی فرد، آستانے، تنظیم یا ادارے کے لیے خود ناز کی پونجی کا درجہ رکھتے ہیں۔ ایک ایسی شخصیت جو کسی بھی تنظیم، ادارے، حلقے، مرکز یا آستانے کے لئے ان دیکھی عظمتوں اور رفعتوں کے سارے جہان یکبارگی سمیٹ لانے



اور نئی منزلوں پر دیکھتے ہی دیکھتے جاوہر کر دینے کے ماہر ہیں، کون؟ میں کیسے بتاؤں  
قارئین محترم کہ میری مراد کوئی بوڑھا بزرگ نہیں بلکہ ایک نوجوان ہے۔ مگر عبقری نوجوان۔  
ایک ایسا پانچویں سچائے خطابت کی دلیلوں میں جگہ گانا نوجوان۔ علم و فکر، تہذیب و بصیرت، سماجی  
شہور اور تعلیمی مہارت لٹا کر لہر، ایک ہیرو، شہر و حائی، ایک اچھوتا دانشور اور سب سے بڑھ کر  
ایک وکھرا دوست۔ جی ہاں میرا اشارہ ہے ایک ایسی شخصیت کی طرف جو حلقہ جونی میں  
سارے حوالے بزرگی کے اپنے جوبن میں سچائے ہوئے ہے یعنی علامہ محمد اسلم شہزادہ مدظلہ۔  
میں رشک و حیرت میں ڈوبا ہوں ان سارے لوگوں کی خوش نصیبی پر جنہیں علامہ شہزاد کی عبقری  
صلاحیتوں سے فیض یاب ہونے اور دانش سینے کا موقع میسر آتا رہا ہے اور انہی خوش نصیبوں  
میں بہت نمایاں ہیں ڈاکٹر ممتاز احمد سیدی۔ رب ذوالجلال ان کے لیے ارتقاء کے لیے بہت سے  
سب جاوے اچھوتی منزلوں کی سمت تیز تر روانی میں رکھے۔ آمین

اس کتاب کی طباعت و اشاعت کا حسن انتظام جس شخصیت اور ادارہ کے نصیب  
میں آیا یعنی صفہ فاؤنڈیشن کے بانی علامہ محمد عمر حیات قادری زید چھوہ، میں انہیں بارگاہِ غوثیت  
کی سندرا اہلی نسبتیں عام کرنے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد کا خراج پیش کرتا ہوں۔  
رب کریم ہم سب کو حضور سید کو نبین رحمت برہ لہو علیہ السلام کی دلیلیہ القدس پہ چہ سائی میں فرش زمیں  
سے عرش بریں تک کی ساری بلندیوں کا نگار مانگنے اور چاہنے کی تڑپ بہرہ ور کرے۔ آمین  
و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سید المرسلین و علی آلہ و صحبہ اجمعین  
کیے از غلامانِ غوث اللوری

۳۰ مارچ ۲۰۱۱ء

پروفیسر سید عبدالرحمن بخاری

مؤسس امہ فاؤنڈیشن، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہا ادب ہا نصیب بے ادب بے نصیب۔

(تقریظ) جسٹس (ر) میاں نذیر اختر صاحب

کسی عظیم ہستی یا شخصیت پر اعتراضات کر کے اس کی عظمت اور شان کو کم  
کرنے اور اس کے احکامات اور تعلیمات میں تشکیک پیدا کرنے کی سعی کی جاتی ہے  
تاکہ لوگ اس کی پیروی نہ کریں۔ رب کریم کی حکم عدولی عزائیل نے کی، اُس کا  
اعتراض یہ تھا کہ اے آگ سے پیدا کیا گیا ہے جبکہ آدم (علیہ السلام) کوئی سے۔ اُس  
کا زعم باطل یہ تھا کہ آگ مٹی کے مقابلے میں ارفع و اعلیٰ ہے۔ وہ یہ اعتراض لئے حق  
کے مقابل آیا اور اپنے اعتراض باطل پر پتھر کر مردود و ملعون ہو گیا۔ یعنی حق کا پیغام  
پہنچانے والے انبیاء و رسل اور اولیاء و صلحاء کے مقابل آ کر اعتراضات اٹھانے والے  
بھی مردود و ملعون اور خائب و خاسر ہوئے۔

چودہ صدیاں پہلے عرب کا ابوالحکم (یعنی حکمت و دانش کا باپ) انبیاء کے  
امام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے، اُن کے خلاف بے جا اعتراض کرنے  
اور اُن کی توہین کرنے کی بنا پر ایذا جمل کھلایا۔ ایسے بوجہل اب بھی اس دھرتی پہ  
دندانے پھرتے ہیں، کوئی رب کریم کے وجود کے منکر ہیں، کوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
ذات اقدس پہ اعتراضات جمع کرتے رہتے ہیں۔ کوئی ناموس رسالت پہ حملہ آور ہیں  
کوئی اولیاء اللہ اور امت کے صالحین کی تعلیمات پر طعنہ زن ہیں۔ یہ سب بوجہل تکبر



حسد اور بغض کا شکار ہیں۔ پہلا بوجہ یہ بھی شکست کھا کر ذلت کی موت مرا۔ بعد میں آنے والے بوجہوں کا مقدر بھی ویسا ہی ہے۔

گزشتہ زمانوں کے انبیاء کی طرح امام الانبیاء علیہ السلام کے رحمت بھرے پیغام حق کو بھی ابتداء قبول نہ کیا گیا۔ آپ پر بھی اعتراضات کی بوچھاڑ کی گئی۔ آپ کو توہین و استہزاء کا نشانہ بنایا گیا۔ رب کریم نے اپنے حبیب ﷺ کا دفاع خود فرمایا اور کفار کے اعتراضات کے مسکت جوابات قرآن کریم میں دیئے۔ عہد رسالت کے معترضین اور گستاخ تو مرکب گئے مگر ان کی تحریک کو ماضی قریب اور حال کے مستشرقین اور ان کے تبعین نے زندہ رکھا۔ ان کے منہ توڑ جوابات ہر دور میں مسلم علماء اور سکارلز نے دیئے۔ ماضی قریب میں پروفیسر ظفر علی قریشی (مرحوم) اور جسٹس بی محمد کرم شاہ صاحب نے اپنی سیرت کی کتاب ”ضیاء النبی“ میں دیئے۔ حضرت علامہ اقبال کے افکار پر اعتراضات کے جوابات کی سعادت پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر صاحب کے حصہ میں آئی۔ حضور غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی پر بھی ہر دور میں اعتراضات کئے گئے۔ بعض اوقات آپ نے خود انہیں جوابات دیئے۔ ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

”مجھ سے تو دشمنی میں بغض رکھتا ہے اور مجھ سے وہی ناواقف ہے جو خدائے بزرگ و برتر سے ناواقف ہے۔۔۔ اور مجھ سے وہی محبت کرے گا جو خدائے بزرگ و برتر سے واقف، بہت عمل کرنے والا اور تھوڑی بات کرنے والا ہے۔ مخلص مجھ سے محبت کرتا ہے اور منافق مجھ سے بغض رکھتا ہے۔“

”اے اعتراض کرنے والو! اے لڑنے جھگڑنے والو! اے بے ادب! سنو! اور مجھ سے سنو کیونکہ میں اُس گروہ میں سے ہوں، جنہوں نے انبیاء سے ادب سیکھا ہے۔ اُن کی پیروی کرنے والوں اور ان کی سیرت کو بلند کرنے والوں میں سے ہوں۔“

لیکن مقام غوث اعظم سے بے خبر ایک شخص علی بن محمد قرنی حنفی نے 40 صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ”الحق الظاہر فی شرح حال الشیخ عبدالقادر“ آپ کے خلاف لکھا۔ یہ رسالہ جب تیونس کے عالم دین علامہ سید محمد بن سیدی مصطفیٰ عز و رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے گزرا تو انہوں نے فی الفور اس کی گرفت کی اور معترض کے نا یعنی، بے بنیاد اور باطل اعتراضات کے مدلل اور تفصیلی جوابات لکھے۔ ان کی کتاب عربی زبان میں ہے جس کا نام ”السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی“ ہے۔ اس کے اردو ترجمے کی سعادت ممتاز سکارل ڈاکٹر ممتاز احمد سیدی کے حصے میں آئی۔ ڈاکٹر صاحب حضرت علامہ محمد عبدالکیم شرف قادری مرحوم کے فرزند ارجمند ہیں۔

موجودہ دور میں شرکی قوتیں ہر محاذ پر سرگرم عمل ہیں۔ دین کی تعلیمات، شریعت، تصوف، حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس اور اولیائے کرام کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی مذموم کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس دور میں زیر نظر کتاب کی بے حد ضرورت ہے تاکہ لوگوں کو غوث اعظم کی پاکیزہ، اعلیٰ اور روشن سیرت اور تعلیمات کا علم ہو سکے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب اُن کے ذہنوں سے معترض کا پھیلا یا ہوا تشکیک کا غبار دور ہو جائے۔ ڈاکٹر ممتاز احمد سیدی نے السیف الربانی کا انتہائی عمدہ



اور وتر جمعہ کر کے دین کی ایک اہم خدمت سرانجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر اور عمر و خضر عطا فرمائے۔

محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا الشیخ سید عبدالقادر جیلانی احسنی و احسنی رحمہ اللہ کے علم و فضل، تقویٰ اور بلند مرتبے کے باعث دنیا بھر کے کہار اولیاء نے آپ کی عظمت اور آپ کے بلند مرتبہ و مقام کا اعتراف کیا مگر بصیرت سے محروم بعض لوگوں نے آپ کی شان میں بے ادبی سے بھی کریم نہیں کیا۔ بعض لوگوں نے تو کم فہمی یا علمی کی بنیاد پر ایسا رویہ اختیار کیا جبکہ بعض نے مسلکی عنصیت کی بناء پر اپنی عاقبت کو تباہ و برباد کیا ہے۔ ایسے لوگوں کے خلاف حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے عزت کا تاج پہنا دیتا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نیچا نہیں دکھا سکتی۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض اقوال اور خاص طور پر آپ کے فرمان: ”قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی للہ“ پر معترض کے تمام اعتراضات کے جوابات علامہ محمد کی بطریق احسن دے چکے ہیں۔ علامہ موصوف نہ صرف خود وقت کے بہت بڑے عالم اور ولی اللہ تھے بلکہ ایک عالم اور ولی کے بیٹے اور عظیم عالم اور ولی اللہ کے پوتے بھی تھے۔ آپ نے ٹھوس علمی دلائل کے ساتھ نہ صرف مذکورہ بالا معترض کا رد کیا ہے بلکہ حضرت غوث اعظم کے دیگر ناقدین کے منہ بھی بند کر دیئے ہیں، جو تقریباً ایسے ہی اعتراضات کے ذریعے حضرت غوث اعظم کی عظمت و توقیر کو کم کرنے اور آپ کی تعلیمات میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، یہ معترضین تو اپنی موت آپ مر گئے مگر حضور غوث الوری کی عظمت کا سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک

رہا ہے اور ہمیشہ جگمگاتا رہے گا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اعلیٰ التعلیم کے لیے بغداد شریف میں جلوہ افروز ہوئے تو مختلف علوم و فنون کے یگانہ روزگار اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔ سیدی ابو سعید مخزومی رحمہ اللہ سے اراکات کا تعلق جوڑا، محیر العقول مجاہدات کے بعد علمی اور روحانی دنیا میں آپ کا طلوع ہونے لگا۔ تب رحمت عالم علیہ السلام نے لعاب دہن عطا فرما کر آپ کو مجلس و عطا سجاد کا حکم فرمایا، جبکہ رب کریم کی بارگاہ سے آپ کو ولایت اور روحانیت کی دنیا کا ایک انوکھا اور منفرد اعزاز بخشا گیا۔ تب آپ نے حکم ربی سے ”قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی للہ“ کا اعلان فرمایا۔ یہ اعلان سنتے ہی دنیا بھر کے اولیاء نے اپنی گردنیں خم کر دیں، کیونکہ یہ اعلان آپ نے اپنی خواہش کی بناء پر نہیں بلکہ عزت دینے والے رب کے حکم سے کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ گردنیں خم کرنے والے اولیاء کہار میں سے کسی کو یہ محسوس نہیں ہوا کہ اس عمل سے ان کی عزت کم ہوئی ہے، بلکہ چشم بصیرت رکھنے والے ہر ولی نے آپ کے اس اعلان پر گردن جھکانے کو اپنے لیے اعزاز تصور کیا۔ ہاں، جس غریب کا دامن بصیرت تکلیفی نعمت سے ہی خالی ہوا اسے حقائق کی پہچان کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ بغداد میں ایسے وقت تشریف لائے جب مسلمان علمی، عملی، اخلاقی اور سیاسی اعتبار سے زوال پذیر تھے۔ آپ کے انفاس مطہر و کی خوشبو سے دلوں کی کھیتیاں مہک اٹھیں۔ آپ کے غلاموں نے صلیبی جنگوں میں بھی جرات و بہادری کے جوہر دکھائے اور سیم و زر سے منہ موڑ کر اپنے رب سے لڑ لگائی، آپ کی ہمہ جہت تجدیدی اور اصلاحی خدمات کے پیش نظر ہی آپ کو ”محی الدین“ کے لقب سے یاد کیا گیا۔ آپ کی تعلیمات فقط آپ کے عہد کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر زمانے کے لیے



پیشہ حیات بلکہ آپ حیات ہیں۔ بزرگا و غوثیت کے فیض یافتگان ہمیشہ ہاموس رسالت اور دین پر اپنی جانیں لٹاتے رہیں گے۔

صفیقہ ڈائریکشن کے پیچھے میں علامہ محمد عمر حیات قادری اور ان کے خوش ذوق احباب ایسی عظیم کتاب کی اشاعت اور تقسیم پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اللہ رب العزت وادیت کے اس دور میں ہمیں بزرگان دین کے دامنوں سے وابستہ رہنے اور ان قدسی نفس حضرات کے نقش قدم پر چل کر دنیا اور آخرت کی کامیابیاں سمیٹنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

کلمہ طیبہ کا نور پھیلا نے والی ایک عظیم شخصیت

(تقریظ) جنس (ر) ڈاکٹر منیر احمد منٹو

لا اله الا الله محمد رسول الله (صلی الله علیہ و آلہ و اصحابہ و  
عشرته و باریک وسلم) کا نور تمام عالم میں پھیلتا ہی چا رہا ہے۔ لوگوں نے اس نور کو  
بجھانے یا مدہم کرنے کی بڑی کوششیں کیں لیکن یہ نور پھیلتا ہی چلا جا رہا ہے۔ علماء  
کرام نے ورثہ الانبیاء ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اولیاء اللہ کے بارے میں ارشاد  
خداوندی ہے:

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ لَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا  
يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْمُسْتُرٰى فِي الْحَيٰوةِ لَدُنْكَ وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ  
هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَلَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا هُوَ كَسَمِيعِ الْعَلِيْمِ۔

(سورۃ یونس: ۶۲-۶۳)

خبردار بالیقین اللہ کے ولیوں کو نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ نفوس  
قدسیہ ہیں جو لا اله الا الله محمد رسول الله (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صدق دل  
سے ایمان لائے اور تادم واپس صاحبان کردار رہے۔ انہیں اس دنیا میں بھی اور  
آخرت میں بھی خوشخبری ہے۔ اللہ کی باتیں بدلتی نہیں۔ یہ بدلہ پالینا بہت بڑی کامیابی  
ہے۔ اے حبیب اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی بات آپ کو غمگین نہ کرے۔



بالتین ساری کی ساری عزت اللہ ہی کے لیے ہے، وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

حدیث قدسی کے الفاظ ہیں:

جو میرے اولیاء سے دشمنی کرے گا میری طرف سے اس کے برخلاف اعلان جنگ

ہے۔

انہی پاکیزہ صفت انسانوں میں ہمارے ہم عصر استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد عبدالکلیم شرف قادری مرحوم و مغفور کے صاحبزادے جناب گرامی قدر ڈاکٹر ممتاز احمد سیدی الازہری ہیں جنہیں علم و عمل کا دفر حصہ خود ان کے اپنے گھرانے سے ہی ملا ہے۔ سوچ کا رخ عمل کا محور جب حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ و صحابہ و عشرتہ و باریک و سلم) کی سچی اتباع میں ڈھل جائے تو ہر بات پر تاثیر ہو جاتی ہے اور برکتیں اور سعادتیں ہر کام ہو جاتی ہیں، کامیابیاں قدم چومنے لگتی ہیں۔ حاسدوں کا شربوں چھٹنے لگتا ہے جیسے سورج کی آمد پر اندھیرا یوں لگتا ہے دل شرف سے یہ نام نکھالیں مبارک ساعتوں میں نکلا کہ ممتاز احمد سیدی کا ہر کام ممتاز بھی رہا، سراپا بھی گیا اور مضبوط بھی ثابت ہوا۔ سچ ہے اولاد کا نام ماں اور باپ کے دل کی گہرائیوں سے نکلتا ہے اور رنگ لا کے رہتا ہے۔

الحمد لله رب العالمین۔

آفتاب ولایت پر کسی حاسد (علی بن محمد قرمان حنفی) نے نازیبا بات کر دی (اور حضرت غوث اعظم) کے حسنی اور حسینی نسب کا انکار کر دیا اور قدیمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ کا بھی منکر ہوا اور ایک رسالہ بعنوان "الحق الظاہر فی شرح مال الشیخ عبدالقادر" لکھ کر باطل علم میں سے ایک حید عالم ربانی علامہ محمد بن حسینی بن عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (پیدائش ۱۲۷۰ھ وفات ۱۳۳۳ھ) نے بڑے مضبوط

دلائل سے عربی زبان میں ایک کتاب بعنوان "السیف الربانی فی عنق المعتصرین علی الغوث البیہلانی" لکھ کر معرض کا تعاقب کیا اور امت کے ہاتھ علماء اور مشائخ کے اسماء گرامی اور حوالے لکھے۔ جنہوں نے سیدنا حضرت غوث اعظم کے حسنی اور حسینی نسب شریف کا اعتراف کیا۔ جناب گرامی ڈاکٹر ممتاز احمد سیدی الازہری نے اس کو قومی زبان میں اس خوبی اور صلاحیت سے ڈھالا ہے کہ ان کی یہ کتابیں رشتہ دنیا تک اہل زبان سے داد لیتی رہے گی۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ حاشیوں کا اضافہ بھی قابل تحسین ہے۔ حضرت غوث اعظم کی شرف و تقم عربی پر جس ہر انداز میں ہم اٹھایا ہے وہ بھی قابل داد ہے۔ کوئی کچھ کہہ بچے گل روز قیامت اپنے قول و فعل کا خود حساب دے گا۔ ہم کم علم و اقبال کے الفاظ میں بات کو یہیں ختم کرتے ہیں۔

بمھظنی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر ہے او ز سیدی تمام بولہی است

ہمارے لیے قرآن و حدیث کی روشنی میں اولیاء کرام کی بتائی بات کافی ہے کیونکہ وہ تقویٰ کے اس مقام پر فائز تھے۔ جہاں جھوٹ نہیں بولا جاتا۔ قطب ربانی غوث صدیقی الشیخ عبدالقادر بیہلانی الحسینی الحسینی ولایت کے بہت بڑے مرتبے پر فائز ہیں۔ ان کا سورج اسی طرح فیض رساں اور نفع بخش ہے جیسے اس دنیا میں ان کی حیات طیبہ کے وقت فرداں تھا۔ ان کا علم، ان کا تقویٰ ان کا عمل ان کا اخلاص ہر شخص کی زبان پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر ہمیشہ بخشش کی رحمتیں، برکتیں اور سعادتیں بھجھاؤ فرمائے۔ ان کا فرمان ہے:

"ایمان والا دل کیوں، کیا اور کیسے نہیں جانتا بلکہ وہ بلکہ بھی نہیں جانتا۔"



اللہ جل مجدہ اور رسول اللہ (ﷺ) نے جو فرما دیا وہ کافی ہے۔ وہ اجتماع حضور نبی اکرم (ﷺ) کے صدقے اللہ تعالیٰ کے محبوب بن چکے تھے اور اللہ کا اُن پر بڑا فضل و کرم تھا، ہے اور رہے گا۔ دن رات درود و سلام کا بھیجنا سدا بہار رنگ دکھلا رہا ہے اور ان شاء اللہ دکھلا تا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کتاب کے مصنف، مترجم اور ناشر ”صفیہ فاؤنڈیشن“ کے سرپرست علامہ محمد عمر حیات قادری اور اُن کے رفقاء کار کو اس عظیم دینی خدمت پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

خاک پائے اولیاء: **منیر احمد مغل**

بمختصر حضرت السید الشیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ السامی

کلام: پیر سید نصیر الدین نصیر گوزوی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

ہو سارے جہاں میں بول بالا غوث اعظم کا  
حقیقت تو یہ ہے رتبہ ہے اعلیٰ غوث اعظم کا  
شریعت کے گلستاں میں، طریقت کے دبستاں میں  
جدھر دیکھو، اُجالا ہی اُجالا غوث اعظم کا  
صداقت میں، سخاوت میں، ریاضت میں، عبادت میں  
قیامت تک رہے گا بول بالا غوث اعظم کا  
سلائی رات دن دیتی ہیں کرنیں چاند سورج کی  
ہر اک بخداد کا ذرہ ہے پالا غوث اعظم کا  
طریق چشت ہو، یا سہروردی، نقشبندی ہو  
نظر آیا ہمیں ہر سو اُجالا غوث اعظم کا  
نبی ﷺ کا نور، فیض فاطمہ کا کیوں نہ ہو وارث  
علی مرتضیٰ ہے جو اعلیٰ غوث اعظم کا  
نصیر ایمان ہے اپنا کہ محشر میں دم پرش  
ہمارے کام آئے گا حوالہ غوث اعظم کا



### مقدمہ موقوف

اُس ذات کے لیے حمد ہے جس نے اہل عرفان کو انبیاء اور مرسلین کے نقوش یا پر چلنے کی توفیق بخشی، اور اُن کی بصیرتوں کو روشنی عطا فرمائی، اُن اولیاء کے لئے بھی مجرموں میں سے اُسی طرح دشمن بنائے جیسے انبیاء کے لیے بنائے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن قدسی نفس حضرات کو چین لیا، پس جس نے اُن سے محبت کی اللہ تعالیٰ نے اُسے محبوب بنایا، اور جس نے اُن حضرات سے دشمنی کی اللہ تعالیٰ نے اُس پر اپنا غضب نازل فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب اور فضل و کرم کے اہل حضرات کی محبوبیت کو ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنَنِي بِالْحَرْبِ۔“ (۱)

”جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی، میری اُس سے جنگ ہے۔“

اور صلاۃ و سلام ہو اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے دونوں جہانوں کے سرور اور ظاہری و باطنی جمال رکھنے والوں کے سرور پر جن کا ارشاد گرامی ہے:

”اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا خَيْرَ۔“ (۲)

”میں اولادِ آدم کا سرور ہوں اور یہ خیر کی بات نہیں۔“

(۱) ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب ذکر الشفاعۃ، ۳۳۸۸ (حدیث دار السلام، ریاض)

(۲) مسلم (۲۸۳۳/۳) کہ (۶۹۰/۲) ابن ماجہ (۳۵۱/۳) اور غیر، نے اپنی عباد میں سے انبیاء سے منہ میں (۱۰۲/۱) اور ابو یوسف نے اپنی منہ میں (۳۲۹/۱) اور ترمذی نے (۳۰۲/۱) اور ابن ماجہ نے (۳۰۲/۱) مذکور ہوا الفاظ کے ساتھ ہی روایت کیا ہے۔

وہ ذات جس نے اپنی اُس آل کو ورثے میں سیادت بخشی جو قرآن میں طہارت کا تاج پہن کر ظاہر ہوئی ہے، وہ ذات جس نے اپنی حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ انساب میں بے مقصد طعن و تشنیع کرنا کفر ہے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت والی آل پر بھی انصاف کی راہ سے ہٹے ہوئے اور سرتاپا گمراہی میں ڈوبے ہوئے شخص کی مرضی کے برعکس صلاۃ و سلام ہو، اللہ تعالیٰ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا صلاۃ و سلام بھیجے جو ہمارے لیے بد عقیدگی اور حسد کرنے والوں کے حسد سے ایک محفوظ پناہ گاہ ہو، نیز علمائے دین کے دفاع اور حق کے اظہار میں ہمارا معاون و مددگار ہو۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور بارگاہِ رسالت مآب میں ہدیہ درود و سلام کے بعد عرض ہے کہ یہ رسالہ ”سویفِ ربانی برگردنی معترض غوثِ جیلانی“ علماء کی نسل سے ایک عظیم عالم و فاضل شخصیت علامہ سید محمد کی بن سیدی مصطفیٰ بن عزوز (رحمۃ اللہ علیہ) کی تصنیف ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ (۱)

باعثِ تحریر:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا محتاج اور اُس سے مدد کا طالب کار محمد کی بن مصطفیٰ بن عزوز کی، اللہ تعالیٰ اُسے حق گوئی کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے اور اُسے دنیا و آخرت میں سعادت مند بنائے، کہتا ہے: ”ایک دن کچھ احباب میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متصل غوثِ اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہما کے نسب کی نفی کرنے والا ایک رسالہ لائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سعادت مندوں میں سے بنائے اور اُن کی زندگیوں میں

(۱) لگتا ہے کہ یہ پھر حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کو نقل کرنے والے کسی عقیدت مند کا لکھا ہوا ہے جو کہ ہندوستان سے طبع ہونے والے نسخے میں موجود نہیں ہے۔ اور ”لیقول العبد الفقیر“ سے بھی اندازہ ہوتا ہے کیونکہ القاعد کے نوادہ عبد کی کلمات مذکور ہیں۔ مترجم



برکتیں عطا فرمائے، میں نے دیکھا کہ اس رسالہ کے مصنف کو جہالت اور حسد نے یوں اندھا کر رکھا تھا کہ اُس نے شرم و حیا کا لہا دوا تار دیا، اور اُسے خبر ہی نہ ہوئی کہ اُس کے اس طرز عمل نے اُسے ہلاکت میں ڈال دیا ہے، اُس نے حضورِ غوثِ پاک کی قطبیت کے انکار کی کوشش کی، نیز آپ کی اُن کرامات کو جھٹلانے کی کوشش کی جو ہر خاص و عام کی زبان پر ہیں، روحانی دنیا میں آپ کی حکومت اور تصرف کا انکار کیا، اس سلسلے میں اُس مانجھار نے آپ کی اولاد، پوتوں اور اُن خواص کی بے ادبی کا راستہ اپنایا جنہوں نے حضورِ غوثِ پاک کے ارشادات ہم تک پہنچائے، نیز اُس نے آپ کے نفیس کلمات کی اپنے خسیس فہم کے ساتھ غلط تاویل کا طریقہ اختیار کیا، اور اُسے آپ کے موقوفات میں سب سے زیادہ جس مافوق شریف سے جہلن اور تکلیف ہوئی وہ آپ کا یہ ارشاد و گرامی تھا:

”قدیمی هذه علی رقیۃ کل ولی للہ“

”میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔“

اور اس نادان کے دل میں یہ خیال تھا کہ وہ اپنے رسالے کے ذریعے شریعتِ محمدیہ کا دفاع کر رہا ہے، حالانکہ وہ عملی طور پر اس شریعت کو عام کرنے میں انہی کی اہم کروادار کرنے والی شخصیات کا انکار کر کے شریعت کے ارکان کو گرا رہا تھا، یہ دیکھ کر مجھے اپنے ایمان اور یقین کے برابر شدید صدمہ ہوا اور ایک ایمان رکھنے والے کو یہ صدمہ کیوں نہ ہو جبکہ اُس کے سامنے حضرت غوثِ پاک کے مرتبہ و مقام کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہو، تب میں حضرت غوثِ پاک کے مرتبہ و مقام کے دفاع کے لیے اس شخص کی طرح انہی جو ظلم کے ساتھ حملہ کرنے والے چور کا مقابلہ کرتا ہے،

اور میں نے دل میں کہا:

”وہ ہاتھو شل ہو جائے جو اُس ہاشی کی گردن عم کی تلواریں سے نہ کاٹ سکے۔“

پھر میں نے استخارہ کیا اور اپنے استاد ولی کامل سیدی سید محمد بن ابوالقاسم (اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے) کو مذکورہ بالا رسالہ کا تذکرہ کر کے اُن سے مشورہ کیا، وہ ایسے استاد ہیں جو محمدی دین کے پرچم لہرانے والے ہیں اور اُن پر اُن کا زمانہ فخر کرتا ہے، تو انہوں نے میری بات سن کر فرمایا:

”اس رسالے کے مندرجات پر مطلع ہو کر میری توجہ کا پٹا اٹھی ہے، تم ہمت کرو اور حضرت غوثِ پاک کے دفاع پر کمر باندھو۔“

آپ نے مجھے اس رسالے کا رد لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور میرے لیے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہو اور حق پر استقامت حاصل ہو، پس اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل کی مراد کو آسان کر دیا، اگرچہ میں اس قابل نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی تائید نے راستے کی مشکلات کو آسان کر دیا، اور اس سے پہلے میں نے بعض احباب کی خواہش پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ایک رسالہ شروع کیا تھا، پھر جب حضرت غوثِ پاک کی شان میں بے ادبی کرنے والا رسالہ میرے سامنے آیا تو میں نے مناقبِ غوثیہ میں لکھا جانے والا رسالہ روک کر مذکورہ رسالے کا رد شروع کر دیا، اگرچہ وہ رسالہ بھی ایک اچھی کوشش تھی لیکن میں نے دل میں کہا: ”دین کے اصولوں میں سے ہے:

”دفع المفسد اولی من جلب المنافع۔“



”میں سو کور کرنا منافع کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔“

شاعر کہتا ہے:

و اعلم بأن الغيث ليس ينافع ما لم يكن للانس في ابله  
”اچھی طرح جان لو کہ لوگوں کے لیے موسلا دھار کچھ فائدہ مند نہیں،

جب تک کہ وہ ہارش ضرورت کے وقت نہ ہو۔“

اور میں نے زیر تکمیل دیگر ایسی کئی تہنیفات کو روک دیا جو میرے خیال میں مفید اور اہم تھیں، کیونکہ فرض کے وقت میں نفل ادا نہیں کئے جاتے، مذکورہ رسالے کے مصنف کا نام بھیجے کہ رسالے کے خطبہ میں مذکور ہے: ”علی بن محمد قرطبی حنفی“ ہے ہمیں اُس کے حالات اور اُس کا مرتبہ و مقام جاننے سے کوئی سروکار نہیں، اس لیے کہ بعض مشائخ کے فرمان کے مطابق میری بات اُس کی کئی ہوئی بات کے رد میں ہے، اُس نے اپنے رسالے کا درج ذیل نام رکھا ہے:

”الحق الظاهر في شرح حال الشيخ عبد القادر“

”شیخ عبد القادر کے حال کی تشریح میں ظاہر حق۔“

جبکہ میرے خیال میں اس کا نام ہونا چاہیے:

”الباطل الظاهر في ابناء امة الادب مع الشيخ عبد القادر“

”حضرت شیخ عبد القادر در کی بارگاہ میں بے ادبی کی صورت میں ظاہر

ہونے والا باطل۔“

اور یہ کتابچہ تقریباً چالیس صفحات پر مشتمل ہے، اس کتابچے کے دو باب ہیں:

پہلا باب حضرت غوث پاک کے نسب اور آپ کے خاندان کے بارے میں ہے، جبکہ

دوسرا باب آپ کے سلسلہ طریقت کے بارے میں ہے، اُس کی مخلوط الحواس کا یہ عالم ہے کہ وہ تصنیف و تالیف کے فن سے نابلد اور حسن ترتیب سے ناواقف ہونے کے باعث پہلے باب سے متعلق معلومات دوسرے باب میں اور دوسرے سے متعلق معلومات پہلے باب میں ذکر کرتا ہے، اور اقتباسات میں خیانت سے بھی کام لیتا ہے، نیز الفاظ کو تہہ میں کر دیتا ہے اور اقتباس میں جو بات اُس کے خلاف ہو اُسے چھوڑ دیتا ہے اور بعض اوقات بہت دور کی تاویل کرتا ہے، اور بعض اوقات کسی کتاب پر ایسی بات کی نسبت لگاتا ہے جو اُس میں نہیں ہوتی، یہ اصل بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے، شاید اُس کا خیال تھا کہ اُس کے رسالے کا فقط عام لوگ یا اُس کے ہم خیال لوگ ہی مطالعہ کریں گے۔

يا الله غيلان نوم الليل معك حلا في سهر بادية لو فارق الخطر

”اے ام غیلان! اگر ہم خطرات سے بے پروا ہوئے تو جنگ کی سیر

کے دوران تیرے ساتھ فائدہ بہت شیریں ہوتی۔“

اس کتابچے کے مصنف نے غیر معیاری اعتراضات کئے ہیں، اور وہ جھوٹ

کیسے پھیلا سکتے ہیں جبکہ اہل بصیرت اُس کے کتابچے کا ناقدانہ جائزہ لینے والے

ہیں، قیامت تک اہل حق کا گروہ غالب رہے گا، اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اذا حمل القصيه فلا تهدد فتلك الاستعاره مستعاره

ووصل بالدين والعرفان تلقى فصاحته انتبهت من غير غاره

”جب تمہارے سامنے بظاہر فصیح کلام لایا جائے تو اُس سے خوفزدہ مت

ہونا، کیونکہ وہ مانگا ہوا استعارہ ہے۔ دین اور معرفت کے دامن سے



پٹ جاتے تو دیکھے گا کہ حیرے سے لائی گئی مصنوعی فصاحت اپنی موت آپ مر گئی ہے۔

اور اگر دین کے ائمہ اور ہدایت کا نور نکھیرنے والے علماء پر بے جا تنقید کا دروازہ کھول دیا جائے تو شریعت مبارکہ کو پارہ پارہ کرنے کا لازم آئے گا، یعنی ائمہ پر بے جا اور بے بنیاد تنقید کرنے والے لوگ شریعت کی عمر رت کو بھی گرا دیں گے۔

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امید کرتا ہوں کہ میں اپنی اس تصنیف میں شرمندگی کا شکار نہیں ہوں گا اور نہ ہی تلخ کامی اور غلو کی راہوں پر چلوں گا، اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو قبولیت عطا فرمائے، اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ رکھے اور میں نے اس کتاب کا نام رکھا ہے:

”السيف الرباني في علق المعترضين على الغوث الجبلاني“

”جبلانی غوث پر اعتراض کرنے والے کی گردن پر پانی توار“

میں نے اس کتاب میں گفتگو یوں کی ہے: ”معارض نے کہا“ اور پھر اس اعتراض پر اپنا رد کر دیا ہے، ہاں میں نے اس معارض کی مکرراتوں کو نہیں دہرایا، اور بے مقصد حوالہ کو پیش نظر نہیں رکھا، لیکن اس کے اعتراضات میں سے ایک لفظ بھی جواب دیے بغیر نہیں چھوڑا، میں علماء کے سامنے اپنی کم علمی کا اعتراف کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی پر توکل کیا جاتا ہے، قلم اور زبان سے سرزد ہونے والی لغزش پر اسی سے معافی کا طلبگار ہوں۔

سہلا باب

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نسب اور آپ کا گھرانہ

والدین کی طرف سے سیادت:

معارض نے، حضرت غوث اعظم کا اسم گرامی ذکر کرنے کے بعد کہا:

”وہ جیلان میں ابو عبد اللہ صومعی رضی اللہ عنہ کے نواسے کے نام سے مشہور ہیں، اور ابو عبد اللہ صومعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ جیلان کے عابد و زاہد لوگوں اور مشائخ میں سے تھے، اور یہ بات ”بہجة الاسرار“ کے مصنف شیخ علی شطونی نے کہی ہے، اور ”بہجة الاسرار“ وہ کتاب ہے جو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حالات پر پہلی تصنیف ہے، اور یہ کتاب جھوٹی اور شریعت کی مخالف خبروں پر مشتمل ہونے کے باعث ایک بہت بُری کتاب بن گئی۔“

میں کہتا ہوں: ”معارض نے ”بہجة الاسرار“ سے اقتباس لیتے ہوئے دیا ننداری کا مظاہرہ نہیں کیا کیونکہ ”بہجة الاسرار“ کے مصنف نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نانا حضرت ابو عبد اللہ صومعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا ہے: ”وہ جیلان کے جلیل القدر مشائخ اور اپنے زمانے کے رؤساء میں سے تھے۔“ معارض نے دو کلمے ان کے مضاف الیہ سے یوں تویج کر الگ کر دیئے جیسے درخت کو مٹی سے اور سر کو گردن سے الگ کیا جاتا ہے، اور یہی دو کلمے تو حضرت ابو عبد اللہ صومعی رضی اللہ عنہ کے تعارف کی جان ہیں، اور آپ کے حوالے سے ”بہجة الاسرار“ میں مذکور آپ کی کرامات،



مرکب شفات اور آپ کی دی ہوئی وہ خبریں جو عملی طور پر سچ ثابت ہوئیں۔ اور وودراز کے علاقوں میں ذاکوؤں کے حملے کے وقت آپ کو مدد کے لیے پکارنے پر آپ کا وہاں مدد کے لیے تشریف فرما ہونا جیسے کہ اللہ تعالیٰ اکابر اولیائے کرام کے ہاتھوں خلاف عادت امور کو ٹھہر فرماتا ہے، معترض نے یہ ساری باتیں دیکھ وادانتہ نظر انداز کر دیں، اور حضرت ابو عبد اللہ صومعی کے حالات کی دیگر علماء کرام نے بھی تحریر کئے ہیں۔

”بہجة الاسرار“ سے حضرت ابو عبد اللہ صومعی کے حالات وقت نظری کے ساتھ نقل نہ کرنا معترض کی بددیانتی پر دلالت کرتا ہے جبکہ علم تو دیامتداری کا نام ہے، یوں معترض کی پہلی عبارت سے ہی اُس کی متعصب اور جانبدارانہ سوچ ظاہر ہوگئی، اُس نے حضرت ابو عبد اللہ صومعی کے بارے میں ”بہجة الاسرار“ پر اس لیے اکتفا کیا کہ وہاں اُن کے حالات مختصر ہیں اور معترض کا خیال ہے کہ شخصیات کے حالات بیان کرنے میں اختصار اُن کے کم مرتبہ و مقام پر دلالت کرتا ہے، اور یہ بات ”بہجة الاسرار“ سے حضرت صومعی کے حالات نقل کرتے وقت اُس کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے:

”ابو عبد اللہ صومعی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا گیا ہے۔“ اور اُس کی ایسی کمزور باتیں آئندہ بھی سامنے آئیں گی، شاید معترض کو یہ بات معلوم نہیں تھی، یا اُس نے تباہل عار قند سے کام لیا ہے کہ کسی کے حالات میں کسی کا اختصار سے کام لینا مذکورہ شخصیت کی شہرت کی بنا پر ہوتا ہے، اور معترض سے کچھ بعید نہیں کہ وہ حضرت ابو عبد اللہ صومعی کی شان کم کر کے اُن کے نواسے حضرت شیخ عبد اللہ درجیلانی کا مرتبہ و مقام بھی کم ظاہر کرنا چاہتا ہو، جبکہ حضرت ابو عبد اللہ صومعی، معترض کی خواہش کے برعکس حسینی سید ہیں جیسے کہ ایک سے زیادہ عادل اور ثقہ لوگوں نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ

حضرت ملا علی قاری کی رائے ہے۔

امام جیلانی والدہ محترم کی طرف سے حسنی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی ہیں، آپ کا حسینی نسب یوں ہے:

”آپ کی والدہ سیدہ وفا لہذا ام الخیر لہذا البیہارہ حجازی ہیں ابو عبد اللہ صومعی بن ابو جمال الدین محمد بن محمود بن ابو العطاء عبد اللہ بن حسنی کمال الدین بن ابو علاء الدین محمد الجواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن نواسہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم اجمعین۔“

باقی معترض نے ”بہجة الاسرار“ کے بارے میں جو کچھ کہا اُس کے بارے میں آئندہ گفتگو کی جائے گی، لیکن اس وقت دو شعر پیش نظر ہیں کیونکہ معترض نے ”بہجة الاسرار“ کو بہت بری قرار دیا ہے، معترض کے بارے میں دو شعر پیش خدمت ہیں:

فی بہجة قال غسا وللذم امر الدواہی  
أجل فذو السقم یشفی بها فأمر الدواہی

”بہجة الاسرار“ کے بارے میں معترض نے غلط بیانی کی اور اس کتاب کی تنقیص کے لیے اُسے ”أمر الدواہی“ (بہت بری) قرار دیا، ہاں بیمار سوچ والا اور بہت بری بیماری والا اس کتاب سے شفا پاتا ہے۔“

اور اُس کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ: ”بہجة الاسرار“ حضرت نوح علیہ السلام کی شان



میں لکھی جانے والی پہلی کتاب ہے۔“ کیونکہ اس کتاب کے مصنف شیخ علی عطوفی فی آٹھویں صدی ہجری کے ہیں اور اُن کے زمانے سے پہلے حضرت غوث اعظم کی منقب پر مشتمل کئی کتب منظر عام پر آچکی تھیں۔ اُن میں سے عراق کے مفتی امام ابو بکر عبد اللہ بن نصر بن حمزہ بغدادی کی تصنیف ”انوار المناظر“ ہے، اس کتاب کے مصنف چھٹی صدی ہجری سے تھے اور حضرت غوث اعظم کے ہم نشینوں میں سے تھے، اور اس طرح ”بہجة الاسرار“ سے پہلے لکھی جانے والی ایک اور کتاب بہت بڑے محدث فقیرہ شیخ ابو محمد عبد الملطیف بن حمزہ اللہ باشی بغدادی کی تصنیف ”نزہة المناظر“ بھی ہے اور وہ ”بہجة الاسرار“ کے مصنف نور الدین علی بن یوسف کے اساتذہ میں سے ہیں، اور کوئی بعید نہیں کہ ”بہجة الاسرار“ سے پہلے منقب غوثیہ پر مشتمل ابن دونوں کتابوں کے علاوہ کچھ اور کتب بھی ہوں جو ہمارے علم میں نہ ہوں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

معرض کا ابن اثیر کے قول سے استدلال اور اس کا رد:

اس کے بعد معرض نے ۵۶۱ھ کے حوادث کے بیان میں ابن اثیر کا قول نقل کیا ہے، جس میں ابن اثیر نے کہا ہے:

”۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں حضرت شیخ عبد القادر بن ابوصالح ابو محمد جبلی جو بغداد میں مقیم رہے، دارقانی سے دارالبقاء کی طرف روانہ ہوئے، آپ کی پیدائش ۴۷۰ھ میں ہوئی، آپ صلاح کے میدان میں ایک خاص حال پر فائز تھے اور آپ حنبلی مذہب کے پیروکار تھے، بغداد میں آپ کا مدرسہ اور آپ کی خانقاہ مشہور ہیں۔“

میں کہتا ہوں: ”معرض نے ابن اثیر کی کتاب سے حضرت غوث اعظم کے

مختصر حالات آپ کے مرتبہ و مقام میں تفصیل کے ارادے سے نقل کئے، اور یقیناً یہ اختصار کسی کے مرتبہ و مقام میں کمی پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ ابن اثیر کی تاریخ اختصار پر مبنی ہے، اور آپ دیکھیں گے کہ اس کتاب میں امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، سیدنا کفہ حضرت جنید بغدادی، شکی، حمزہ الاسلام امام غزالی، امام شہاب الدین سہروردی، اور قطب ربانی امام احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے اکابرین امت کے حالات بھی مختصر ہیں، ان حضرات کے حالات دو سطروں سے زیادہ نہیں بلکہ اکثر کے حالات ایک سطر پر مشتمل ہیں، جبکہ حضرت غوث اعظم کے حالات تمام تراختصار کے باوجود ان تمام حضرات کے حالات سے زیادہ تفصیلی تھے۔ اور ابن اثیر کی عبارت میں حضرت غوث اعظم کے بارے میں اس کا یہ قول:

”وکان من الصلاح علی حال“

”وہ صلاح کے میدان میں ایک خاص حال پر فائز تھے۔“

اگر معرض نے دانستہ لفظ ”حال“ پر تئوین اور ”علی“ میں پائی جانے والی فوقیت کو نظر انداز نہیں کیا تو اس کا مطلب ہے کہ یہ قول اُس کی سمجھ میں ہی نہیں آیا۔

إذا لم یکن للمرء عین صحیحة فلا غرو أن یرتاب وأنصبھ صفر

”جب انسان کی بصارت درست نہ ہو تو پھر دو صبح کا اجالہ دیکھ کر بھی

شیخ کے ہونے پر شک کرتا ہے۔“

ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں معرض کے استدلال کے برعکس غوث اعظم کے

وصال کے حوالے سے آپ کے بارے میں بہت کثیر کی روایت بیان کرتے ہوئے



آپ کے حال کی عظمت بیان کی ہے۔

ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں حضرت غوث اعظم کے وصال کے حوالے سے ابن اثیر کی روایت کے ضمن میں آپ کے حال کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہا:

”ابن اثیر نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں کہا ہے: ”آپ

صلوات کے میدان میں ایک خاص حال پر فائز تھے۔“

ممکن ہے کہ معترض نے ابن الاثیر کا یہ قول حضرت غوث اعظم کی تہفیں کے لیے ذکر کیا ہو اور اپنے اس مقصد کے لیے ابن الاثیر کی طرف سے حضرت غوث اعظم کا مرتبہ و مقام مذکور نہ کرنے سے استمداد لیا ہو، اگر ایسا ہے تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ ابن اثیر کا حضرت غوث اعظم کے حالات کی طرح دوسرے مشاہیر کے حالات میں اختصار کرنا اور نسب کا ذکر نہ کرنا مطلقاً نسب کی نفی نہیں کرتا، ابن اثیر کا حضرت غوث اعظم کے عل و سادات، بکری اور دیگر حضرات کے ساتھ بھی یہی رویہ ہے، اور ابن اثیر نے اپنے امام اور مقتدا امام شافعی کے حالات میں بھی اختصار کو ملحوظ رکھا، جن کا قریشی نسب حضور ﷺ سے قریب ہے، ابن اثیر کی تاریخ میں کسی دوسرے کا نسب کیسے دکھائی دے گا؟ آپ ۲۰۴ھ کے حوادث کے بیان میں ابن اثیر کی عبارت دیکھیں، انہوں نے کہا ہے:

”اس سال میں امام محمد بن اور بن شافعی نے انتقال فرمایا، ان کی

ولادت ۵۰ھ میں ہوئی۔“

کسی شخصیت کے حالات میں مؤرخین کا اس کے حسنی یا حسینی نسب کے حوالے سے سکوت اختیار کرنا عقلمندوں کے نزدیک اس شخصیت کے سید ہونے کی نفی نہیں کرتا

معترض نے ابن اثیر کی تاریخ سے ایک اقتباس ذکر کرنے کے بعد ابن الجوزی اور سمعانی کی تاریخ سے اقتباس نقل کئے ہیں اور اس کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ ان دونوں نے بھی حضرت غوث اعظم کا مرتبہ و مقام ذکر نہیں کیا اور اس بات کا بھی وہی جواب ہے، جو ہم نے ابن اثیر کی تاریخ سے اقتباس کے حوالے سے دیا تھا، اور اس معترض کے رد میں یہ بات کافی ہے کہ حالات کی کمی کو راولیہ کی اس تحقیق پر دلالت نہیں کرتی جس میں معترض بتلا ہے، ابن الجوزی نے حضرت غوث اعظم کی جو حدیث ذکر کی ہے وہ معترض کی سمجھ میں ہی نہیں آئی، ابن الجوزی نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں کہا ہے:

”أحد أئمة المسلمين العارفين بعلمهم“

”وہ مسلمانوں کے ان ائمہ میں سے ہیں جنہوں نے اپنے علم پر

عمل کیا۔“

پھر معترض نے مختلف حضرات سے حضرت غوث اعظم کے بارے میں جو کچھ نقل کیا ہے وہ اپنے ان اقتباسات میں بھی دیا متدار نہیں ہے، اس لیے کہ اس کے اقتباسات کا مطالعہ کرنے والا جان لے گا کہ معترض اقتباس دیتے ہوئے جو الفاظ چھوڑتا ہے کچھ بعید نہیں کہ وہ الفاظ بلند پایہ تعریف پر مشتمل ہوں، کیونکہ اگر وہ الفاظ امامی تعریف پر مشتمل ہوتے تو معترض انہیں ضرور نقل کرتا۔

ندیۃ الطالبین اور فتوح الغیب کی احادیث پر اعتراض کا جواب:

معترض نے مذکورہ بالا اقتباسات ذکر کرنے کے بعد کہا: ابن کثیر نے اپنی مشہور و معروف تاریخ میں کہا ہے:



”عبداللہ بن ابوصالح ابو محمد حنفی بغدادی آئے، حدیث کا درس لیا اور

اُس میں مشغول رہے یہاں تک کہ اُس میں ماہر ہو گئے۔“

ابن کثیر نے حضرت غوث اعظم کے حوالے سے مزید کہا:

”آپ لوگوں کے سامنے وعظ فرماتے، آپ کے کثیر احوال اور

مکاشفات ہیں آپ نے ”غنیۃ الطالبین“ اور ”فتوح الغیب“

تصنیف فرمائیں، اور ان دونوں میں اچھی معلومات ہیں، لیکن آپ

نے ان دونوں کتابوں میں بہت سی موضوع احادیث بھی ذکر کی

ہیں۔“

میں کہتا ہوں: ”معرض کا مقصد ابن کثیر کا سہارا لے کر ”غنیۃ الطالبین“ اور

”فتوح الغیب“ میں موجود بہت سی موضوع احادیث کی نشاندہی کرنا تھا، اور اس

مغالطے کا جواب یہ ہے کہ اس تاریخ میں مذکور سب کچھ درست اور قابل قبول تو نہیں،

حاجی خلیفہ نے ”کشف الظنون“ میں تاریخ ابن کثیر کے بارے میں کہا ہے:

”اس کتاب میں حوادث اور وفیات جمع کی گئی ہیں، اور اس

میں سب سے بہترین بات نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ ہے۔“

پھر موضوع حدیث کو اُس کے گھڑنے والے کے اعتراف یا ان قرآن سے

پہچانا جاتا ہے جن کا ادراک صرف وہی لوگ کر پاتے ہیں جنہیں حدیث میں انتہائی

رسوخ اور وسیع مطالعہ حاصل ہو، اصول حدیث کی کتابوں میں اس بات کی صراحت

ماتی ہے، اور ابن کثیر نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں خود لکھا ہے کہ حدیث

پڑھنے اور پڑھانے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ اس علم میں ماہر ہو گئے اور ابن کثیر

نے حضرت غوث اعظم کی فن حدیث میں مہارت کے ساتھ ساتھ آپ کے تقویٰ اور

پرہیزگاری کی بھی گواہی دی ہے۔

معرض نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں ابن النجار کا یہ قول نقل کیا تھا:

”وہ مسلمانوں ان کے ائمہ میں سے ہیں جو اپنے علم پر عمل پیرا بھی ہیں۔“

پس معرض کو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ علم حدیث میں ماہر حضرت غوث اعظم

جیسے امام کی نظروں سے موضوع حدیث کیسے اوجھل رہ سکتی ہے؟ اور کم فہم معرض نے

حضرت غوث اعظم کی کتب میں موضوع احادیث کے حوالے سے اعتراض کیسے کر لیا؟

امام ابن حجر عسقلانی سے ایک ایسے خطیب کے طرز عمل کے بارے میں

سوال کیا گیا جو احادیث کو سند کے بغیر بیان کرتا تھا، تو آپ نے جواب دیا:

”اگر مذکورہ خطیب نے اپنے خطبے میں احادیث کو راویوں کی جانچ

پرکھ اور ان احادیث کو روایت کرنے والے مشائخ کا ذکر کئے بغیر

ذکر کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ یہ خطیب علم حدیث جانتا ہو یا حدیث کو

ایسی کتاب سے نقل کرے جس کا مصنف علم حدیث کا ماہر ہو، اور جس

کتاب کا مصنف اس معیار کا نہ ہو اُس کتاب میں مذکور احادیث کو

جانچ پرکھ کے بغیر بیان کرنا درست نہیں، اور جواب دیا کرے گا وہ گنہگار

ہوگا۔“

شیخ المحققین محی السنۃ والحدیث شیخ علی عدوی رحمۃ اللہ علیہ الفیۃ الحدیث

کی شرح میں فرماتے ہیں:

”اس بات پر ائمہ مسلمہ کے عظیم لوگوں کا اجماع ہے کہ امام جیلانی



اس امت کے اُن جلیل القدر علماء میں سے ہیں جو شریعت اور طریقت کا حسین امتزاج ہیں۔“

کسی حدیث کے بارے میں اگر حافظ ابن کثیر کو یہ محسوس ہوا کہ وہ موضوع ہے تو وہی حدیث کسی دوسری سند کے ساتھ صحیح بھی ہو سکتی ہے جیسے کہ علم حدیث کے ماہرین نے فرمایا ہے، محدثین میں اس کی سہولت کے ساتھ ایسی ہی ایک غلطی ابن جوزی سے سرزد ہوئی، اُس نے دو جلدوں پر مشتمل موضوع احادیث کا مجموعہ ترتیب دیا، لیکن اُس میں ایسی ضعیف احادیث بھی ذکر کر دیں جن کا وضع حدیث کے ساتھ دور کا واسطہ بھی نہیں تھا، یہی نہیں بلکہ ابن جوزی نے بعض حسن اور صحیح احادیث بھی اُس میں شامل کر دیں اور یہ بات ابن صلاح نے کہی ہے، شیخ الاسلام زکریا انصاری، ابن جوزی کی اس غلطی کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اُس سے یہ غلطی اس وجہ سے سرزد ہوئی کہ حدیث کی ایک سند میں ایسا راوی پایا گیا جس پر جھوٹ کا الزام لگایا گیا، جبکہ اُسی حدیث کی ایک دوسری بے عیب سند بھی تھی جس کی طرف ابن جوزی کی توجہ نہیں ہوئی۔“

اسی حوالے سے امام سیوطی فرماتے ہیں:

و فی کتاب ولد الجوزی ما لیس من الموضوع حتی و ہما  
من الصحیح و الضعیف و الحسن وضعته کتابی القول الحسن  
و من غریب ما ترآہ فا علم فیہ حدیث من صحیحہ مسلم  
”ابن جوزی کی کتاب میں ایسی احادیث بھی ہیں جو موضوع نہیں ہیں۔“

صحیح، ضعیف اور حسن احادیث کو بھی موضوع سمجھا گیا میں نے ایسی احادیث اپنی کتاب ”القول الحسن“ میں جمع کی ہیں۔

اور اس میں عجیب بات جو ہمیں نظر آئے گی وہ یہ ہے کہ اس میں صحیح مسلم کی بعض احادیث بھی ہیں۔“

سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”جس نے یہ کہا کہ فرشتہ فقط نبی پر اترتا ہے جبکہ ولی کو الہام ہوتا ہے تو اُس نے غلط کہا، اور صحیح بات یہ ہے کہ ولی پر بھی فرشتہ اترتا ہے لیکن اُس ولی کے نبی کی اتباع میں اترتا ہے، اور اُس ولی کو اُس کے نبی کی وہ بات سمجھاتا ہے جسے وہ ولی، اپنے علم کے ذریعے نہیں سمجھ سکتا، اس بات کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ کسی حدیث کو ماہرین علوم حدیث نے ضعیف قرار دیا لیکن فرشتہ کسی ولی کو خبر دیتا ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے، اور شیخ اکبر امام ابن عربی حاتمی کے ہاں ایسی بہت سی مثالیں ہیں، انہوں نے بالطنی قوت سے بہت سی احادیث کو صحیح قرار دیا اور اس وجہ سے وہ اپنے دور کے علماء کے ہاتھوں آزمائش کا شکار بھی ہوئے۔“

امام عبدالوہاب شعرانی کے اس قول کی روشنی میں ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم نے اپنی تصنیفات میں اگر ایسی احادیث لکھ دی ہیں تو ہم انہیں موضوع قرار دینے میں جلدی نہیں کریں گے۔ کسی شاعر کا یہ قول حکمت و دانش پر مشتمل ہے:



لجارب الکفاء والأخفان فأكبره لأجارب السلطان  
 "اپنے برابر اور ہم پلہ لوگوں سے لڑو جھگڑو، ایک عام انسان بادشاہ  
 سے نہیں الجھتا۔"

انساب میں طعن اور اولیاء کو اذیت دینے پر وعید:

معرض نے حضرت غوث اعظم کے وہ حالات نقل کئے ہیں جنہیں ابن حماد  
 موصل نے تحریر کیا ہے، یہ تذکرہ اچھا، دانا اگر اس کا اختتام حضرت غوث اعظم کے حسی  
 نسب کی نفی پر مشتمل نہ ہوتا، اور اس تذکرے کو معرض نے اسی وجہ سے نقل کیا ہے، اور  
 پھر معرض نے رات کے اندھیرے میں ٹکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح حضرت  
 غوث اعظم کے حسی نسب کی نفی کرنے کے لیے جو کچھ اس کی دسترس میں آیا اسے تحریر  
 کیا، اور اس نے بہت سے صفحے ایسے افکار کے اثبات کی خاطر سیاہ کر دیئے جن سے ہم  
 اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

لوگوں کے نسب میں طعن و تشنیع سے ممانعت کے بارے میں بہت سی احادیث  
 وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: انتہان فی الناس

ہما یہود کفر، الطعن فی النسب والنیاۃ علی البیت۔ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا:

لوگوں میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے وہ کفر میں مبتلا ہیں،

(۱) اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں (۸۶۱/۱) اور ابونعیم نے اپنی تخریج شدہ مسند میں (۱۵۳/۱) اور ابن  
 الجارود نے اپنی مصنفی میں (۱۳۶/۱) میں روایت کیا ہے۔

کسی کے نسب میں (بدنیتی سے) طعن کرنا اور بے صبری سے میت  
 پر اوپلا کرنا۔"

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں طبرانی کی "المعجم الکبیر"  
 سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

قال رسول اللہ ﷺ: ثلاث من الکفر باللہ شق الجیب  
 والنیاۃ والطعن فی النسب۔ (۱)

"سیدنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین چیزیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ  
 میں کفر کے ارتکاب جیسی ہیں: مصیبت کے وقت دامن چاک کرنا،  
 میت پر نوچ کرنا، اور (جاننے تو جھتے) نسب میں طعن کرنا۔"

ابن حجر نے اس حدیث کی تخریج کو "الزواجر" میں ابن حبان اور حاکم کی طرف  
 منسوب کیا ہے، میں کہتا ہوں: "یہاں کفر سے مراد تحریم میں سختی اور ڈر سنانے میں شدت  
 ہے، یا کفر کا ظاہری معنی اس شخص کے لیے ہے جو مذکورہ بالا امور کو حلال سمجھتا ہو، جیسے کہ  
 نووی، سننوی اور ابی نے مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کی شرح میں فرمایا ہے۔" اور امام  
 شاوی نے حدیث میں مذکور نسب میں طعن پر حکم کے حوالے سے فرمایا: "اس سے مراد  
 شریعت کے مطابق درست نسب میں طعن کی طرح لوگوں کی عزتوں کو اچھا لٹا ہے۔"  
 امام سیوطی نے امام بیہقی کی روایت کردہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے  
 فرمایا:

(۱) اس حدیث کو امام بخاری نے (۲۲۸۲/۵) اور تھامی نے اپنی شہاب میں (۲۲۶/۲) اور طبرانی  
 نے (۱۹۲/۱) میں روایت کیا ہے۔

خمیس هن قواصم الظہر: عقوق ثوالدین، والہمراۃ یتامنیہا  
زوجہا تخونہ، والامام یطہیہ الناس و یعصی اللہ عز و جل،  
ورجل وعد عن نفسه خیرا فأخلف، و اعتراض المراء فی  
انساب الناس۔

”پانچ امور ایسے ہیں جو کمر توڑ دینے والے (یعنی ہلاکت میں ڈالنے  
والے) ہیں: والدین کی نافرمانی، اور عورت کا خاوند اُس پر اعتماد  
کرے اور وہ اُس کے معاملے میں خیانت کرے، اور ایسا امام کہ لوگ  
اُس کی اطاعت کریں جبکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے، اور وہ  
آدمی جس نے اپنے حوالے سے خیر کا وعدہ کیا اور پھر اُسے توڑ دیا، اور  
کسی انسان کا لوگوں کے انساب میں (بدنیتی سے) حصن کرنا۔“  
”المختصر الخلیلی“ کی شرح میں ہے:

جس نے کسی عربی کو ”اے قاری!“ کہہ کر بلایا، اُس پر قذف کی حد لازم  
ہے۔ کیونکہ اُس بلانے والے نے مخاطب کا نسب تبدیل کر دیا، اور حدیث میں ہے کہ  
قذف سو سال کے اعمال کو تباہ کر دیتا ہے، یہ ساری وعیدیں مطلقاً انساب میں طعن کے  
حوالے سے ہیں، اگر (عام لوگوں کے حوالے سے) یہ معاملہ اس قدر حساس ہے تو  
سادات کے انساب میں طعن کا انجام کیا ہوگا؟ اور سادات میں بھی اکابر اولیاء کے  
انساب میں طعن کرنے اور نفسانی خواہشات کے تحت بے بنیاد دعویٰ کے ساتھ اُن کی  
عزائم اچھالنے اور اُن پر اعتراض کرنے کا وبال کیا ہوگا؟

حضرت امام بخاری نے ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے

کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”من عادى لى وليا فقد اذنته بالحرب۔“ (۱)  
”جس نے میرے کسی ولی سے عداوت رکھی میں نے اس کے ساتھ  
جنگ کا اعلان کیا۔“

اور امام بخاری کی ہی ایک اور روایت ہے:

”من اهان لى وليا فقد بارزنى بالمحاربة۔“ (۲)  
”جس نے میرے کسی ولی کی توہین کی تو اُس نے مجھے جنگ کے  
لیے لٹکارا۔“

امام ابن حجر عسقلانی ”مکتاب الکبائر“ میں اس حدیث کے حوالے سے فرماتے  
ہیں:

”اس وعید سے بڑھ کر شدید کوئی وعید نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف  
سے بندے کے خلاف جنگ کا اعلان سود خوری کی آیت میں ہی ذکر ہوا ہے، اللہ تعالیٰ  
کا ارشاد گرامی ہے:

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ (۳)  
”پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔“

اولیائے کرام سے عداوت رکھنے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے دشمن قرار دیا  
ہو کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔ بلکہ ایسا شخص یقیناً کفر کی حالت میں مرتہ ہے،

(۱) اس حدیث کا متن لمبے نے اہاب الزہد کے تحت ”باب ذکر الظلمۃ“ کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔

(۲) اسے طبرانی نے اپنی معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا۔

(۳) سورۃ البقرہ ۹۰۔



ہم ایسی موت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، اور اُس سے انتہا کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں عافیت نصیب فرمائے۔  
پھر حافظ ابن حجر نے حافظ ابن عساکر کا یہ قول نقل کیا:

”اے میرے بھائی اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے نیکی کی توفیق عطا فرمائے، نیز مجھے اور تجھے خیر کے راستے کی طرف رہنمائی فرمائے، تو جان لے کہ علمائے گوشت و زبر آلود ہیں (۱) اور علماء کی توہین کرنے والوں کے معصے میں اللہ تعالیٰ کی مدد سب کو معلوم ہے، جس نے علماء کے خلاف زبان کھولی اللہ تعالیٰ اُسے (جسائی) موت سے پہلے دل کی موت میں مبتلا فرما دیتا ہے، جو لوگ اُس کے امر کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات سے پہچنا چاہیے کہ وہ آزمائش سے دوچار ہوں یا ان پر دردناک عذاب آئے۔“

ہمارے مشائخ کے شیخ سیدی محمد بن عبدالرحمن الزہری رحمہ اللہ نے فرمایا:  
”اولیاء پر اعتراض کرنے والے پر نازل ہونے والا وبال لازمی نہیں کہ اُس کے مال، بدن یا اُس کی اولاد میں ہی دکھائی دے، بلکہ ممکن ہے کہ اُس معترض کی سنگدلی اور برے انجام کی صورت میں ظاہر ہو، ہم اس وبال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔“

ہم اللہ تعالیٰ سے انتہاء کرتے ہیں کہ گمراہ کرنے والوں کے ظاہری اور مخفی فتنوں سے محفوظ رکھے۔

(۱) یعنی ان کی نصیحت کرنے والا نقصان دہ ہے اور بدگت سے دوچار ہوتا ہے۔ (مترجم)

معترض نے اپنے جن اعتراضات کے ذریعے صفحے سیاہ کیے اور یہ گمان کیا کہ وہ اعتراضات قاطع و لاکھل ہیں، وہ سب اعتراضات اُن اقتباسات پر مشتمل ہیں جن کے ذریعے معترض نے حضرت غوث اعظم کے نسب شریف میں اتصال نہ ہونے کی تہمت لگائی ہے۔

معترض نے اقتباسات پر ہی زور رکھا ہے اور بہت سے صفحات کا لے کر دیئے۔ ماہرینِ انساب اور مؤرخین کی طرف گھڑی ہوئی باتیں منسوب کر کے اُس کم ضم معترض نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ اُن ماہرینِ انساب اور مؤرخین نے حضرت غوث اعظم کے حسی حسینی نسب کی نفی کی ہے، حالانکہ انہوں نے مشہور اور متواتر حقائق کا انکار نہیں کیا، اللہ تعالیٰ معترض کی بددیانتی کو جانتا ہے، اور باطل حق کے سامنے نہیں ٹھہرتا۔

اذا جاء موسى والقي العصا فقد بطل السحر و الساحر  
”جب موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور آپ نے عصا مبارک میدان میں پھینکا تو سحر اور ساحر دونوں فنا ہو گئے۔“

اور جس عمارت کو بنیادوں کے بغیر بنایا گیا ہو اُسے گرانا درست ہے۔ اس لحاظ سے ہم ماہرینِ انساب کی اُن کتابوں کا حوالہ دیں گے جن سے حضرت غوث اعظم کے نسب کا حضرت سیدنا حسن علیہ السلام تک پہنچنا درست ثابت ہوتا ہے، پھر ہم غوث اعظم کا نسب فقہی زاویے سے ثابت کریں گے، پھر ہم معترض کی سنگدلی میں پائے جانے والے شبہات کا ایک ایک کر کے جائزہ لیں گے اور ان سب کا ایک ہی مرتبہ رد کریں گے۔ عربی کی ضرب اشکل ہے۔

”الطرب لواحدة ضرب لبقیتھن“

”ایک پرچوت لگانا سب پرچوت لگانے کے برابر ہے۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو سیدھا راستہ دکھائے، نیز ہمیں اور آپ کو غلطیوں کے ارتکاب سے محفوظ رکھے۔

حضرت غوث اعظم کی سیادت کی صراحت کرنے والے مؤلفین:

جان لو کہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی (اللہ تعالیٰ ہمیں نورسید رسول سیدنا حسن جیلانی کے ساتھ ملے ہوئے حضرت غوث اعظم کے نسب کی برکت سے مالا مال فرمائے) کا نسب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے ملا ہوا ہے، ہم انساب کے ماہرین اور کبریا مشفقین نے اس بات کی بہت کھلے اظہار میں وضاحت کی ہے اور سب نے یہ بات بھرپور اعتماد سے کہی ہے، ہم ان میں سے چن نہیں جانتے ہیں ان کا ذکر کریں گے، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔

1- علامہ تہامی حلیمی حسی نے اپنی کتاب ”شذور الذہب فی عیبر نسب“ میں بقدر کے سادات کو تین گروہوں میں شمار کیا ہے اور جیلانی سادات ان تینوں میں سے ایک ہیں، صاحب ”شذور الذہب“ نے فرمایا:

”ان جیلانی سادات کے جد اعلیٰ سیدی عبدالقادر جیلانی جیلانی ہیں، جن کا حسی نسب کسی سے اوچھل نہیں۔“

ان بزرگوں نے شدید احتیاط کے ساتھ نظر سے مغرب کے ایسے بہت سے لوگوں کو سادات میں شمار نہیں کیا جو اپنے آپ کو سید کہتے ہیں۔

2- مشہور عالم امام احمد بن محمد بن جزئی اندلسی غرناطی نے اپنی تصنیف الطیف:

”مختصر البیان فی نسب آل عدنان“ میں امام حسن رضی اللہ عنہ تک حضرت غوث اعظم کا نسب تحریر کیا ہے۔

3- ”جوہرۃ العقول فی ذکر آل الرسول“ کے مصنف ماہر انساب علامہ شیخ عبدالرحمن بن عبدالقادر قاسی نے اپنی مذکورہ کتاب میں فقط ایسے سادات کا ذکر کیا جن کے سید ہونے پر اجماع ہے، اور انہوں نے اپنی کتاب کے شروع میں اس بات کی نشاندہی بھی فرمائی، انہوں نے یہ کتاب اپنے والد کی اجازت سے تحریر کی۔

4- حافظ ابن حجر عسقلانی نے ”مختصر“ میں حضرت غوث اعظم کا نسب ذکر کیا۔

5- علامہ ابن عریضون نے بھی حضرت غوث اعظم کا نسب ذکر کیا جیسے کہ ان سے علامہ مغرب شیخ محمد قنوتی نے نقل کیا۔

6- ابن جوزی کے نواسے کی تصنیف ”مروآۃ الزمان“ میں بھی حضرت غوث اعظم کا نسب شریف مذکور ہے۔

7- ”مروآۃ المعاصن“ میں ماہر انساب علامہ شیخ محمد عربی ناسی نے فرمایا:

”قاس میں بھی قطب ربانی سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے قادری سید پائے جاتے ہیں، ان کا نسب حضرت غوث اعظم سے جا ملتا ہے۔“

پھر انہوں نے حضرت غوث اعظم کا نسب ذکر کیا۔

8- حضرت غوث اعظم کا سیدنا حسن تک نسب ”انساب النقرطاس“ میں بھی تحریر کیا گیا۔



9- انسب کے ماہر بھی بن فرعون نے اپنی کتاب: "الاعتبار وتواریخ الاحبار والتعريف بالنسبة الى النبی المختار" میں ذکر کیا یہ بزرگ معروف فقیہ ابراہیم نہیں ہیں بلکہ ان کا نام بھی ہے اور یہ "ادھ الخبائث" نامی کتاب کے مصنف ہیں۔

10- انسب کے ہر علامہ ابن الطیب نے اپنی نظم: "الاشراف علی نسبة الاقطاب الاربعة الاشراف" میں بھی حضرت غوث اعظم کے (حسبی) نسب کا ذکر کیا۔ چاروں قطب نظم کے آغاز کے فوراً بعد مذکور ہیں:

هذا نظام العمود نسب ان اربعة الاقطاب اهل الترتب  
 "شیخ عبد القادر الجیلانی و ابن مشیش مفرد الایمان  
 والشاذلی الکامل الوصول و ابن سلیمانہم الجزولی  
 "یہ ربے والے چار اقطاب کا نسب نامہ ہے، شیخ عبد القادر جیلانی، ابن مشیش جو منفرد ایمان والے ہیں، اور شاذلی جو بارگاہ میں کامل طور پر پہنچنے والے اور ان کے سلیمان کا بیٹا جزولی۔"

11- شیخ محمد بن عبد الرحمن ذہبی نے "المدح البادية" میں حضرت غوث اعظم کا نسب ذکر فرمایا، اور انسب کے لکھے میں ان کی مہارت کو سب جانتے ہیں، اور شیخ صاحب نے "المدح" میں علم الانساب کو ان علوم میں سے شمار کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے، اور انہیں علم الانساب میں اہل علم سے اجازت بھی حاصل ہیں۔

12- شیخ مراد بغدادی۔

13- شیخ نسائی کی تصنیف: "فتیحة التحقيق فی بعض اهل النسب الوثیق" میں بھی غوث اعظم کا نسب مذکور ہے، اور شیخ نسائی سادات کے انسب کو تحریر اور ضبط کرنے والے ہیں، آپ نے اپنی بعض تصنیفات میں بعض مشہور شخصیات سے انسب میں واقع ہونے والی غلطیوں کو درست کیا ہے۔

14- شیخ محمد بن قاسم قصار (نے بھی حضرت غوث اعظم کا نسب ذکر کیا ہے) ان کے بارے میں شیخ نسائی کہتے ہیں: "میں ان کی ایسی تحریر پر مطلع ہوا ہوں جو ان کے ہاتھ کی تحریر نہ تھی، آپ ایسی شخصیت تھے کہ علم الانساب میں آپ پر اعتماد کیا جاتا تھا، اور آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا، کیونکہ آپ اس علم میں گہری جستجو کرنے والے اور اس علم کا بہت احترام کرنے والے، راسخ علم والے اور دین میں متانت والے تھے، اور شیخ نسائی نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی بالخصوص نسب شریف کی تحریر کے اعتبار سے، یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا: "سیدی عبد القادر قاسی نے شیخ قصار کی بہت زیادہ تعریف کے بعد عوم میں ان کی مہارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"وہ سادات کے انسب کے ماہر تھے اور اس سلسلہ میں صاحب تحقیق تھے، جب وہ اس فن میں گفتگو کرتے تو کوئی ان کے سامنے آتا اور ان کے مرتبہ و مقام تک پہنچتا۔"

حافظ تثنیٰ نے "نظم الدرد والعینان" میں حضرت غوث اعظم کے جد اعلیٰ موسیٰ الجون کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

"پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں برکت ڈالی تو ان میں سے تین گروہ

بادشاہ ہے، ہوا انخیز اور ہاشمی پیام کے بادشاہ ہے، اور ہوعزیز مکہ کے

بادشاہ ہے، اور ہوعزیز میں اب تک بادشاہی موجود ہے (لکھا)

شیخ قصار نے تہمتی کے مذکورہ کلام پر روشنی ڈالتے ہوئے وہ کچھ لکھا جس کی

عبارت کچھ یوں ہے:

”سیدنا عبدالقادر جیلانی کامل برکت اور وسیع نعمت والے ہیں، جو

حقیقۃً ملک (حکومت) اور قطبیت و خلافت والے تھے اور حضرت شیخ

عبدالقادر جیلانی کی ذریت میں کتنے ہی نیک اور صالح افراد ہیں۔“

میں کہتا ہوں: قدر وہ وہی شخص ہے کہ جب خلیفہ نے انہیں بلا یا اور نہ آنے پر

شکوہ کیا تو انہوں نے خلیفہ کو یوں کھرا سا جواب دیا:

ولی کف ضرغام اذا ما بسطتها بها تشتري يوم الوغى و لیه

معوذۃ لکم الملوک تطهرها و فی بطنها للمجدبین ربیع

اذا ترکھا تحت الرھان و البغی بها بدلا فی اذا اوضاعہ

وما انا الا المسک فی ارض غیرکم أضوع و اما عند کم فاضیع

میرے پاس شیر کے پٹے جیسی پتھلی ہے جسے میں جنگ کے دن پھیلاؤں گا تو

اُس کے ذریعے (جائیں) خریدنا اور بیچنا ہوں۔

پتھلی اپنی پاکیزگی کے سبب بادشاہوں کے ہاتھوں کو ہی مس کرتی ہے اور نجر

زمینوں کے لیے اس میں بہا رہے۔

کیا میں ایسی پتھلی کو رہن رکھ کر اُس کے بدلے کچھ لے لوں؟ اگر میں ایسا

کروں تو میں گھٹیا ہوں۔

میں تمہارے غیر کی زمین میں مہکتی ہوئی خوشبو ”مٹک“ ہوں، جبکہ تمہاری

زمین میں تو میں ضائع ہو جاؤں گا۔

15- عالم دین شیخ محمود بن عبداللہ سی۔

16- عالم دین شیخ علی بن عبدالوہاب شامی۔

17- شیخ عبدالواحد واشربکی۔

18- اپنے دور کے علامہ اور اپنے زمانے میں اہل ورع کے امام شیخ رضوان بن عبداللہ۔

19- شیخ عبدالواحد بن احمد حیدری۔

20- شیخ علی صقلی کی تصنیفات، ان آخری چھ کتب پر محقق مساوی مطلع ہوئے اور

انہوں نے اپنی ضرورت کے مطابق ان سے اقتباسات بھی لئے، اگر طوالت

کا خوف نہ ادا تو ہم بھی غوث اعظم کا نسب تفصیل سے بیان کرتے۔

21- عارف کامل اور ماہر علم الانساب شیخ ابووفیق یحییٰ مصری نے اپنی کتاب:

”سرور القلوب“ میں حضرت غوث اعظم کا نسب لکھا۔

22- کتاب ”الدولتہ فی بعض من بھاس من اہل النسب الحسنی“

23- ابن الوردی نے اپنی تاریخ میں لکھا۔

24- حافظ علی بن سلطان القاری الہکی نے ”نزهة الغاطر القاطر فی مناقب

سیدی الشریف عبدالقادر الحسنی الحسینی“ میں لکھا۔

25- ”نور الابصار فی مناقب آل النبی المختار“ کے مصنف نے بھی لکھا، اور

اہل علم جانتے ہیں کہ مذکورہ بالا کتاب کے مصنف اہل بیت کرام کے انساب

اور ان کے مسائل میں اتصال و عدم اتصال کے کتنے بڑے عالم تھے۔



26- علم الانساب کے ماہر حافظ شیخ عبداللہ بن طاہر جہماہی سے فاس کے رہنے والے کسی دوست نے پوچھا: "جناب میں اہل بیت سے محبت رکھتا ہوں، آپ فاس میں سے اہل بیت کے کس فرد کی نشاندہی فرمائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا:

"فاس میں صحیح نسب والے بعض قادری سادات موجود ہیں۔"

اور شیخ عبداللہ نے بعض ایسی مشہور شخصیات کی نشاندہی کی جن کی خانوادہ نبوت کے ساتھ نسبت درست نہیں تھی۔

27- سیدی علی بن موسیٰ الجزائری کے ہاتھوں "شجرۃ الانساب" کی تالیف میں۔

28- "المشجرۃ المحمدی" (میں بھی حضرت غوث اعظم کا نسب شریف مذکور ہے)

اور میں اس کتاب کے اصل نسخہ پر بھی مطلع ہوا، اس پر تقریباً چوتھراہر ماہرین علم الانساب کی تصدیقات ثبت تھیں، ان میں سے ولی کامل علامہ سیدی ابوالغیث

القشاش تینوی، "ایفا" نامی شہر کے نقیب الاشرف سید احمد مکی، قدس شریف کے نقیب الاشرف سید محمد علی اور سیدی علی عزوز وغیرہ کے دستخط تھے جبکہ بعض

حضرات کے دستخطوں کے ساتھ ساتھ ان کی مہریں بھی ثبت تھیں، یہ علم الانساب کے ماہرین کی آخری کتاب تھی جس میں حضرت غوث اعظم کے نسب

پر مطلع ہوا، اب میں حضرت غوث اعظم کے حسی نسب کے بارے میں مؤرخین، علماء اور اولیاء کے اقوال پر مشتمل مناقب والے اقتباسات کی نشاندہی کرتا ہوں

29- علم ظاہر و باطن کے جامع قطب ربانی سیدی عبدالوہاب شعرانی نے اپنی

طبقات میں حضرت غوث اعظم کا نسب ذکر کیا۔

30- خلیل القدر علم اور مشہور ولی سید احمد زروق فانی نے بھی ذکر کیا۔

31- شیخ صفندی نے بھی ذکر کیا۔

32- "الفتح الربانی" کے مصنف عقیف الدین مبارک نے بھی ذکر کیا۔

33- الاستاذ ہامخرمہ نے بھی حضرت غوث اعظم کا نسب ذکر کیا۔

34- شیخ مراد شاہی نے "الفتح الکامل" میں ذکر کیا۔

35- شیخ علی بن یوسف العمیسی بھی ذکر کیا۔

36- مولانا نور الدین جامی نے "نجات الانس" میں ذکر کیا۔

37- انس الجلیس شارح ابن ہاویس۔

38- ام عبداللہ یافعی مکی نے بھی ذکر کیا۔

39- حافظ ذہبی نے بھی ذکر کیا جیسے کہ شیخ مساوی نے ان سے نقل کیا۔

40- حضرت غوث اعظم کے صاحبزادے حضرت عبدالرزاق نے "فتوح الغیب"

کے مقدمہ میں فرمایا: "میرے والد ابو محمد محمد بن عبداللہ در پھر نواب رسول

حضرت امام حسن علیہ السلام تک نسب ذکر فرمایا، ایک اور جگہ فرمایا: "میں نے اپنے

والد گرامی سے ان کا نسب پوچھا تو آپ نے خود مجھے اپنا نسب بتایا: "میں نے

سیدی عبدالرزاق کا یہ فرمان معترض کے قول کے رد میں ذکر کیا ہے۔ حضرت

غوث اعظم یا آپ کے صاحبزادوں نے تو حضرت امام حسن علیہ السلام تک نسب کی

نقل نہیں کی ہے۔

41- "الادریز" کے مصنف سیدی احمد بن المبارک اللعلی نے بھی ذکر فرمایا۔

42- جامعہ الاصول کے نام سے مشہور کتاب میں بھی آپ کا نسب شریف مذکور ہے

43- الشیخ "محیی" نے "خلاصة الاثر فی ترجمة السيد نعمة الله" میں ذکر کیا۔

44- ولی کامل عاشق رسول امام عبدالرحیم برقی نے اپنے قصیدہ میں نبی کریم ﷺ

اور سلسلہ قادریہ کے مشائخ کو وسیلہ بناتے ہوئے ذکر کیا، اس قصیدے کا مطلع ہے:

نکن خطب مہم حسبی اللہ ارجو بہ الامن مہا کنت اعشاء

"ہر بڑی مشکل کے لئے 'حسبی اللہ ونعمہ انوکھیل' کا ورد ہے،

میں اس ورد کے ذریعے ہر ایسی پریشانی سے نجات کی امید کرتا ہوں

جس سے میں خوفزدہ ہوا کرتا تھا۔"

اس قصیدے میں امام برقی نے حضرت غوث اعظم کے شیخ طریقت حضرت

ابوسعید مخزومی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

ومہ فی الشیخ عبدالقادر لبتحت طلائع الفضل نوراً فی محیة

کالمسیر سفر من قصی مطالعہ حسناو کالبدر مل العین مرآة

وکالغمام اذا استمطرتہ کرما و کالصبا خلقا ان رق مہواہ

من آل فاطمة الزہراء ذوشرف اتی بہ الدھر فردا عن مثناہ

علی جلالہ ثوار ہیبت کالسيف ان راق حسناو رق حداه

"ان (یعنی شیخ ابوسعید مخزومی) سے شیخ عبدالقادر جیلانی کے چہرے میں

فنیلیت کے آثار نور بن کر چمکے۔

اس سورج کی طرح چمکے جو اپنے مطالع سے اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ

چمکتا ہے اور چودھویں کے اس چاند کی طرح روشن ہوئے جسکا نور آنکھوں کو

بھاتا ہے۔

اور جب تم ان سے کرم کی التجاء کرو تو آپ بادل جیسے ہیں اور آپ کے اخلاق

باصبا کی طرح ہیں جب وہ چمکتی ہے۔

آپ حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کی اولاد میں سے ایسے عظمت والے

ہیں کہ زمانہ ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آپ کے جلیل پر آپ کی ہیبت کے انوار دو دھاری تلوار جیسے ہیں جو بظاہر

خوبصورت ہے لیکن دو دونوں طرف سے کاٹ دار ہے۔"

45- شیخ جبرتی نے اپنی تاریخ میں حضرت غوث اعظم کی اولاد میں سے سید

عبدالخالق مصری کے حالات میں آپ کا نسب ذکر کیا۔

46- سیدی محمد المنلا تونسسی نے بھی غوث اعظم کا نسب ذکر کیا۔

47- قلاند الجواہر، شیخ ابن یحیی تادونی میں بھی آپ کا نسب مذکور ہے۔

48- مقدس درہلی کی کتاب "تفریح الخاطر" میں بھی آپ کا نسب ذکر کیا گیا

ہے۔

49- بہت سی کرامات اور انوار و انی شخصیت سیدی محمد بن اسماعیل کیلکی

حلبی نے اپنے رسالہ میں (ذکر کیا) اور آپ کو سلسلہ قادریہ، شاذلیہ، رفاعیہ

اور نقشبندیہ میں اجازت حاصل ہے، اور آپ کے رسالے "المشارب

السنیہ" پر پچھتر حضرات کی گواہی (درجہ) ہے۔

50- شیخ محمد عینی قیروانی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔

51- صوفیانہ مذاہب والے عالم شیخ محمد امین گیلانی تیونس نے "المواہب الجلیلہ"

میں ذکر کیا۔



- 52- قطب وقت سیدی عبداللہ باعلویٰ یمنی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔
- 53- "سائلک الامصار" کے مصنف ابن فضل اللہ نے بھی غوث اعظم کا نسب ذکر کیا۔
- 54- ابن شاکر نے اپنے "مکملہ" میں آپ کا نسب ذکر کیا۔
- 55- شیخ ابن انزکی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔
- 56- سیدی مصطفیٰ الہری نے بھی آپ کا نسب ذکر فرمایا۔
- 57- حامد عرفی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔
- 58- امام ابن الارزق نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔
- 59- سیدی عبدالسلام الاسمر نے بھی حضرت غوث اعظم کا نسب ذکر کیا۔
- 60- امام منزلی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔
- 61- عالم ربانی سید ابوبکر شامی کی تصنیف "فتح الرحمن" میں سیادت غوثیہ کا ذکر فرمایا۔
- 62- شیخ عیسیٰ قیجانی نے اپنے تحریر کردہ استغاثہ میں حضرت غوث اعظم کے نسب شریف کی صراحت کرتے ہوئے کہا:
- مولای عبدالقادر الجیلانی عونا علی ذی غصۃ اخصمانی  
 "میرے آقائے نعمت حضرت عبدالقادر جیلانی جو مجھے پریشان کرنے والے خلیس دشمن کے خلاف میرے مددگار ہیں۔"
- میں کہتا ہوں: "یہ امت کے ہاتھ علماء و مشائخ ہیں، ان میں جلیل القدر اولیاء اور مختلف علاقوں کے اکابر علماء بھی ہیں، اور وہ سب کے سب حضرت غوث اعظم کے

- عینی حسی نسب شریف کے معترف ہیں، ان میں سے کسی نے آپ کے نسب کے بارے میں کسی ضعیف اختلافی قول کا اشارہ بھی نہیں دیا، بعض لوگوں نے یہ نسب انساب کے قدیم رجسٹروں سے لیا، اور بعض لوگوں نے اسے اس متواتر روایت سے لیا ہے جس پر چھوٹ کا گمان بھی محض ہے، اور بعض لوگوں نے اپنے صاحب کشف سے حاصل کیا ہے، اور یہ اہل ظاہر کے صریح ثبوت سے بڑھ کر ہے، کیا ان حضرات کے اجماع کے بعد شک و شبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے؟ جو آدمی چاہے وہ مذکور بالا کتابوں پر مطلع ہو سکتا ہے۔ یہ کتابیں موجود ہیں۔
- حضرت غوث اعظم کی سیادت چاروں فقہی مذاہب کے تناظر میں:
- اور فقہی تائید نظر سے حکم یہ ہے کہ نسب سماع اور لا تعدا از بانوں پر عام ہونے کی صورت میں عملی گواہی کے باعث ثابت ہو جاتا ہے، اور اس حکم پر چاروں ائمہ مذاہب متفق ہیں، اور یہی امر سُنّت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کے دائرے کا محیط ہے۔
- نسب کے مسئلے پر ہمارے مالکی مذہب کے مطابق، واضح حکم خلیلی کی "مختصر" اور "متحفہ" وغیرہ میں موجود ہے، جبکہ اس مسئلہ پر باقی تینوں ائمہ کا سماع ان تینوں حضرات کے مذاہب کی کتب میں مذکور ہے، اور جس نے ان سب مذاہب کی آراء ایک جگہ دیکھنی ہوں وہ چاروں فقہی مذاہب کے ماہر اور محقق سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی "المیزان الکبریٰ" کا مطالعہ کرے، امام ابو حنیفہ پانچوں مذاہب کو زبان زد عام ہونے پر معتبر سمجھتے ہیں اور ان پانچ میں سے ایک نسب ہے، اور امام شافعی آٹھ چیزوں کو زبان زد عام ہونے پر معتبر سمجھتے تھے اور ان میں سے ایک

نسب ہے، امام احمد نو چیزوں کو جبکہ امام مالک انہیں چیزوں کو زبان زد عام ہونے پر معتبر سمجھتے تھے اور ان میں سے ایک نسب بھی ہے، اس طرح نسب زبان زد عام ہونے پر سب کے ہاں معتبر قرار پاتا ہے۔

محقق تسولی نے ”صحفہ“ پر اپنی شرح میں فرمایا:

”ابن القاسم سے کہا گیا: ”جو شخص آپ کے والد کو نہیں جانتا اور اسے یہ بات سنا لی طور پر ہی معلوم ہے کہ آپ قاسم کے بیٹے ہیں، کیا وہ آپ کے ابن القاسم ہونے کی گواہی دے سکتا ہے؟“

تو ابن القاسم نے فرمایا:

”ہاں ایسا شخص یہ گواہی دے سکتا ہے، اور ایسی گواہی سے نسب اور راحت ثابت ہو سکتی ہے، اور پچھلے نسب شمار ہوگا۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ جب کوئی خبر مشہور ہو جائے تو وہ خبر علم کا قاعدہ دیتی ہے۔“

اگر آپ چاہیں تو اس عبارت کا باقی حصہ بھی دیکھ لیں۔ حضرت مصنف نے اپنے موقف کی تائید کے لئے طویل گفتگو فرمائی ہے۔

محقق تسولی نے ”صحفہ“ میں ایک دوسری جگہ فرمایا:

”سارے نسب کے معاملے میں معتبر مانا جائے گا اگرچہ وہ نسب سرور عالم ﷺ تک پہنچتا ہو۔“

اور انسب کو بھی اسی طرح ملکیت میں لیا جاتا ہے جیسے عام مادی اشیاء کو ملکیت میں لیا جاتا ہے، امام مالک کا یہ قول اٹھوری نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیا ہے۔

اور لوگوں کے زبان زد عام و خاص انسب کی تصدیق کی جائے گی جیسے کہ سیدی ظلیل نے ”التوضیح“ میں فرمایا ہے، اور امام ولی الدین بن خلدون نے اپنے ”مقدمہ“ میں سرکارِ دو عالم ﷺ تک پہنچنے والے نسب کے اثبات کے حوالے سے سماع کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ اور اس مسئلہ میں اسی طرح کا فتویٰ فقہ میں مالکی مجلس شوریٰ کے صدور، عصر حاضر کے بہت بڑے عالم دین سید ابراہیم ریاضی افغانی نے بھی ایک رسالہ کی صورت میں دیا ہے، اس رسالے میں کبار شخصیات کے اقوال نقل کئے ہیں کہ لوگوں کے انسب (مشہور و معروف ہونے پر ان) کی تصدیق کی جائے گی، اگرچہ یہ نسب سرورِ عالم ﷺ تک پہنچتا ہو، اور جو شخص ایسے نسب کی بدولت جی کرے گا اس پر حد تک کا حکم لگایا جائے گا، اور سیدی ابراہیم ریاضی نے اپنے رسالے میں ”مقدمہ“ اور دیگر کتب سے ایسے کثیر اقوال نقل کیے ہیں جو ان کی تائید کرتے ہیں، اور ان اقوال کے آخر میں آپ نے فرمایا:

”امید ہے کہ انسب کی تصدیق کے بارے میں علماء کے اس قدر

اقوال اس شخص کے لیے کافی ہوں گے جس کی بصیرت نے توفیق

کے نور کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا ہو، اور پیش نظر رسالے میں مذکورہ

بالا موضوع پر تفصیلات کا احاطہ ممکن نہیں۔“

ہمیں مقررہ کے حکم کا بڑھ لینے کے لیے پھر اس کی طرف اوناچہ ہے

اگرچہ اس کے ساتھ اعتراضات اس گفتگو کے باعث لکھے گئے جو ہم نے حضرت

فوتِ اعظم کا نسب ثابت کرنے کے لیے پچھلے صفحات میں کی ہے، اس لیے کہ ایسے

مسئلے کی وضاحت کرنا جس پر اہل فکر و دانش کی نظر مرکوز ہو، اوہام کے غبار کو دور کرنے





”موسیٰ ابن ابو عبد اللہ بن یحییٰ“ قارئین کرام! اس تحریر کے باعث، یمن میں ہوتا نہ ہوں، کیونکہ عبداللہ سے پہلے ”ابو“ کا لفظ یا تو مؤلف کے قلم سے بے ارادہ تحریر ہو گیا ہے یا کاتب نے غلطی سے تحریر کر دیا ہے، اس لیے کہ شیخ غلطو فی نے موسیٰ بن عبداللہ بن ابو عبد اللہ نہیں کہا، ورنہ ان کا کلام معترض کے کلام سے موافق ہو جاتا۔ شیخ قصار نے اپنے بعض رسائل میں اس عرضوں کے حوالے سے کہا ہے:

”انساب اور تواریخ میں غلطیاں ہو رہی ہیں (اور ہوتی رہیں گی) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ غلطیوں کی نشاندہی کرنے والوں کو اٹھائے گا۔“

علم الانساب کے ماہرین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ (حضرت غوث اعظم کے نسب میں مذکور) موسیٰ کے والد عبداللہ بن یحییٰ ہیں اور ”بھیجۃ الاسرار“ کے موافق بھی اس بات میں علم الانساب کے ماہرین اور مؤرخین کے ہم خیال ہیں کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اور سیدہ فاطمہ رحمہ اللہ کے درمیان فقط گیارہ واسطے ہیں، معترض نے آپ کے نسب شریف میں یہ بارہواں واسطہ اس لئے بڑھایا ہے تاکہ وہ اپنا مذموم مقصد حاصل کر سکے، اللہ تعالیٰ اس معترض کی یہ آرزو پوری نہ فرمائے۔ حضور غوث پاک کا نسب شریف بیان کرنے والوں میں سے گزشتہ صفحات میں مذکور چاروں اقطاب کے نسب تحریر کرنے والے (امام عبدالرحیم برہنی) کا نام بھی شامل ہے اور یہ نظم صحیح طور پر خود اپنی نگاہات ہے:

اعلم بان الشیخ عبد القادر سلطان اقطاب الوری لا کابر  
له تضمن محمود النسب أحد عشر وندای النبی  
هو ابن موسیٰ نجل عبد اللہ ولد یحییٰ الزاهد الاواد

ابن محمد بن داؤد ابن المرتضیٰ موسیٰ کریم لہمن (۱)  
ابن الآباء الکرام عبد اللہ وهو ابن موسیٰ لیجون ذی الآلیاء  
و هو ابن عبد اللہ ذاک الأسنی الکامل ابن الحسن المثنی  
ابن الیہام الحسن بن فاطمہ و ابن علی ذی المعالی الثانیہ  
چون لو کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کائنات کے بڑے اقطاب کے سلطان ہیں۔  
نبی کریم تک ان کا نسب گیارہ اشخاص پر مشتمل ہے۔

وہ بیٹے ہیں موسیٰ بن عبداللہ کے جو بیٹے ہیں دنیا سے بے رغبتی رکھنے اور بہت آپس بھرنے والے یحییٰ کے۔

حضرت یحییٰ بیٹے ہیں محمد بن داؤد کے، اور داؤد بیٹے ہیں پنے ہوئے موسیٰ کے جو کریم اور صاحب خیر و برکت ہیں۔

عبداللہ کریم آباء و اجداد کے فرزند ہیں اور وہ باوقار موسیٰ لیجون کے فرزند ہیں۔

اور وہ اس عبداللہ کے بیٹے ہیں جو روشن تر اور کامل ہیں اور حسن المثنیٰ کے نعت جگر ہیں۔

اور حسن المثنیٰ امام حسن کے نور نظر ہیں، اور وہ سیدہ فاطمہ اور حضرت علی کے صاحبزادے ہیں۔ وہ علی جوہر بند یوں والے ہیں۔“

(۱) یہ شعر محمد رفیع مزیدی کی تحقیق کے ساتھ صحیح شدہ نسخے میں یوں تحریر تھا:

ابن محمد بن داؤد ابن المرتضیٰ موسیٰ لیجون ذی الآلیاء  
یہاں شعر کا دوسرا مصرعہ کچھ دھڑپ ہو گیا تھا جبکہ اس سے گما شعر سرے سے تحریر ہی نہیں تھا۔  
اس غلطی کے باعث سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تک حضرت غوث اعظم کے نسب میں آئے والے گیارہ افراد کی  
تعداد چوٹی ٹکٹس ہو رہی تھی، لہذا ہندوستانی نسخے کی مدد سے اس غلطی کی تصحیح اور کی کا تازہ کیا گیا ہے (ممتاز احمد مدظلہ)



حضرت غوث اعظم کے نسب کے بارے میں ”نتیجۃ التحقيق فی بعض اہل النسب الوثیق“ کے مصنف کی بھی یہی رائے ہے انہوں نے حضرت غوث اعظم کا نسب ذکر کرنے کے بعد صراحت سے کہا:

”حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کے درمیان

گیارہ واسطے ہیں۔“

”آپ کا جو نسب ہم نے ذکر کیا ہے اسے تمام مؤرخین اور نقس کرنے والوں کی تصدیق حاصل ہے، نہ فقہ الحنفی نے اپنی تاریخ ”الجامع للأعیان“ میں، نہ ابن جوزی نے ”معرفة الثمانيات“ میں، نہ فی نے ”ہجۃ الأسرار“ میں اور ابن حجر نے ”مغیۃ“ میں اور ایسے دیگر کئی ائمہ نے بھی یہی نسب بیان کیا ہے جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

مختصر غوث پاک کے نسب شریف کی تحدید کے سلسلے میں ہماری تائید کرنے والوں میں سے ہمارے عالم و فاضل دوست شیخ محمد ستوی تپسی کی وہ نظر بھی ہے جو انہوں نے ۱۲۹۶ھ میں ”نتیجۃ التحقيق فی بعض اہل النسب الوثیق“ پر تقریظ لکھتے ہوئے تحریر کی تھی، اس نظم کا مطلع کچھ یوں ہے:

روض زہا حسنا بكل وریق

ولسان فی الزہر عذب الوریق

أعسی بہ البکری یسری کل ما

قد طاب منه بغایۃ التحقيق

(یہ کتاب) ایک ایسا گشتن ہے جس کے پتے پتے نے اس کی خوبصورتی کو

وہ چند کر دیا ہے اور اس نے ایک ایک پھول میں تروتازگی سموی ہے۔

اسے (اس کے مصنف نے) انتہائی جتنوں کے بعد ہر پسندیدہ (بات اور یس) کے ساتھ آراستہ کیا ہے۔

اور اس نظم میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نسب شریف سے متعلق اشعار درج ذیل ہیں:

مولای محی الدین عبد القادر اب بن القوم موسیٰ الأوحید المنطیق  
ذا نجل عبد اللہ نجل القدر یحییٰ الواحد بن محمد الصدیق  
هو نجل داؤد بن موسیٰ نجل عبد اللہ معطی الخیر کل فریق  
ذا نجل موسیٰ لیون نجل الکامل لمرتضیٰ عبد اللہ غوث الضیق  
نجل الرضا حسن المشفی نجل ذا ث السبط مرتضیٰ عنہ الثقیق  
اعنی الخلیفۃ سیدی الحسن الذی ضاہی بحسن الفضل خیر شفیق  
میرے آقا محی الدین عبدالقادر جو صالحین کے بیٹے ہیں، آپ ہماری زمانہ اور قادرا الکام حضرت موسیٰ کے بیٹے ہیں۔

موسیٰ عبداللہ کے، اور وہ عظیم زاہد یحییٰ کے، اور وہ (یحییٰ) سچائی سے بہت زیادہ متصف محمد کے بیٹے ہیں۔

اور محمد بیٹے ہیں داؤد بن موسیٰ کے، اور موسیٰ تمام فریقوں میں خیرات بانٹنے والے عبداللہ کے بیٹے ہیں۔

عبداللہ بیٹے ہیں موسیٰ الجون کے، اور وہ منتخب کے ہوئے کمال والے عبداللہ کے بیٹے ہیں جو ہر مصیبت زدہ کے مددگار ہیں۔

اور عبداللہ بیٹے ہیں حسن ثقی کے، اور وہ نواسہ رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے

بیٹے ہیں اور وہ فرزند ہیں کائنات کی معزز ترین ہاں (حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام) کے۔

میری مراد حضرت علی کے خلیفہ سیدی حسن ہیں جنہوں نے اپنے حسن اخلاق کے ساتھ بہترین بھائی پر مشابہت حاصل کی۔

اگر آپ نے معترض کی چابکدستی اور اس کی کثرت و بنیاد کا اندازہ لگایا ہے جس پر اعتراضات کی یہ عمارت تعمیر کی گئی ہے تو آپ پچھنا معترض کے دعوے کے بے دلیل ہونے اور اس کی کھالی کی ہوئی عمارت کے زمین یوں ہونے کا مظهر دیکھ چکے ہوں گے، معترض نے جن باتوں پر اپنے فریب کی عمارت کھڑی کی تھی ان میں سے ایک یہ تھی کہ حضرت غوث اعظم کے والد ابوصالح موسیٰ جنگلی دوست عبداللہ بن محمد کے بیٹے ہیں اور عبداللہ بن محمد ۳۵۵ھ یا ۳۶۰ھ میں مدینہ منورہ میں تیس سال سے کم عمر میں فوت ہوئے، اور معترض نے عبداللہ بن محمد کا جیلان سے دور ہونا ظاہر کیا اور ان کے وصال کے حوالے سے ۳۵۰ھ والے قول کو اختیار کیا تا کہ اس کی نسل چلنے کے امکان کو ضعیف کر دیا جائے، اس لیے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی ولادت ۳۷۰ھ میں ہوئی، لیکن عبداللہ بن محمد کا جیلان سے دور ہونا اور تیس سال سے کم ہونا عقلی اور معاشرتی طور پر عبداللہ کے ہاں ہونا ہونے کے امکان کو ناممکن نہیں بناتا، تیس سال اور پندرہ سال کے لوگ بھی صاحب اولاد ہوتے ہیں، اسی لیے ابن خلدون کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

”عموماً کسی بھی انسان کے ایک صدی میں تقریباً تین باپ (یعنی

باپ، دادا، پردادا) ہوتے ہیں اس سے کم اور زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔“

ابن خلدون کا یہ قول مشہور مورخ اور ماہر النسب شیخ احمد عبدالقادر حسنی نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا اور کہا:

”حضرت معاذیہ نے پہلی صدی ہجری کے آخر میں خطبہ حج دیا، ان کے اور عبد مناف کے درمیان پانچ واسطے ہیں، اور دوسری صدی ہجری کے اختتام پر عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے خطبہ حج دیا، اس کے اور عبد مناف کے درمیان بھی پانچ واسطے ہیں، اور ایسا دنا ہوتا ہے، اس تناظر میں ابن خلدون کا نظریہ اکثریت کے پیش نظر ہو گا اور فقہ کے دواہز میں اس نسب کو درست مانا جانے کا کہ عقل اور عرف اسے ناممکن ثابت کرے، اور ہمیں حضرت غوث اعظم کا نسب ثابت کرنے کیلئے فقہ کے اس اصول کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کیونکہ آپ کے نسب میں عبداللہ بن محمد موجود ہی نہیں ہیں۔“

رہا معترض کا یہ کہنا کہ قاضی ابوصالح نصر بن عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنے دادا کے نسب میں عبداللہ بن محمد کا ذکر کیا ہے تو یہ معترض کا گھڑا ہوا جھوٹ ہے، جس کی دلیل اس کے اپنے ہی رسالہ میں موجود ہے، اس نے قاضی ابوصالح نصر بن عبدالرزاق کی طرف یہ روایت منسوب کر کے تقریباً تین صفحات کے بعد خود یہ تحریر کیا ہے کہ: ”حضرت غوث اعظم کا وہ نسب نامہ جس کا قاضی ابوصالح نصر بن عبدالرزاق نے دعویٰ کیا ہے یوں ہے: اس کے والد عبدالرزاق بیٹے ہیں شیخ عبدالقادر جیلانی بن ابوصالح جنگلی دوست موسیٰ بن عبداللہ بن یحییٰ بن محمد کے، جبکہ عم النسب کے ماہرین کے مطابق جس عبداللہ کی طرف حضرت غوث پاک کے والد



ابوصالح موسیٰ جیسی دوست کو منسوب کیا گیا ہے وہ محمد کے بیٹے ہیں، اور یہ عبداللہ بن محمد جو ابن الرومیہ کے نام سے مشہور تھا بے اولاد ہی اللہ کو پیارا ہوا، جبکہ اسی کے بھائی کے بھائی یحییٰ بن محمد صاحب اولاد تھے، اور معترض نے نام گھڑنے اور ایک بے اولاد کی طرف اولاد کی نسبت کر کے حضرت غوث اعظم کے نسب شریف کا انکار کرنے کی کوشش کی ہے۔

معترض کے اپنے ہی کلام میں اس واضح تناقض کو ملاحظہ فرمائیں جو اس کے جھوٹے ہونے پر دلالت کر رہا ہے، پھر اس عجیب و غریب حقی کو دیکھیں کہ وہ ایک عالی نسب والے کو نسب بیان کرنے کے لئے کہہ رہا ہے:

”آپ کے لیے مناسب تھا کہ آپ اپنے آپ کو فلاں شخص کی طرف منسوب کرتے تاکہ ہم یہ اعتراض کر سکیں کہ فلاں شخص تو بے اولاد تھا اور تمہارے شہر میں داخل بھی نہیں ہوا تھا۔“

میں کہتا ہوں: اگر ہمارے دل میں بعض کمزور عقل لوگوں (عوام الناس) کے لیے ہمدردی نہ ہوتی تو ہم معترض کے مسودات کو تو خاطر میں لاتے اور نہ ہی جواب کے قابل سمجھتے، لیکن جاہلوں کے کلام پر خاموش رہنا بھی مناسب نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إذا ظهرت البدع ولعن آخر هذه الأمة أولها فمن كان عند  
ه علم فلينبشره، فإن كنتم العلم يومئذ كنتم ما أنزل  
علي محمد - رواه ابن عساکر، و قال شارح الحديث :

أي فيلجم بلجام النار (۱)

(۱) استدلال نے اپنی سند (۳۶۵/۱) میں روایت کیا۔

”جب بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور اس امت کے بعد والے پہلوں پر لعنت بھیجیں تو جس کے پاس علم ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنا علم ظاہر کرے، اس لیے کہ اس دن علم کو چھپانے والا قرآن کو چھپانے والے جیسا شمار کیا جائے گا۔“

اس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا، حدیث کے شارح نے فرمایا: یعنی اسے قیامت کے دن آگ کی لگم پہنائی جائے گی۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے:

إذا فعلت أمتي خمس عشرة خصلة حل بها البلاء، إذا كان  
المفتم دولا والأمانة مقتضا والزكاة مفرما، أضع الرجل زوجه  
وعق أمه، و برَّ صديقاه وجفا أباه، وارتفعت الأصوات في  
المساجد وكان زعيم القوم أرذلهم، وأكرم لرجل مخالفة شره،  
و شربت الخمر، و لبس الحرير، وأخذت القينات والمعازف،  
ولعن آخر هذه الأمة أولها فليتنظروا عند ذلك ريحا حمراء،  
أو خسفا، أو مسخدا (۱)

قال شارح الحديث في قوله: ”ولعن ... الخ“ أي: لعن أهل الزمن

المتأخر السلف۔

”جب میری امت پندرہ خصائص کو اپنائے گی تو اس پر عذاب نازل ہوگا:

(۱) جامع الترمذی (ط: دار السلام، ریاض) ابواب الفتن، کتاب ما جاء في حلول البلاء والخسف،

حدیث رقم ۳۳۱۰ (۱۲- مترجم)

جب مال غنیمت کو ذاتی ماس بن لیا جائے گا اور امانت کو مال غنیمت سمجھ لیا جائے گا، زکات کو بوجھ سمجھا جائے گا، جب انسان اپنی بیوی کی اطاعت اور اپنی والدہ کی نافرمانی کرے گا، جب انسان دوست سے حسن سلوک اور اپنے والد سے بدکلامی کرے گا، جب مسجدوں میں (دنیاوی امور کے حوالے سے) آوازیں بلند ہوں گی، جب قوم کا بدترین آدمی اُن کا سردار ہوگا، جب انسان کی عزت اُس کے شر کے خوف سے کی جائے گی، شرابیوں کی جائیں گی اور ریشم پہنا جائے گا اور گانے والیوں کی عزت افزائی ہوگی اور جب اس امت کے بعد والے پہلے والوں پر لعنت آئیں گے جب وہ (نا فرمان لوگ) سرخ آئندگی، دھنسا دیئے جانے یا مسخ کئے جانے کا انتظار کریں۔“

اسے امام ترمذی نے روایت کیا، اور شارحین حدیث نے ”ولعن اخر هذه

الامة“ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

”اس کا مطلب یہ ہے کہ جب متاخرین سلف صالحین پر لعنت کریں۔“

اللہ تعالیٰ اُس حکمت و دانش والے شاعر پر رحم فرمائے جس نے کہا تھا:

ما لاق فیہ عدم الفضول فلا یطیق عندہ مقولی

نعم إذا دایت أعمی قد عطا فی حرف یر جحٹ و لصحت خطا

”جس شخص میں فضیلت نام کی کوئی چیز نہ ہو، اُس سے میرا بات کرنا مناسب نہیں

ہاں جب میں دیکھوں کہ کسی اندھے نے کنویں کے کنارے پر قدم رکھ دیا تو

میں چلا کر اُسے آگے کروں گا، ایسے میں نہ موٹی ٹھہرے۔“

حضرت غوث اعظم کے عجمی ہونے کی بنا پر معترض کا آپ کی سیادت سے انکار اور معترض کا یہ کہنا: ”عبداللہ بن محمد کی طرف منسوب حضرت غوث اعظم کا نسب ایسا ہے کہ اُسے نہ تو خود آپ نے بیان فرمایا اور نہ ہی آپ کی اولاد میں سے کسی نے ذکر کیا۔“

میں کہتا ہوں: ”اب معترض نے نہ چاہتے ہوئے بھی ایک چکی بات کر دی ہے، اس لیے کہ حضرت غوث اعظم اور آپ کی اولاد میں سے کسی نے عبداللہ بن محمد کو نسب میں ذکر نہیں کیا، بلکہ عبداللہ بن یحییٰ کو ذکر کیا ہے جیسے کہ ہم نے (مذکورہ صفحات میں) تحریر کیا، معترض کی یہ بات ایسا سچ ہے جس کا باطل مفہوم ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی۔“

پھر معترض نے کہا: ”عبداللہ بن محمد والا نسب حضرت غوث اعظم یا آپ کی اولاد میں سے کسی اور نے نہیں بلکہ آپ کے پوتے نے بیان کیا ہے، اور اس نسب کے باطل ہونے کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ قاضی ابو صالح نصر نے جنگی دوست کو عبداللہ بن محمد کا بیٹا قرار دیا ہے، حالانکہ عبداللہ بن محمد حجازی ہیں اور کبھی حجاز سے باہر نہیں گئے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کا یہ عجمی نام (موتی جیسی دوست) رکھیں۔“

میں کہتا ہوں: ”شیخ عبدالرزاقی نے معترض کے قول کے برعکس امام حیدرانی کا نسب شریف (جیسے کہ پچھلے صفحات میں گزرا) بیان کیا ہے، بلکہ آپ کے والد گرامی ایسی خود بھی اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے: ”میرے نانا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یا فرمایا کرتے تھے: ”میرے نانا ایسے تھے۔“ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ حضرت غوث اعظم کے پوتے اور نواسے راج عم والے عمامہ اور خوف خدا رکھنے



والے متقی اور بڑے بڑے اولیاء اللہ تھے، وہ حضرات کیسے لفظ نسب بیان کر سکتے ہیں؟  
یاد رہے عزیز واقارب میں سے کسی کو اپنے جد اعلیٰ کا لفظ نسب بیان کرتے ہوئے  
دیکھ کر کیسے خاموش رہ سکتے ہیں جبکہ اُن کی بات کو احترام سے سنا اور مانا جاتا تھا، اگر  
طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم حضرت غوث اعظم کے پوتوں اور نواسوں کے نام ذکر  
کرتے اور انصاف پسند علماء نے اُن حضرات کی جو تعریفیں کی ہیں انہیں ذکر کرتے،  
پھر ہم اس حوالے سے وہ کچھ ذکر کرتے جو ہم الانساب کے ماہرین نے کہا ہے اور ہم  
نے گزشتہ صفحات میں اُن حضرات کے نام بھی لکھے ہیں۔“

اور معترض کا عبداللہ بن محمد کے بارے میں یہ کہنا: ”اُس کے بیٹے کا نام جنگلی  
دوست رکھنا درست نہیں۔“

میں کہتا ہوں: ”ہم نے تو اُن کے بیٹے کا نام جنگلی دوست نہیں رکھا، اور جنگلی  
دوست لقب رکھنے والے موسیٰ تو غم میں پیدا ہوئے ہیں اور وہ عبداللہ بن محمد جزی کے  
نہیں بلکہ شیخ یحییٰ جیلانی ہونے کے فرزند ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ معترض کو حضرت غوث  
اعظم کے والد گرامی حضرت ابوصالح موسیٰ جنگلی دوست ہونے کا بھی ذہن بہت بھلا معلوم  
ہوتا ہے کیونکہ اُس کے خیال میں آپ کی محبت اُسے آپ کے قریبی نسب کی نفی میں مدد  
دیتی تھی، لیکن اُس مسکین کو یہ خبر نہیں کہ جو شخص بھی کسی جگہ رہا اُس جگہ کی  
طرف منسوب ہوتا ہے (۱) اس سلسلے میں شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

(۱) جیسے کہ آمدنی، اندادنی، دولوی، والی بوری۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی سید ہاشمی یا سید اسماعیلی  
کی اولاد میں سے ہے تو وہ غیر عربی خصلت میں۔ ہر نسل کے باعث اپنے آپ کو ”سید“ نہ کہتا ہے، نسب کا اعتبار  
آہ و ایداد سے ہوتا ہے انھوں نے نہیں کیونکہ عرب ہر ایک میں غیر سید بھی پاتے جاتے ہیں اور غیر عرب ہر ایک بھی  
سادات کے وجود سے غرہ نہیں ہیں۔ (ممتاز احمد مدنی)

”کسی جگہ کی طرف منسوب ہونے کے لیے وہاں قیام کی کوئی زمینی حد  
متعین نہیں ہے اگرچہ بعض لوگوں نے چار سال کی حد مقرر کی ہوئی ہے۔“  
آپ کی کتاب پر حاشیہ لکھتے ہوئے سیدی علی العدوی نے ”فخجۃ الفکر“  
کے بعض حواشی کے حوالے سے فرمایا:

”کسی شہر میں فقط داخل ہونا بھی اُس شہر کی طرف نسبت کے لیے کافی  
ہے، اگرچہ یہ داخلہ تجارتی تکتہ نظر سے ہو یا کسی سے ملنے کیلئے ہو۔“  
حضرت شیخ سیدی عبداللہ درجیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے قبل آپ کے دادا اور پردادا  
ان کے بھی والد جیزان میں رہائش پذیر رہے، تو آپ کے اور آپ کے دادا اور پردادا  
کے غمی ہونے کو آپ کی سیادت کی نفی کے لئے دلیل کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ ایسی بات  
کھلی جہالت اور دین میں خیانت ہے۔

معترض کا عبداللہ بن محمد کے بارے میں یہ کہنا:

”لقد یسافر من الحجائر أبدا“

”انہوں نے کبھی حجاز سے باہر کی طرف سفر نہیں کیا۔“

یہاں معترض کی طرف سے فعل، ضی کے ساتھ ”أبدا“ کا استعمال اُس کے بے  
ہم ہونے کی واضح دلیل ہے وہ علماء میں سے شمار کئے جانے کے قابل نہیں ہے، اُس  
نے جیسے یہاں ”أبدا“ کا غلط استعمال کیا ہے، اسی طرح آنے والے قول میں بھی یہ  
غلط فہمی استعمال کیا ہے، اُس نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں کہا:

”لا نسبة له بأهل البيت النبوی أبدا“

”آپ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔“

عربی زبان میں "قطر" کے برعکس "ابد" استقبال کے لیے آتا ہے، عربی میں کہا جاتا ہے:

"لا یسافر ابد"

"وہ استقبال میں بھی سفر نہیں کرے گا"

جبکہ "قطر" کا استقبال کرتے ہوئے کہا جاتا ہے:

"لہ یسافر قطر"

"اس نے باطنی میں بھی سفر نہیں کیا"

معرض نے حضور غوث پاک کے نسب کے بارے میں ہر ذرہ سر کی کرتے ہوئے پھر کہا: "آپ کی سیادت ثابت کرنا ایک بے بنیاد بات کو منوانے کی کوشش ہے، اس لیے کہ مؤرخین اور علم الانساب کے ماہرین کا جس بات پر اجماع ہے وہ فقط اتنی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اپنے زمانے کے اکابر صوفیہ اور جمیل القدر عبادت گزار لوگوں میں سے تھے، اور آپ کا نبی کریم ﷺ کے گھرانے سے کچھ تعلق نہیں۔"

میں کہتے ہوں: "معرض کی طرف سے حضور غوث پاک کی سیادت پر اعتراض اور آپ کی سیادت کی نفی کی کوشش ایک جھوٹے الزام کو ثابت کرنے کی ناپاک کوشش ہے، اور حضرت غوث اعظم کی سیادت کو نہ ماننے سے بڑھ کر ناپاک جسارت کیا ہوگی؟ اور اُس کا حضرت غوث اعظم کے بارے میں یہ کہنا بالکل بے بنیاد اور باطل ہے کہ: "آپ کے سید نہ ہونے پر مؤرخین اور علم الانساب کے ماہرین کا اجماع ہے۔" قرین کرام نے حضرت غوث پاک کی سیادت کے حوالے سے مؤرخین اور علم الانساب کے ماہرین کے اقوال گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمائے ہیں۔

معرض کا دعویٰ کہ غوث اعظم کے پوتے نے ابن میمون سے سادات کے شجرے میں نام لکھنے کی درخواست کی:

معرض نے کہا: "حضرت غوث اعظم کے سلسلے سے وابستہ بعض نادانوں اور کم عقل والے لوگوں نے آپ کے سید ہونے کی بات کی ہے۔"

میں کہتا ہوں: "ایسا نہیں بلکہ حضرت غوث اعظم کی سیادت کا اعتراف تمام سلاسل طریقت اور سنی مذاہب کے علماء فضلاء اور دانشوروں نے کیا ہے اور آپ حضرات نے پچھلے صفحات میں ان بڑے بڑے لوگوں کے اسماء ملاحظہ فرمائے ہیں، اگر وہ سب نادان اور ناسمجھ لوگ ہیں تو پھر امت میں کوئی بھی قابل اعتبار اور عقلمند باقی نہیں رہ جاتا۔"

پھر معرض نے کہا: قاضی ابوصالح نصر بن عبدالرزاق بن حضرت عبدالقادر نے ماہر علم الانساب سید ابن میمون کو خط لکھا اور اُس سے کہا: "مجھے نواسیر رسول کی آل میں داخل کر دو۔" اُس نے جواب دیا:

"آپ کو تو ہم جانتے ہیں کہ آپ قاضی (جج) ہیں، اور آپ کے والد شیخ عبدالرزاق رحمہ اللہ ایک فقیہ اور صالح انسان تھے، جبکہ آپ کے دادا شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ ایک ایسے صوفی اور متقی بزرگ تھے کہ ان سے برکت حاصل کی جاتی تھی، اور ان سے دعائے خیر کی التماس کی جاتی تھی، رہا ان کا نسب تو وہ اُسی طرح ہے جیسے آپ نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے کہ وہ فارس کے ایک علاقے بشتیر کی طرف نسبت کے باعث بشتیری ہیں، اس لئے تم اللہ سے ڈرو اور ہاشمیت کو ہاشمیوں



کے لیے ہی چھوڑ دو، والسلام۔“

فیروز آبادی نے بھی ”قاموس“ میں یہی لکھا ہے، اُس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

”الْبُشْتَيْرِيُّ هُوَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ عَبْدِ الْقَادِرِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ الْجِيلِيُّ

كَذَا نَسَبُهُ حَفِيدُهُ الْقَاضِي أَبُو صَالِحٍ الْجِيلِيُّ۔“

”بُشْتَيْرِي: یہ شیخ الاسلام عبدالقادر بن ابی صالح جیلانی ہیں، آپ کے

پوتے قاضی ابوصالح جیلانی نے اُن کا نسب اسی طرح بیان کیا ہے۔“

میں کہتے ہوں: ”فرض کیا اگر حضرت غوث اعظم کے پوتے نے ابن میمون

سے اپنے آپ کو نوادے رسول سیدنا حسن علیہ السلام کی اولاد میں شامل کرنے کی درخواست

کری ہی لی تھی تو آپ نے کوئی غلط کام تو نہیں کیا بلکہ آپ نے تو اپنا حق مانگا تھا، کوئی غم و

فصل والا آپ کے اس حق اور آپ کے نسب شریف کا انکار نہیں کر سکتا، قاضی ابوصالح

نصر بن عبدالرزاق مشہور علماء میں سے تھے، اور امام ابن حجر عسقلانی نے اپنی فہرست

میں جناب قاضی ابوصالح سے روایت ذکر کی ہے اور اپنی کتاب ”الغیظۃ“ میں اپنے

اور جناب قاضی ابوصالح نصر کے درمیان وسلیوں کی کمی اور آپ سے قرب پر فخر کا

اظہار کیا ہے، امام ابن حجر نے قاضی ابوصالح نصر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”وہ ثقہ

ہیں اور مُسْتَدْرِكٌ میں سے ہیں اور ہمیں اُن سے عالی روایت فقط تین واسطوں کے

ساتھ حاصل ہوئی ہے، جیسے کہ شاذلیہ سلسلے کے بہت بڑے ناقد علامہ اور ولی سیدی

احمد مرزوق نے قادر یہ سلسلہ (کافیض) حشری سے حاصل کیا، انہوں نے بھی جیل

سے، انہوں نے اپنے والد احمد سے، انہوں نے اپنے والد عماد الدین ابوصالح نصر بن

عبدالرزاق سے، اور شیخ عبدالرزاق نے اپنے والد حضرت غوث اعظم سے قادر یہ

سلسلہ وصل کیا، اور علم الاسانید کے بڑے بڑے ماہرین نے مذکور بالا سند کے ساتھ

سلسلہ عالیہ قادر یہ وصل کیا، اور اس سند کو سلسلے پر فخر کیا جیسے کہ یہ بات ابن اسانید کی

کتابوں میں مذکور ہے۔“

صوفیہ کے بارے میں شیخ زروق کی شدت اور صوفیا کرام پر اُن کی تنقید کو بھی

جانتے ہیں، لیکن اس کے باوجود شیخ زروق نے قاضی ابوصالح نصر کو وسیلہ بنایا ہے

جو کہ بہت سے علماء اور اولیاء کو فیض رسانی کرنے والی شخصیت ہیں، ایسی شخصیت سے

شیخ زروق اس بات کو کیسے قبول کر سکتے ہیں کہ وہ اپنا نسب ابن میمون کے سامنے بیان

کرتے ہوئے اس حد تک گرجائیں گے کہ اپنا نسب کسی غیر کی طرف غلط طریقے سے

منسوب کریں جیسے کہ دعو کے باز لوگ کرتے ہیں، لیکن (اے معترض) اگر تیرے

پاس شرم و حیاء کی کمی ہو تو جو چاہو کرو۔

پھر معترض نے ”قاموس“ سے جو اقتباس لیا ہے وہ بھی صریح خیانت ہے اور

اُس نے ایسا افتراء باندھا ہے جو قارئین کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتا، فیروز آبادی

نے ”قاموس“ میں فقط یہ لکھا ہے: ”بُشْتَيْرِي (باء پر ضمہ کے ساتھ) وہ شیخ الاسلام

عبدالقادر بن ابوصالح جیلانی ہیں، اُن کے پوتے قاضی ابوصالح نے اُن کو بُشْتَيْرِي کی

طرف اسی طرح منسوب کیا ہے۔“

اس بددیانت معترض نے مضاف (شیخ) اور مضاف الیہ (عبدالقادر) کے

درمیان ”الاسلام“ کا اضافہ کر دیا تاکہ پڑھنے والا یہ گمان کرے کہ حضرت غوث اعظم

بُشْتَيْرِي ہیں حالانکہ کہا یہ گیا ہے کہ حضرت غوث اعظم کے شیخ (پیر و مرشد) ابوسعید

نوری (رحمۃ اللہ علیہ) بُشْتَيْرِي ہیں، شیخ ابوصالح نے یہی بات فرمائی ہے۔

پیمان بھی نہیں کیا ج سکتا تھا کہ ایک حاسد جوشِ حسد میں دیانت اور شرم و حیاء کو اس حد تک پامال کر دے گا کہ وہ ابنِ میمون سے حضرت غوثِ اعظم کے پوتے ابو صالح اس ثقافت کی نسبت کرے گا کہ وہ آپ کو سادات میں شمار کر لیں، یہ ایک غلط اور بے بنیاد بات ہے، نہ حضرت ابو صالح کی طرف سے ایسا کوئی ثقہ تھا ہوا اور نہ ہی ابنِ میمون کی طرف سے انکار ہوا۔

اور معترض کی طرف سے یہ دعویٰ کرنا کہ حضرت غوثِ اعظم بشتیری ہیں اگرچہ کسی علم و فضل والے کے حوالے سے ہی ہو لیکن پھر بھی اس کا یہ دعویٰ ہر ری تائید میں ہوگا، کیونکہ حضور غوثِ اعظم بشتیری نہیں ہیں، لیکن حضرت غوثِ اعظم کو بشتیری کہنے والا معترض خود بشتیری اور اس گھلپٹا پن کا شکار ہو سکتا ہے۔ (۱)

”وَلَا تُؤْذُوا زُرَّةً وَزُرَّةً أُخْرَى“ (۲)

”اور کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔“

قارئین کرم آپ ”قاموس“ کی طرح دیگر کتابوں جیسے شیخ شہاب الدین سہروردی کی ”عوارف المعارف“، امام شعرانی کی ”جوہر“ اور ابنِ عربی حاتمی کی ”فتوحات مکیہ“ سے لیے گئے اقتباسات میں بھی معترض کی خیانتیں ملاحظہ فرمائیں گے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے معترض کا حال ہمارے سامنے کھول دیا، اور یہ بات کھل کر ہمارے سامنے آئی ہے کہ معترض مشہور و معروف کتب سے تحریف کے ساتھ اقتباسات نقل کرتا ہے اور غالباً اس کی ذکر کردہ اکثر کتابیں ایسی ہی ہیں عربی متقولہ ہے:

(۱) یعنی وہ اپنے آپ کو اپنے والدین کے عاود کی غیر کی طرف منسوب کر لے، اور غائبانہ گھلپٹا پن سے حضرت مصنف کی بھی مراد ہے۔ (مترجم)

(۲) سورۃ النام: ۱۹۷، سورۃ اسراء: ۱۵، سورۃ فاطر: ۱۸، سورۃ زمر: ۱۸

”مَنْ أَضَلَّتْ لَهُ عَلَى سَبِيلِ فَعَسَدَ لَهَا اخْوَالُ“

”تم جس کی ایک برائی پر مطلع ہوئے ہو اس میں مزید برائیاں بھی ہیں۔“

اسی لئے حدیث کے ائمہ نے اس شخص کو ہمیشہ کے لیے مُدلس قرار دیا ہے جس سے حدیث کی روایت میں فقط ایک مرتبہ بھی تدلیس کا جرم سرزد ہوا ہو، حافظ عراقی نے اپنے ”اللفیہ“ میں تدلیس کے باب میں لکھا ہے اور امام شافعی نے ائمہ حدیث کے لگائے گئے اس حتم کو برقرار رکھا: ”جس کی بعض گواہیوں میں جھوٹ ثابت ہو گیا اس کی تمام گواہیاں ناقابلِ اعتبار ہو گئیں۔“

شیخ یحییٰ شامی نے اپنے رسالے ”البحث والتحقیق“ میں عبدالرحمن بن مہدی سے روایت کی ہے: ”میں نے شعب، ابنِ مبارک، ثوری اور امام مالک بن انس سے اس شخص کے بارے سوال کیا جس پر (ائمہ حدیث کی طرف سے) جھوٹ کا الزام لگایا گیا تو ان سب نے فرمایا: ”اس شخص کے جھوٹ کو بیان کرو اس لیے کہ یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔“

”المعیار“ کے مصنف نے ابنِ خلدون سے نقل کیا ہے: ”نسب کے بارے میں ایسے شخص کی تنقید لغو شمار ہوگی اور قابلِ توجہ نہ ہوگی جسے نہ تو دین کا علم ہے اور نہ ہی انساب کی خبر، ہم ایسی بات (نسب میں بلا وجہ طعن) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔“

پھر معترض نے کہا: ”حافظ کبیر مفتی الشقلین تقی الدین واسطی نے اپنی کتاب ”ترویاق المعیین فی طبقات خوقة المشایخ العارفین“ میں حضرت شیخ عبدالقادر کے ذکر کے وقت فرمایا: ”بہجة الاسرار“ کے مصنف شیخ شطرنجی مصری نے نواسے



رسول امام حسن علیہ السلام کی طرف آپ کی نسبت کی ہے اور اس نسبت کو انساب کے ماہر علماء میں سے کسی نے بھی درست قرار نہیں دیا، شیخ خطیبی نے من مانی کی ہے اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔

میں کہتا ہوں: "معتزض نے اپنے کتابچے میں سیدی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا انکار کرنے والے پسندیدہ لوگوں کی تعظیم و توقیر کو معمول بنایا ہے، جبکہ سیدی عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ و مقام کا اقرار اور اظہار کرنے والی بڑی بڑی شخصیات کی تھیک کرنا اور اُن کے لیے دعا میں کی کرنا معتزض کا پسندیدہ مشغلہ ہے، یہ سب شعلے ہیں جو معتزض کے قلم سے نکلے ہیں۔"

اور معتزض کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ: "علم الانساب کے ماہرین میں سے کسی نے اہل بیت کے ساتھ حضرت غوث اعظم کی نسبت کا اقرار نہیں کیا۔" بلکہ میں تو کہتا ہوں: "علم الانساب کے ماہرین کا تو حضرت غوث اعظم کے سید ہونے پر اجماع ہے، جیسے کہ تفصیل علامہ عبدالرحمن قاسمی کی تصنیف "جوہرۃ العقول فی ذکر آل الرسول" میں مذکور ہے، اور کچھ تفصیل پچھلے صفحات میں بھی گزر چکی ہے، اور اس اجماع کی تشریح مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (۱) کی ہے، اور "سیرۃ الجیش" میں ہے:

ولا اعتداد بحسود لاکہ یرید ان یصلیٰ نور اللہ

"اُس غیر مذہدار حاسد کی کوئی حیثیت نہیں جو اللہ کے نور کو بجھانا چاہتا ہے۔"

پھر معتزض نے کہا: "اس نسب کو عدل و انصاف والی دلیل کے ساتھ ہی ثابت کیا جا سکتا ہے اور ایسی دلیل قاضی ابوصالح کو نہیں مل سکی، اور مزید یہ کہ اُن کے جد امجد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور اُن کی اولاد (قاضی ابوصالح) کے کلاس سے بھی دلیل نہیں ملتی۔"

میں کہتا ہوں: "میں بھی دلیل کی اہمیت کا انکار نہیں کرتا، بیان کیا گیا ہے کہ ایک نادار سید زاوی نے کسی مسلمان کے دروازے پر دستک دے کر کھانے پینے کے لیے کچھ مانگتے ہوئے کہا: "میں سید زاوی ہوں۔" تو گھر والے نے کہا: "آپ کے سید ہونے کی کیا دلیل ہے؟" تو اُس شخص نے رات کو خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہو گئی ہے، اور اُسے شدید پیاس لگی، وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوش پر آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کی التماس کرتے ہوئے کہنے لگا: "میں مسلمان ہوں۔" تو آپ نے پوچھا: "تمہارے مسلمان ہونے کی کیا دلیل ہے؟" یہ سوال سن کر گھبراہٹ کے سبب اُس شخص کی آنکھ کھل گئی۔

اور معتزض کا یہ کہنا بھی دھوکہ ہے کہ: "قاضی ابوصالح کے پاس حضرت غوث اعظم کی سیادت کی دلیل نہ ہونے کے ساتھ ساتھ اُن کو اس مسئلہ پر اپنے جد اعلیٰ حضرت غوث اعظم کی طرف سے بھی تائید نہیں ملی۔"

معتزض کی چالاکی دیکھئے کہ اُس نادان نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت غوث اعظم نے خود اپنے سید ہونے کی لٹی کی ہے، اور پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی ساری اولاد نے اپنے حسی نسب شریف کا ذکر فرمایا ہے، اور فرض کیا کہ حضرت غوث اعظم نے اپنے سید ہونے کا ذکر نہ بھی فرمایا ہو، تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ آپ کی حسی نسبت درست نہیں، اس دنیا میں حسی نسبت پر فخر کرنے والے اکثر لوگوں کا مقصد جاہ و مال کا حصول ہوتا ہے، جبکہ دنیا سے

(۱) حضرت مہدی قاری نے اس مسئلہ پر اپنی تصنیف: "نورۃ الخاطر للظاهر العاقل فی ترجمہ سیدی الشریف

مصدقہ سلطان اولیاء، لا کلمہ الحسب الحسنی، رضی اللہ عنہ، میں اپنی اعلیٰ کنگولر ملی ہے (مترجم)

بے رشتی اور بے نیازی رکھنے والے اکثر لوگ پوچھتے بغیر اپنے حسنی نسب کا اظہار نہیں کرتے، اور یہ شرعی حکم ہے کہ اگر کوئی باپ (غصے اور ناراضگی کی وجہ سے) اپنے بیٹوں کے نسب کی نفی کر دے تو بھی بیٹوں کا نسب برقرار رہے گا، کیونکہ بیٹوں کے نسب کی نفی کرنا اُس کے اختیار میں ہی نہیں ہے، اس مقدم پر ہم نے مشہور محقق ابو العباس احمد وائشریسی کا فتویٰ نقل کرنا مناسب سمجھا ہے، اور وہ فتویٰ ہمارے پیش نظر مسئلے کی واضح توضیح ہے۔

معرض نے کہا: فقیدہ وقاضی ابوعلی الحسن بن عثمان وائشریسی (۱) سے اُن بیٹوں کے بارے میں پوچھا گیا جن کے باپ کے بارے میں سید ہونے کی گواہی دی گئی تھی اور وہ انتقال کر گیا، اُس کے بیٹے اپنے باپ کے انتقال کے بعد بیس سال تک سید کہلاتے رہے، پھر ان بیٹوں کے جس باپ کے سید ہونے کی گواہی دی گئی تھی اور وہ خود بھی ساری زندگی سید ہی کہلاتا رہا تھا، کسی مخالف نے یہ گواہی دی کہ ”وہ کہا کرتا تھا: ”جس نے مجھے سید کہا میں کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس سے ہتھکڑا کروں گا۔“ کیا اس گواہی کے بعد مذکورہ بالا شخص کی اولاد کا نسب باطل ہوگا یا نہیں؟

اس پر ملتبی مذکور نے جواب دیا: مسئلہ میں مذکور شخص اور اُس کی اولاد کا سید ہونا ثابت ہے، کسی شخص کا ایسا قول (اگر اُس نے کہا ہو تو بھی) اُس کے نسب کو باطل نہیں کرتا،

(۱) حضرت معنف نے وائشریسی کی نسبت رکھنے والی شخصیت کا نام درود وعدہ ذکر فرمایا: بیکلی مرتبہ ابو العباس احمد وائشریسی لکھا جبکہ دوسری دفعہ ابوعلی حسن بن عثمان وائشریسی لکھا ہے۔ یہاں پر کاتب کے ہاتھوں کثیت بھی تبدیلی ہوگئی، نام بھی تبدیل ہو گیا اور ملحق صاحب کے والد کا نام بھی بڑھایا ہے، پیش نظر دونوں نسخوں میں یہ دونوں نام اسی طرح مذکور تھے اور رقم الحروف یہ تھیں نہیں کہ کسان دونوں میں سے کس کو اختیار کیا جائے لہذا ان دونوں ناموں کو اس طرح رہنے دیا، اس سلسلے میں کسی مشورہ حوالے کے حصول پر اس مقام میں تہہ لٹا کر جانے کی انتہاء اللہ (مترجم)

ممکن ہے اُس نے کسی مجبوری کی باعث ایسا کہا ہو، یہ ایک ایسا حق ہے جسے اپنے یا کسی دوسرے کے حق میں فسخ کرنا اُس کے اختیار میں نہیں ہے، اور انساب فقط صحیح دعویٰ اور اپنے آپ کو منسوب کرنے کے ساتھ ثابت ہوئے ہیں اور اگر اس کے ساتھ ساتھ عاوانہ گواہی بھی شامل ہو جائے تو پھر اس نسب کے صحیح ہونے میں کچھ کمی باقی نہ رہے گی۔ یہ مختصر گفتگو تقریباً چار صفحات پر بکھرے ہوئے سوال و جواب کا خلاصہ ہے۔

پھر معرض نے کہا: حضرت غوث اعظم کے نسب میں مذکور عبد اللہ بن محمد بے اولاد تھا اور اُس کے بھائی یحییٰ بن محمد صاحب اولاد تھے۔

میں کہتا ہوں: اور یہ بات پہلے بھی کہی ہے کہ یہ ”عبد اللہ بن محمد“ حضرت غوث اعظم کے نسب میں مذکور ہی نہیں ہے، اور ایسے میں ہمیں اس بات سے غرض ہی نہیں کہ ”عبد اللہ بن محمد“ کے ہاں اولاد تھی یا نہیں، حضرت غوث اعظم کے دادا ”حضرت عبد اللہ“ یحییٰ بن محمد کے بیٹے ہیں جن کے صاحب اولاد ہونے کا معرض نے خود بھی اعتراف کیا ہے، ہم نے گزشتہ صفحات میں معرض کی طرف سے عبد اللہ بن محمد کو حضرت غوث اعظم کے نسب میں داخل کئے جانے کا سبب تحریر کیا تھا، علم الانساب کے سب ماہرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت غوث اعظم کے اجداد کی تعداد گیارہ ہے اور اس حد خود معرض نے حضرت غوث اعظم کے اجداد میں بارہویں شخصیت (عبد اللہ بن محمد) کا اس لیے اضافہ کیا کہ وہ اپنے حسد کی آگ بجھا سکے۔

اس دلیل کا رد کہ مؤرخین کے درمیان غوث اعظم کے والد کے نام میں اختلاف ہے:

معرض نے کہا: ”مؤرخین کے درمیان تو شیخ عبدالقادر جیلانی کے والد کے نام میں بھی اختلاف ہے اُن کے سلسلہ نسب میں مذکور باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟



اس لیے کہ مؤرخین میں سے کسی نے آپ کو عبد القادر بن صالح کہا، کسی نے ابن جنگی دوست موسیٰ کہا، کسی نے آپ کو عبد اللہ کا بیٹا کہا اور کسی نے یحییٰ کا بیٹا کہا، اور کسی نے آپ کو ابوصالح کا بیٹا قرار دیا۔“

میں کہتا ہوں یہ چالاکی معترض کے کسی کام آنے کی نہیں، اس لیے کہ حضرت غوث اعظم کے والد گرامی کا نام موسیٰ اور کنیت ابوصالح اور لقب جنگی دوست یعنی عظیم المرتبہ ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، اور معترض نے جو نام بڑھائے ہیں اُن کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں کہ مؤرخین میں سے کچھ نا سمجھ لوگوں نے یہ نام ذکر کئے ہیں یا نہیں، میرے نزدیک کسی معتبر عالم کو حضرت غوث اعظم کے والد گرامی کے نام میں کچھ شک و شبہ نہیں ہو سکتا اور معترض کی یہ بیہودہ بات حضرت غوث اعظم کے مرتبہ و مقام کو کم کرنے کی ایک بے سود کوشش ہے۔ حضرت غوث پاک کے والد گرامی کے نام میں اختلاف اور پانچ اقوال کا پایا جانا نہ تو حضرت غوث پاک کے لیے عیب ہے اور نہ ہی آپ کے والد کے لیے، اس لیے کہ صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے والد کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے اور اس حوالے سے "عمدة القاری شرح البدایہ" میں تقریباً تیس اقوال مذکور ہیں، آپ کے والد کے حوالے سے دو نام مشہور ترین ہیں: عبد اللہ اور عبد الرحمن، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اہل صفہ میں سب سے زیادہ معروف ہیں، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کے استاذ بھی ہیں، اس کے باوجود اُن کے والد کے نام کے بارے میں اختلاف کا ہونا اُن کے لیے عیب نہیں

۱۔ جنگی دوست کو یہ معنی مصنف علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس لقب کا تقبی معنی تو "جنگ سے نہ گھرانے والا" اور اسے پسند کرنے والا یعنی دلیر کے ہیں، یقیناً یہ لقب عظیم المرتبہ اور دلیر لوگوں کو ہی دیا جاتا ہوگا (مترجم)

تو پھر یہ امر حضرت غوث اعظم کے لیے کیسے عیب بن گیا؟ اور معترض نے کہا: "اگر حضرت غوث اعظم کا حسی نسب ثابت ہوتا تو ابن جوزی اپنی تاریخ میں اور ابن سہبانی اور دیگر کہار مشائخ اپنی کتب میں اس بات کا ضرور ذکر کرتے۔"

میں کہتا ہوں: "معترض کی یہ بات بھی حضرت غوث اعظم کے حسی نہ ہونے کی دلیل نہیں، بلکہ اگر مذکورہ بالا دونوں حضرات آپ کے حسی نسب کی نفی کرتے تو معترض حضرت غوث پاک کے حسی نسب کو ثابت کرنے والے بڑے بڑے علماء اور مشائخ کا کلام بھی سن لیتا، کسی چیز کو ثابت کرنے والا نفی کرنے والے پر مقدم ہے، جیسے کہ اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے: "المثبت مقدم علی النافی۔" پھر معترض نے کہا: "اگر حضرت غوث اعظم کا حسی نسب درست ہوتا تو ممکن ہی نہیں تھا کہ انساب کے ماہر وہ علماء جنہوں نے مختصر اور تفصیلی شجرے مرتب کئے ہیں اس شجرہ نسب کو چھپا لیتے۔"

میں کہتا ہوں: "علم انساب کے ماہرین نے حضرت غوث اعظم کا نسب چھپایا تو نہیں بلکہ ظاہر کیا تھا جیسے کہ ہم نے (پچھلے صفحات میں) ذکر کیا ہے، پھر معترض نے جو الفاظ (لا یمكن) تحریر کئے ہیں، بہت عامیانه الفاظ ہیں۔ اُس کے خیال میں اگر حضرت غوث اعظم کا حسی نسب درست ہوتا تو مؤرخین اُسے ضرور ذکر کرتے اور اُن کا خاموش رہنا ناممکن تھا۔ حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ علماء اپنی کتابوں کے چہرے جہالت کی سیاہی کے ساتھ کالے کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں، خاص طور پر وہ علماء جو بحث اور تحقیق کے لیے کمر بستہ ہیں اور بڑے بڑے لوگوں کے کلام کا اپنے فہم سے رد

کرنے والے ہیں۔“

پھر معترض نے کہا: ”ہاں بعض متاخرین نے اور وہ بھی بہت تھوڑے ہیں ”بہجة الأسرار“ کے مصنف شیخ شطونی کی اتباع کرتے ہوئے حضرت غوث اعظم کی اہل بیت کے ساتھ نسبت کا ذکر کیا ہے۔“

میں کہتا ہوں: ”معترض نے اپنی جامد عقل کے ساتھ یہ گمان کیا ہے کہ حضرت غوث اعظم کا حسی نسب بیان کرنے والوں نے صرف مناقب پر مشتمل کتابوں سے ہی استدلال کیا ہے، اگر وہ ایسا سمجھتا ہے تو وہ سراسر غلطی پر ہے، کیونکہ حضرت غوث اعظم کا حسی نسب بیان کرنے والے علماء کا اپنی کتابوں میں انساب کے ماہر علماء کی آراء پر اعتنا دیتا تھا جیسے کہ انساب اور شہروں پر مشتمل کتابوں کے مصنفین کا طریقہ ہے، ان کتابوں میں ایک سطر بھی شیخ شطونی سے منقول نہیں، بلکہ ان میں سے بعض حضرات تاریخی اعتبار سے شیخ شطونی سے پہلے ہیں، اور بعض ان کے ہم عصر ہیں، اور یہ بات تقریباً ناممکن ہے کہ وہ اندسی مؤرخین کی طرح شیخ شطونی کی اتباع کریں، اور معترض کا یہ کہنا غلط ہے کہ: ”حضرت غوث اعظم کا حسی نسب بیان کرنے والے نہایت قلیل ہیں۔“ اور اس (بات کے بطلان) کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

پھر معترض نے کہا: ”سید سراج الدین رذوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب: ”صاحبہ الأصبہار“ میں حضرت غوث اعظم کا حسی نسب ثابت کرنے کے لیے جن تاویلات سے کام لیا ہے وہ یہاں تک پہنچ گئیں کہ انہوں نے حضرت غوث اعظم کی اولاد کی زبان سے کہا:

بن فائدا نسب النبی ولادۃ فلنا له نسب من الأرواح

”اگر ہمیں چہ انکی طور پر نبی کریم ﷺ کا نسب نصیب نہیں ہوا تو

ہمیں روحانی طور پر آپ کا نسب حاصل ہے۔“

یہ تاویل رحمت عالم ﷺ کے ساتھ روحانی نسبت رکھنے والوں کو وہ حقوق نہیں دلاتی جو سرور عالم ﷺ نے اپنے اہل بیت کو عطا فرمائے ہیں۔“

میں کہتا ہوں: ”امام جیلانی کا روحانی نسب بھی ثابت ہے، آپ کے جسمانی اور روحانی نسب دوہرے ہیں جن کے ساتھ حضرت غوث اعظم نے ایسی پرواز کی کہ عقلیں دنگ رہ گئیں۔“

”قواعد زرقیہ“ میں ہے: ”کسی حکم کو ذات کے ساتھ ثابت کرنا صفات عارضہ کے ساتھ ثابت کرنے کی طرح نہیں ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”سلمان منا اہل البیت۔“

”سلمان ہم اہل بیت میں سے ہے۔“

آپ کا یہ فرمان حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے جامع دینی صفات کے ساتھ اس قدر متصف ہونے کی وجہ سے تھا کہ اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی ہوتا تو حضرت سلمان فارسی اُسے حاصل کر لیتے، اور سرور عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”الأقربون أولی بالمعروف۔“

”زیادہ قریبی کسی کے زیادہ حقدار ہیں۔“

علماء نے فرمایا: یہاں رشتہ دار مراد نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے زیادہ قرب کرنے والے حضرات مراد ہیں، اس حدیث میں خالص دینی نسب والے ہی معتبر ہیں،



پھر اُس کا آب و گل سے متعفن ہونا اُس کے لئے مؤکد ہے، وہ صرف نسبی تعلق کی بنا پر روحانیت کے درجہ تک نہیں پہنچ پاتا۔“ ہم اسی بات کے ذریعے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے فرمان کی وضاحت کریں گے، آپ نے فرمایا:

”قدمی هذه على رقبته كل ولي لله۔“

”میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔“

آپ کو یہ رتبہ اس لیے عطا کیا گیا کہ آپ کو نسب اور عبادت کے باعث عظمت حاصل تھی۔

مقترض کا اہل بیت کرام کے لیے علیہم السلام کہنا اُس کے رافضی رجحان پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ انبیاء کے علاوہ کسی کیسے مستقل طور پر علیہ السلام کہنا درست نہیں اور یہ بات اہل سنت کی کتب میں مذکور ہے، مجھے لگتا ہے کہ شاید مقترض رافضی ہے، کیونکہ رافضی ہی حضرت غوث اعظم کی سیادت پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

حضرت ملا علی قاری عمید رحمۃ الہاری اپنے مددوج حضرت غوث اعظم کے حنفی نسب کے بارے میں فرماتے ہیں:

”آپ کا نسب صحیح اور تواثر سے ثابت ہے اور دو پہر کے سورج کی طرح ظاہر ہے، اور یہ نسب کسی قسم کی دلیل و برہان، نزاع، تاویل اور دفاع کو قبول نہیں کرتا، اس بات پر اہل بدعت، نفاق و حسد والے کج رو اور جھگڑالورافضیوں کی خواہشات کے برعکس اہل سنت کا اجماع ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان گمراہوں اور گمراہ کن حاسدوں کے دھوکے سے محفوظ رکھے جو لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم دیکھتے ہیں تو حسد میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔“

حضرت غوث اعظم کے واضح دلیل والے اُس نسب شریف کے لیے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں، جو ثابت ہے اور ہر جگہ مشہور و معروف ہے، شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ولیس یصح فی الأفغان شہین إذا احتاجوا النہار بی دلیل

”اگر دن کو بھی (اپنے آپ کو متوانے کیلئے) دلیل کی ضرورت ہے تو

پھر اذہان میں کوئی بات درست نہ رہے گی۔“

پھر مقترض نے کہا: ”بنو ہاشم کے نسب لاپچی لوگوں کی دسترس سے محفوظ ہیں، اللہ ابن مظفر پر رحم فرمائے جس نے بنو ہاشم کے انساب کی محفوظیت کے حوالے سے کہا تھا:

إذا كان الأعاجم من قریش فما فرق العبيد من الموالي

”اگر گج بھی قریش کہلائیں تو پھر غلاموں اور آزادوں کے درمیان کیا

فرق باقی رہے گا؟“ (۱)

میں کہتا ہوں: بنو ہاشم کے نسب کے حوالے سے مقترض کی بات اُس کی بدزبانی ہے جو اسے بری جگہ پہنچائے گی، مقترض کا پیش کردہ شعر پڑھ کر میرے سینے میں حضرت غوث اعظم کی محبت چل اٹھی تو میں نے اُسی بحر اوراق فیہ میں اُس کا جواب ایک قصیدے کی صورت میں لکھا، اس لیے کہ مقترض کا پیش کردہ شعر ابن مظفر کی طرف منسوب کرنا اور یہ دعویٰ کرنا کہ یہ شعر ہاشمی نسب کے بارے میں ہے، شک و شبہ سے خالی نہیں کیونکہ مقترض دیانت دار نہیں، اور انسان کو اُس کے عمل کا بدلہ دیا جاتا ہے، میں نے کہا:

عجبت لذلّی احتجّوا بالمحال یحاولون خفض سادات الرجال

(۱) یہ مقترض اور ابن مظفر کی ایسی سوچ ہے جس سے شیعہ حضرات بھی علی طور پر موافقت نہیں رکھتے کیونکہ گج اور میں بھی سید اور ہاشمی کہلانے والوں کی اپنی کثیر تعداد موجود ہے۔ (مترجم)

”مجھے حال چیز کو طلب کرنے والے پر حیرانی ہے، وہ مردوں کے سرداروں کو بچا دکھانا چاہتا ہے۔“

و من خذلانه والغي يُعْمى يؤول فصول نسبة خبر آل  
”اور ایسے شخص پر حیرانی ہے جسے بے آسرا ہونے اور گمراہی نے اندھا کر رکھا ہے، اور وہ بہترین آل کے ساتھ (غوثِ اعظم کی) نسبت کو توڑنا چاہتا ہے۔“

بتلفيق و بهتان و زور وما بعد العيان من احتمال  
”دھوکے، الزام تراشی اور جھوٹ کے ذریعے (غوثِ اعظم کی آل رسول کے ساتھ نسبت کو توڑنا چاہتا ہے) اور (کسی چیز کو) کو دیکھ لینے کے بعد شک کی گنجائش نہیں رہتی۔“

و عجرة شامي في مداها فاذى اهل حضرة ذي الجلال  
”اور ایسی بدزبانی کے ذریعے جو اپنی انتہا کو پہنچ گئی، پس اس (معرض نے) بارگاہِ رب ذوالجلال میں حاضر باش لوگوں کو اذیت دی۔“

و في الايداء ليدان بحرب نعود بريناً من ذا الخيال  
”اور (اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو) تکلیف دینے میں (اللہ کی طرف سے) اعلانِ جنگ ہے۔“ (۱) ہم ایسی حرکت کے خیال سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔“

(۱) اس شعر میں حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے جس میں ارشاد ہوا ہے:

من عاذ لي ولها فقد آذنته بالحرب۔

”جس نے میرے کسی ولی سے عداوت رکھی میں نے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کیا۔“

مركب جهله و من اقتفاه ضلال في ضلال في ضلال  
”معرض اور اس کے پیشوا کی جہالت تہہ در تہہ گمراہیوں سے مرکب ہے۔“

و قولك من أعجم لست تدري و قول الحق يعلو كل عال  
”اور تمہارا یہ کہنا کہ عجیبوں سے (قریبی ہونا محال ہے، عجیب ہے) تیری اپنی لاعلمی ہے اور حق بات ہر بلند چیز سے بلند ہوتی ہے۔“ (۱)

بأن الساكنين القطر حيناً له ينمون قصد الاحتلال  
” (تو نہیں جانتا) کہ زمین کے رہنے والے کسی وقت برکت حاصل کرنے کے لیے ان سے نسبت قائم کرتے ہیں۔“

و قد ملأوا الصحائف فاستضاءت من انشرف المحضن بالكمال  
”اور انہوں نے صحائف کو بھر دیا اور وہ صحائف کمال کی مضبوط حفاظت والے شرف (سیادت) کی روشنی سے چمک اٹھے۔“

بأن القادري الغوث فرع بسبط محمد أصل المعالي  
” (تو یہ بھی نہیں جانتا کہ) حضرت غوثِ اعظم تمام بلند یوں کی اصل سرور عالم کا شاخہ ہیں۔“

بنظم أصوله في سلك عقد يقصر دونه عقد اللائمی  
” (سلسلہ نسب) ہمارے لڑی میں اجداد کی ایسی ترتیب کے ساتھ (ثابت ہے) جس کے سامنے قیمتی ہیروں کے ہار پڑتے ہیں۔“

(۱) اس شعر میں معرض کے پیش کردہ اس شعر کی طرف اشارہ ہے جو پہلے صفحات میں ذکر ہوا، معرض نے یہ شعر ابنِ مظفر کی طرف منسوب کیا تھا، شعر کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

إذا كان الأعجم من قريش فما لفرق العبد عن النبوي



امثلك يا قصير الباع مِرْجِي لتحقيق المسائل بالنضال  
 "اے کوتاہ دست کیا تجھ جیسے آدمی سے محنت اور کوشش کے ساتھ  
 مسائل کی تحقیق کی امید کی جاسکتی ہے؟"

منصات العلوم لها فحول عن القصراء بعيدات المدى  
 "علوم کے بلند مقامات کوتاہ دستوں کی پہنچ سے دور ہیں، اُن بلند  
 مقامات کے لیے بڑی بڑی علمی شخصیات ہیں۔"

انحسب ان غور العلم دان لم استغرت ان الجو خال  
 "(اے معترض!) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ علم کی گہرائیوں میں اترنا آسان  
 ہے؟ تمہیں خوش فہمی کیوں ہوئی ہے کہ میدان خالی ہے؟"

امثلك يا ضعيف العقل اهل نفهم كلام اقطاب اعال  
 "اے گنہگار زمین! کیا تجھ جیسے لوگ بلند مرتبہ اقطاب کا کلام سمجھنے کی  
 اہلیت رکھتے ہیں؟"

و تعترض الاكابر في علاهم بدعوى العلم في ذاك المجال  
 "تو عظماء کا دعویٰ کرتے ہوئے علمی میدان میں بڑے بڑے اہل علم  
 کے برابر کھڑا ہونا چاہتا ہے؟"

كنابر بدر تم في دجاء ووزع نافذ قن الجبال  
 "اُس سنے کی طرح جو اونچائی سیادرات میں چمکتے چودھویں کے چاند  
 کو بھونکتا ہے، یا اُس بتوں غنچ کی طرح جو پہاڑوں کی چوٹیوں کو  
 پھونک مارتا ہے۔"

و فرق بين تاج في الثريا و ترب تحت أطباق النعال  
 "شریاء کی بلند پوں میں تاج اور جوتوں کے تلووں کے پیچھے کی مٹی کے  
 درمیان (زمین آسمان کا) فرق ہے۔"

انطمع يا أخيرج أن تجاري كمالا في مقدمة الرجال  
 "اے نگرے! کیا تو اُس سیاحی ماکل سرخ رنگت والے گھوڑے کا مقابلہ  
 کرنے کی خواہش رکھتا ہے جو گھوڑوں کے اگلے دستے میں دوڑتا ہے؟"

اندخل يا معني في مضيق حسب ظلامه مأوى الظلال  
 "اے اپنے آپ پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے والے! کیا تو اس  
 وجہ سے تنگ جگہ میں داخل ہوتا ہے کہ تو نے اُس کی تاریکیوں کو محفوظ  
 پناہ گاہ سمجھا ہے؟"

فكنت كباحث حقا بظلف يكل لحنه كل احتيال  
 "(تو اپنے اس رویے کی بنا پر) اُس نادان ہو پائے کی طرح تھا جو  
 (نادانی میں) اپنے سُم کے ذریعے موت کا متلاشی تھا (اور) اپنی  
 موت کے لیے ہر حربہ استعمال کر رہا تھا۔"

تبارز سيد الأبطال لكن مجانين الحماقة لا تهابي  
 "تجھے پاگل پن کی انتہا تک پہنچے ہوئے لوگوں کی تو پروا نہیں مگر تو  
 شہسواروں کے سردار کو لاگارتا ہے۔"

أمعني القطب تعرفه فتلفي نفوذ الحكم منه على الأعلی  
 "تو قطب کی بڑے بڑے لوگوں پر تاثیر کی نفی کرتا ہے، کیا تو قطب کا

معنی بھی جانتا ہے؟

أمعنى القرب تدركه مذاقا فتبطل عنهم الفخر الدلالي  
”کیا تو قرب کا معنی واقعی جانتا ہے کہ تو مقررین کے ناز و اے فخر کی نشی کرتا ہے؟“

متى فرغت يذاك بهاب سر متى سهوت جفونك في الليالي  
”تیرے ہاتھوں نے راز کا دروازہ کب کھٹکھٹایا ہے؟ اور تیری آنکھیں کب راتوں میں جاگی ہیں؟“

متى انكشفت لقلبك من زوايا علا الملكوت أقدار الجمال  
”تیرے دل کے بند گوشے کب کھلے؟ عالم ملکوت کے پیچھے کتنے ہی چاند پوشیدہ ہیں؟“

متى أكرمت يوما بالنعلى لدى الحضرات في أهل الوصال  
”تجھے وصال کی نعمت سے سرشار لوگوں کی صحبت میں ایک دن (کے لیے ہی سہی) تجلی سے کب نوازا گیا؟“

متى اكتملت عيون ملك يقظى بروية أحمد عین الجمال  
”تیری آنکھوں نے بیداری کی حالت میں سراپا جمال سیدنا و مولانا احمد مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف کب حاصل کیا؟“

متى خلاصت عليك علوم غيب فتفهم ما سمعت من المقال  
”تجھے پر نہیں علوم کا فیضان کب ہوا کہ تو جو بات سنے اس کو سمجھنے لگا ہے۔“

وحيث ظواهر التصنيف غابت عليك فاین باطنها الجلالی  
”جب کتابوں کے ظاہری مفہوم تیری سمجھ سے بالاتر ہیں تو ان کے روشن باطن تک تیری رسائی کہاں ہوگی؟“

تواحم بالمناكب أهل علم وهل كالشمس مرمى الذبال  
”تو اہل علم کے ساتھ اپنے کندھے لگراتا ہے، اور کیا (تیری نظر میں) آفتاب جیسے درخشندہ لوگ، ذرہ خاک ہیں؟“

لئن لم يشفع الجملى فضلا لدى الرحمن فيك أذا الويال  
”اے ہلاکت کے حقدار! اگر حضرت غوث اعظم نے ازراہ عنایت بہت ہی مہربان رب کی بارگاہ میں تیری سفارش نہ فرمائی تو!“

لتبصر من عقاب الله قسطا تفوق به فريق الاعتزال  
”تو اللہ تعالیٰ کی سزا کا ایک ایسا حصہ دیکھے گا کہ تو اس کے سب (گمراہی میں) معترکہ کے گروہ سے بڑھ جائے گا۔“

وذا إن لم تكن منهم و إلا فابشر بالنكال على النكال  
”اور یہ بات تو تب ہے کہ اگر تو معترکہ میں سے نہ ہو، اور اگر تو انہیں میں سے ہے تو پھر تیرے لیے دو گئے عذاب کی خوشخبری ہے۔“

حضرت غوث اعظم کے پوتے سید عبدالسلام پر اعتراض کا جواب:

معرض نے مزید ہرزہ سرائی کی اور اس کے تقریباً چار صفحات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت غوث اعظم کے پوتوں میں سے جس نے ہاشمیت کا دعویٰ کیا وہ معرض کے خیال میں رکن الدین (حضرت) عبدالسلام بن (حضرت) عبد الوہاب بن (حضرت) شیخ



عبد القادر جیلانی ہیں، اور معترض نے (حضرت) عبدالسلام موصوفی پر زندقیت کا الزام اور دیگر تہمتیں لگا کر کہا: ”ایسے شخص کی طرف سے (ہاشمی) نسب کا دعویٰ کیسے قبول کیا جاسکتا ہے جس کی کتابیں اُس کی زندگی میں ضبط کی گئی ہوں اور اُن کتابوں میں مصنف کے ہاتھ کی ایسی تحریریں ہوں جن میں ستاروں کو خدا کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا اور دیگر ایسی کفریہ بات پائی گئیں اور اُن کتابوں کی ضبطی کا سبب ابتلاء کا وہ دور تھا جو (معترض کے بھائی) شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ پر وزیر مملکت ابن یونس کے دور میں آیا، اور یہ ابتلاء اس لیے آیا تھا کہ ابن یونس اپنی شہادت کے دور میں (حضرت) غوث اعظم کے پوتوں کا پرہیزی تھا اور شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ اسے ستایا کرتے تھے، اور پھر جب وہ وزیر بنا تو اُس نے (حضرت) غوث اعظم کے پوتوں کی عزت خاک میں ملا دی اور جوش انتقام میں (شیخ) عبدالسلام رحمہ اللہ کے گھر پر قبضہ کر لیا، اور اُن کے گھر سے فلسفوں کی تمام کتابیں نکلوا لیں، پھر علماء اور شہر کے معززین کو جمع کیا اور ابن یونس نے (سب کے سامنے شیخ) عبدالسلام رحمہ اللہ سے اُن کتابوں کی لکھائی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا: ”لکھائی تو میری ہی ہے، لیکن مجھے خبر نہیں کہ ان عقائد کا اظہار کرنے والا اور ان پر ایمان رکھنے والا کون ہے۔ قاضی نے (شیخ) عبدالسلام رحمہ اللہ کو فاسق قرار دیا، آپ کا مال غصب کر کے آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا، اور آپ کی کچھ کتابیں جلا ڈالیں، پھر آپ سے تحریری طور پر اسلام کا اقرار کروایا گیا، اور ابن یونس نے شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ کو آپ کے ولید ماجد کی سفارش پر رہا کیا، اور آپ کو آپ کی وہ کتابیں واپس کر دیں جو جلنے سے محفوظ رہ گئی تھیں، پھر آپ کو بعض حکومتی مناصب پر فائز بھی کیا گیا۔“

میں کہتا ہوں: ”ابن شاکر نے (شیخ) عبدالسلام رحمہ اللہ کا ابتلاء معترض کے

بیان کردہ واقعات سے کہیں تم جگہ میں بیان کیا ہے۔ اُس نے یہ بات تحریر نہیں کی تھی کہ آپ کے ہاتھ کی تحریر میں ستاروں کو خدا کہا گیا تھا، ہاں یہ ضرور ذکر کیا کہ آپ نے اپنے دادا کے مدرسے کے علاوہ مدرسہ شاطبیہ میں بھی تعلیم حاصل کی تھی، اور ملا علی قاری کا یہ قول نقل کیا: ”شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ محدثین میں سے تھے۔“ اور ملا علی قاری نے آپ کے نام کے ساتھ احتراماً سیدی بھی تحریر کیا، اور اسی طرح شیخ فسادوی نے آپ کو فقیہ اور امام کہہ کر یاد فرمایا۔“

اب ہم معترض کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں: اگر یہ بات تسلیم کر بھی لی جائے کہ شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ پر ابن یونس کا غیض و غضب نازل ہوا تھا تب بھی ہم یہ بات کہیں گے کہ معترض کے اپنے کلام میں بعض ایسی باتیں ہیں جو اسی کا رد کر رہی ہیں، اور وہ باتیں معترض کو اس لیے نظر نہیں آئیں کہ اُس کی آنکھیں آگئی ہوئی تھیں، شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ پر زندقیت کا حکم (معترض کے بقول) وزیر مملکت ابن یونس کے دل میں حضرت غوث اعظم کی اولاد کے لیے انتقام کے جذبے کی وجہ سے تھا، اور ایسا رویہ متعصبانہ غیض و غضب کے باعث تھا، اور ابن یونس کا یہ رویہ اُس کے متعصبانہ غیض و غضب کے باعث تھا اور ایسا اکثر والہانہ مملکت اپنے سے برتر شخص کے ساتھ کرتے ہیں، اور اس بات پر معترض کے یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں: ”اُس (ابن یونس) نے آپ کا مال غصب کر لیا۔“ اور معترض کا یہ کہنا: ”جوش انتقام میں“ اور قاضی کا شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ کے خلاف اُن کی تحریر کی بنا پر یہ معلوم کئے بغیر حکم صادر کر دینا کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہے آپ اُس پر ایمان بھی رکھتے ہیں یا نہیں، حالانکہ فقط کفریہ عبارت کو نقل کرنے کی وجہ سے اُس کو کافر، زندقہ یا فاسق نہیں کہا جاسکتا، اس لیے کہ

ممکن ہے کہ شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ نے یہ باتیں ان کا رد کرنے کے لیے یا کسی اور مقصد کے لیے تحریر کی ہوں جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

و ليس اعتقادهم ماعط كفه

كما ان حاكمي الكفر ليس بكافر

”کسی انسان کے ہاتھ کی تحریر (ضروری نہیں کہ) اس کا عقیدہ بھی ہو، جیسے کہ (زبانی حد تک) کفر کی نقل کفر نہیں ہوتی۔“

شیخ رکن الدین عبدالسلام رحمہ اللہ نے جب اپنے ہاتھ کی تحریر کا اقرار کر لیا اور (یہ بھی) کہا: مجھے معلوم نہیں کہ اس عبارت میں موجود عقیدے کا قائل کون ہے اور کون اس پر ایمان رکھتا ہے، بلکہ انہوں نے اس عبارت پر ایمان رکھنے سے انکار کیا، اور یہ انکار ابن شاکر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے، یہی نہیں بلکہ اُس نے شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ کو ابو منصور کی کنیت اور حنبلی فقیہ کے لقب سے یاد کیا ہے، ابن شاکر کا کہنا ہے: جب شیخ عبدالسلام کو ان کی تحریر پر مطلع کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

”میں نے یہ عبارت حیرت اور تعجب کی بنا پر لکھی ہے اس پر یقین اور ایمان رکھتے ہوئے نہیں لکھی۔“

بڑے بڑے علماء نے فرمایا ہے:

”کسی کا لفظ اور عمل اگر کسی وجہ سے کفر کا احتمال رکھتا ہو اور ایک وجہ سے اسلام کا احتمال رکھتا ہو تو ایسے شخص کو مسلمان ہی قرار دیا جائے گا۔“

یہ بات بہت سے محققین نے فرمائی ہے۔ انہی محققین میں سے ایک مالکی مذہب کے علم بردار شیخ اسماعیل تلمیسی رحمہ اللہ ہیں انہوں نے اپنی کتاب ”المنہج الاچھہ

فی طمس الضلالة الوهابية“ (۱) میں اس حوالے سے اظہار خیال کیا ہے، اور انہی محققین میں سے علامہ شیخ علیش بھی ہیں۔

ابن فورک رحمہ اللہ نے فرمایا:

”ایک شبہ کی بنا پر ہزار کافروں کو اسلام میں داخل کرنا شبہ کی بنا پر ایک

مومن کو دائرہ اسلام سے نکلانے سے زیادہ مناسب ہے۔“

ایسی ہی بات قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ”الشفاء“ میں تحریر فرمائی ہے، امام قرافی نے طرطوشی سے نقل کرتے ہوئے ”الفردوق“ میں لکھا ہے:

”اصول کا ایک ماہر کفر کی تمام اقسام پر مطلع ہوتا ہے تا کہ اُن سے بچ

سکے، اور اُس کی گواہی پر کوئی عیب نہیں لگایا جائے۔“

اور قرافی نے بعض مامکیوں کے اس قول میں پائے جانے والے اطلاق کا رد کیا ہے: ”جادو کفر ہے“ اور قرافی کے اس رد کو اس عبارت پر حاشیہ لکھنے والے ابن الشاط نے بھی برقرار رکھا۔

اور ہمارے شیوخ کے استاد عماد الدین سیدی ابراہیم ریاحی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالے میں قرافی کا یہ قول نقل کیا ہے:

”العبارة في الردة بالمقاصد۔“

”ارتداد کا اعتبار مقاصد کی بنیاد پر ہے۔“

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے بھی ”الجامع الفصولین“ اور ”بیزاریہ“ اور دیگر کتب سے ایسا ہی قول نقل کر کے فرمایا: بیزاریہ میں اتنی بات کا اضافہ ہے:

(۱) اس عربی کا ترجمہ ہجوکان ہے: ”وہابی گمراہی کو جس نے پراشتعالی کے افعالت۔“



”ہاں اگر (کفر یہ کہہ لوئے والے نے) کفر تک پہنچانے والے  
امر کے اردوے کی صراحت کر دی (تو کفر زہم آئے گا)۔“

ان سارے اقوال و آراء سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اگر کوئی شخص صراحت سے  
کفر یہ کہہ نہ سکے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس تناظر میں شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ کا  
مسئلہ زیادہ توجہ طلب اور غور سے جاننے کا حق دار تھا، کیونکہ آپ نے صراحت کر دی  
تھی کہ آپ اس کفر یہ عبارت سے متعلق نہیں ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے ”تہجو“ سے نقل کیا ہے: ”جب تک کسی  
مسلمان کے کلام سے اچھا مفہوم لیا جاسکتا ہو، یا اس کے کفر میں اختلاف ہو، اگرچہ ضعیف  
روایت کی بنیاد پر، تب تک اس کی تکفیر کا حکم نہیں دیا جائے گا، چنانچہ تکفیر سے متعلق کتابوں  
میں اکثر و بیشتر جو کفر یہ الفاظ مذکور ہیں ان کی بد پر (بلا تحقیق فوراً) تکفیر نہیں کی جائے گی،  
اور میں نے (۱) اپنے آپ پر لازم کیا ہے کہ ان الفاظ میں سے کسی لفظ کی بنا پر (جھلٹ  
میں) کوئی فتویٰ نہ دوں“ علامہ ابن عابدین کے واسطے سے ”بحر“ سے مختصر اقتباس:

شیخ تقی الدین ابن النجار حنبلی رحمہ اللہ نے ”مستطیع الاوقات“ کی شرح میں فرمایا:

”جب تک کسی عقل والے کے کلام سے کوئی مفید پہلو نکل سکتا ہو اور

اس میں پائے جانے والے فساد کی تصحیح ممکن ہو تو ایسا کرنا واجب ہے۔“

ایسی ہی بات شیخ ابراہیم کورانی شافعی رحمہ اللہ نے بھی ارشاد فرمائی ہے، اور اس بات  
کی تائید کرتے ہوئے اپنے رسالے ”المسلک الجلی“ میں کئی صفحات تحریر کئے ہیں اور  
ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف ”الاعلام بقواطع الإسلام“ میں فرمایا ہے:

(۱) بیانات علامہ ابن عابدین شامی کے ہیں۔

”امام الامام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ایمان ایک طے  
شدہ اصل اور معنی ہے، لہذا ہم اس کی نفی اسی جیسے مخالف یقین کے  
بغیر نہیں کریں گے۔“

علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حدود، طلاق، نکاح اور غلام یا باندی کی  
آزادی کے معاملے میں فقہ تحریر کی بنا پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا اگرچہ لکھنے والا زبانی اقرار  
بھی کر لے کہ یہ تحریر اسی کی ہے، ہاں اگر وہ اپنے حوالے سے خود گواہی دے تو ان امور  
میں سے اس امر کا اعتبار کیا جائے گا جس کی لکھنے والے نے خود گواہی دی، اور اگر وہ  
اپنے ہاتھ کی تحریر میں عمل مذکور کی نفی کرتا ہے تو پھر اس کی نفی کا اعتبار ہوگا جیسے کہ  
”مصدونہ“ وغیرہ میں مذکور ہے۔

قارئین کرام! دانشرینی کی ”المعیار“ دیکھئے، وہاں بھی وہی کچھ بیان ہوا ہے  
جو ہم نے چاروں مذاہب کے ائمہ سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

”رکن الدین شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ مظلوم ہیں، اور ان پر تہمت لگانے

والا ملامت کے قابل ہے، اور ان کی عزت اچھالنے والا خدا کی

سپاہیوں سے تھپتھپانے کے لائق ہے۔“

مجھے یہ محسوس ہوتا ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ معترض کا رکن الدین شیخ  
عبدالسلام رحمہ اللہ پر الزامات لگانے کا مقصد یہ ہے کہ معترض ان کے عادل ہونے کی  
نفی کر سکے، اور اس کا خیال ہے کہ شیخ عبدالسلام حضرت غوث اعظم کی بولاد میں سے  
پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے سید ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اور معترض اس بات سے ڈرتا  
ہے کہ اسے یہ کہا جائے: ”خبر واحد اگر عدل کے ذریعے پہنچے تو پھر بھی وہ علم کا قلمدہ

دیتی ہے اگرچہ اس کے ساتھ کوئی قرینہ نہ بھی ہو۔“

جب خبر واحد علم کا فائدہ دیتی ہے تو قابل غور بات یہ ہے کہ غوث اعظم کے گھرانے کی سیادت تو باقاعدہ تواتر کے ساتھ مستند قرار پائی ہے، کیونکہ اس گھرانے میں سیادت کی مطلوبہ شرائط پائی جاتی ہیں، قرآنی نے ”سیدہ“ میں تواتر کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

”کسی محسوس امر کے بارے میں ایسے گروہوں کی خبر (متواتر کہلاتی ہے) جن کا جھوٹ پر جمع ہونا عاقل محال ہو، اور اکثر عقلاء کا موقف یہ ہے کہ ماضی اور حال کے متعلق ایسی خبر علم کا فائدہ دیتی ہے، تواتر سے حاصل ہونے والی خبر جمہور علماء کے خیال میں بھی قابل اعتبار ہے۔“

معرض ایک ہی رسالے میں حضرت غوث اعظم کی اولاد میں سے سیادت کا دعویٰ کرنے والے کی شخصیت کے حوالے سے تضاد کا شکار ہوا ہے، ابھی اُس نے شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ کا نام لکھا ہے، اور پچھلے صفحات میں اُس نے لکھا تھا: ”حضرت غوث اعظم کے پوتے ابو صالح نصر نے سید ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔“ معرض کی گفتگو میں یہ تضاد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ دونوں قول خود اُسی کے گھڑے ہوئے ہیں، اور اُس کی طبیعت جھوٹی باتیں وضع کرنے سے سیر نہیں ہوتی۔

نقیب بغداد کے حوالے سے غوث اعظم کے سخت کلمات پر اعتراض کا رد:

معرض نے کہا: ”میں نے محمد بن شرف الدین بن محمد بن عبدالعزیز بن شیخ عبدالقادر جیلانی کے تحریر کردہ چند اوراق میں دیکھا، وہ کہتے ہیں: ”اُن کے جد امجد (حضرت غوث اعظم) نے اپنی ایک مجلس وعظ میں نقیب بغداد ابن الأعرج الحسینی کے دادا کو

انتہائی سختی سے تنبیہ فرمائی تھی اور اُس تنبیہ سے ابن الأعرج کی اولاد کے دل میں حضرت غوث اعظم کے لیے کدورت پیدا ہو گئی جس کے نتیجے میں اُس کی اولاد نے حضرت غوث اعظم کے سید ہونے کا انکار کر دیا، معرض کے بقول شیخ عقیف الدین مبارک رحمہ اللہ نے ”الفہم الربانی“ میں پورا قصہ ذکر کیا ہے لیکن میں (شیخ محمد بن مطلق بن عزوزی رحمہ اللہ) نے اس کتاب کو کھنگالا تو اس میں درج ذیل واقعہ پایا:

نقیبوں کا نقیب (حضرت غوث اعظم کی مجلس میں) پہلی مرتبہ حاضر ہوا تو آپ نے اُسے مخاطب کر کے فرمایا: ”کاش تو پیدا نہ ہوتا، اور اگر پیدا ہو ہی گیا تھا تو یہ ہی جان لیتا کہ تو کس لیے پیدا کیا گیا ہے، اے سوئے ہوئے انسان ہوش کر، قیامت کے دن تیرے سامنے کوئی راستہ نہیں ہوگا، تم سے کہا جائے گا: تمہارے استاذ کا پڑھایا ہوا سبق کیا ہوا؟ تجھے کون تیرے نبی کی اولاد جانتا ہے؟ تیرا نسب صحیح نہیں، اللہ تعالیٰ اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں (مقبول) نسب تو اہل تقویٰ کا ہے، سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: ”آپ کی آل کون ہیں؟“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کل تقی آل محمد۔“ (۱) ”ہر متقی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل ہے۔“

تم چپ رہو تم کچھ عقل نہیں رکھتے، تمہارا گھر دجلہ پر ہے لیکن تم پیاسے مرو گے، دو قدم اٹھاؤ زمین کی بارگاہ تک پہنچ جاؤ گے، اپنے نفس کو قابو میں کر لو اور اچھے اخلاق اپنالو (۲) اگر کامیابی کے خواہش مند ہو تو میری بات کی چوٹوں کو برداشت کرو، جب مجھے

(۱) اس حدیث کو طبرانی نے اوسط (۳۳۸/۳) اور معجم (۱۶۹/۱) میں روایت کیا، جبکہ بن ز نے اپنی مسند (۵۰۶/۶) میں روایت کیا، اور حافظ کی التوحید دیکھئے۔

(۲) میرے ناقص خیال میں انہی دو چیزوں (نفس کو قابو کرنا اور اچھے اخلاق پنانا) کو مرضی کی بارگاہ تک پہنچانے والے دو قدموں سے تعبیر کیا گیا۔ (مترجم)



اصلاح کے ساتھ وہاں حد تک لگاؤ اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے تو میں تمہیں نہیں دیکھتا (۱) جب میری طبیعت میں جوش اٹھائی لیتا ہے تو اس میں میرا خاص حلوں کر جاتا ہے تب میں تمہارا چہرہ نہیں دیکھتا بلکہ میری نظر تمہاری اصلاح اور تمہارے دل سے میل کیل دور کرنے پر ہوتی ہے، میں (تمہاری اچھی اصلاح کے ذریعے) تمہارے گھر سے (تمہارے گناہوں کے نتیجے میں جلتی ہوئی) آگ بجھاتا ہوں، اور (تمہاری اچھی تربیت کے ذریعے) تمہارے اہل خانہ کی (اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے) حفاظت کرتا ہوں، میں تمہاری آنکھیں کھول رہا ہوں۔ اپنے آگے (موت کے بعد کی زندگی کو) دیکھو۔“ (آپ اس انداز میں بھیٹیں فرماتے رہے) یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ”میں تمہارے بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں اور تو یہ سمجھتا ہے کہ میں تجھے اپنے بوجھ اٹھاؤں گا؟ میرے بوجھ کے لئے اللہ عزوجل کا فضل و کرم کافی ہے۔

ہزار سال سفر کرو تا کہ تم مجھ سے کوئی بات سن سکو (لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس) میرے اور تیرے درمیان چند قدم کا فاصلہ ہے (پھر بھی تو کوئی صیحت نہیں سنتا) تو سست مزاج ہے، پرلے درجے کا جاہل ہے، تجھے یہ گمان ہے کہ تجھے کچھ دیا گیا ہے، تجھ جیسے کتنے ہی لوگوں کو دنیا نے کھلایا پلایا اور مونا کیا، اگر ہم دنیا میں بھلائی دیکھتے تو ہم اس کی طرف تجھ سے پہلے پہنچتے مگر تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹتے ہیں، اور ہم جس حال میں ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہیں۔“

یہ فرما کر جب آپ کرسی سے اترے تو آپ کے بعض شاگردوں نے کہا:

(۱) میری ہمت رائے کے مدنی "لا اُعلیٰ جنونی" سے نقل ہے کہ آپ کا منہ "اصلاح کے ساتھ آپ کا دھماکہ" اور "میں تمہیں نہیں دیکھتا" سے پورا ہے کہ تمہارے جھوٹے دعوے کوئی بلکہ تمہاری صلاح کو دیکھتا ہوں۔

”آج آپ نے وعظ میں بہت مبارکدیا ہے۔“

آپ نے فرمایا:

”اگر میرے کلام نے اس پر کچھ اثر کیا تو وہ (ابن الاعرج) غنقریب

دوبارہ ضرور آئے گا۔“

معرض نے مذکورہ بالا کلمات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ”عقیف الدین مبارک نے جو کچھ نقل کیا ہے عقل اسے جوں کا توں قبول کر کے صحیح نہیں مان سکتی، اور حضرت غوث اعظم کے لئے بھی یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ قریب لفظ سے یہ کہتے ”میرا نسب صحیح نہیں۔“ اور یہ کہ وہ قریب لفظ کو یہ کہہ کر عقل سے ہی خارج قرار دے دیں: ”تم کچھ عقل نہیں رکھتے۔“ اور ان کے لئے درست نہیں تھا کہ وہ اپنے لئے یہ کہتے ہوئے جنوں کا اقرار کریں: ”جب میرا جنون مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے تو میں تمہیں نہیں دیکھتا۔“ اور ان کے لئے یہ بھی مناسب نہیں تھا کہ وہ اللہ کے کام کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے یہ کہتے: ”میں تمہارے گھر سے آگ بجھاتا ہوں اور تمہارے اہل خانہ کو بچاتا ہوں۔“ اور یہ بات بھی مناسب نہیں تھی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی آل کے ساتھ اپنے مخالف کے تعلق کو استہزاء کا نشانہ بنائیں اور اسے جاہل قرار دیں، اور اس کے دجھ یعنی دکھ درد اٹھانے کا دعویٰ کریں، حالانکہ دکھ درد دور کرنے والا عظیم قدرت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور حضرت غوث پاک جیسے شخص کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ مذکورہ بالا شخص کو ایسے کلمات کہیں، یہ تو بے خبر لوگوں کا کلام ہے، اونپانے کرام کا کلام تو اس کے عکس ہوتا ہے، تمام سادات بالخصوص اور اہل علم حضرات باحیثیت کے نسب کا احترام کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ”اہل بیت کا نسب آخرت میں نفع دے گا۔“ اور ان

کے پاس کتاب وسنت سے کثیر دلائل بھی موجود ہیں۔ (۱)

”السيف الرباني“ کے مصنف کہتے ہیں: ”ہم نے معترض کی عبارت سے یہ جان لیا ہے کہ وہ اولیائے کرام کے زوق اور ان کی زندگیوں میں موجود حقائق سے بہت فنی دور ہے، بلکہ وہ تو عقلا و نصحت کرنے والوں کے منہج و اسلوب اور ان کے لطیف اشاروں سے بھی قطعاً آگاہ نہیں، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکمت و دانش سے لبریز ارشادات میں سے آپ کا یہ ارشاد ہے:

”رحمہ اللہ امرء اعرف نفسه و لم يتعد طوره۔“

”اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنے آپ کو جانا اور اپنی

حد سے تجاوز نہیں کیا۔“

اللہ تعالیٰ حکمت و دانش کی بات کہنے والے شاعر کو جزائے خیر دے جس نے کہا تھا:

(۱) میرے لئے اس ہزار گراف کا ترجمہ بہت گراں اور مشکل ذمہ داری تھا جسے کسی نہ کسی طرح نبھایا ہے۔ مکی مرحوم نے چاہا کہ اس کا ترجمہ نہ کروں اور حاشیہ میں لکھ دوں کہ اس جگہ ایک ہزار گراف کا ترجمہ اس میں موجود ہے اور جوں اور ثقافتوں کے باعث مجھ کو یا لیکن پھر یہ خیال آیا کہ سورج پر تھوکنے والے پادشہ کو اپنے ہی چہرے سے صاف کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، لیکن پھر اس خیال سے مجھے جیسے جیسے ہوا ترجمہ کر دیا کہ معترض کی بد بظنی، اس کی جہالت اور انتہائی بد نصیبی اور گروہی سامنے آجائے، ہاتھی دُسر نے بھٹی، تم بھی نہیں ہیں سب اس کی جہالت اور بد بظنی پر دلالت کرتی ہیں، یا تو اسے عربی زبان اور عقلا و نصحت کے اسباب کی خبر ہی نہیں تھی، یا حضور غوث اعظم کے لیے اس کے دل میں چھپے ہوئے بغض نے اسے اندھا کر دیا تھا، میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضور غوث پاک کے کلمات طیبات کا ترجمہ کرتے ہوئے رد جانے والوں کے لئے نو سین میں ان نکات کا صحیح مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی ہے جو معترض کی عقل میں نہیں آسکے تھے، اسی لئے عربی زبان کی گہرائیوں سے واقف معترض میں سے کوئی بھی جاہل معترض کی طرح زبان درازی اور بے دلی نہ کرتے پڑیں گا۔ (مترجم)

عليك بطورك لاتعدہ و دع من سواك لاطواره

فمن شذ عن طوره يفتضہ و تبدو حقائق اسرارہ

و ياتيہ غير جھول بہ يبين له كنه مدارہ

اپنی حد اور قدر و منزلت کو پہچاننا اور اس سے تجاوز نہ کرو، اور اپنے غیر کو اس کی حدود میں ہی چھوڑ دو۔

جو بھی اپنی حد سے بڑھا وہ رسوا ہو گیا اور اس کے پوشیدہ رازوں کے حقائق کھل گئے۔

اور اس کے پاس اس کی حدود اور قدر و منزلت سے آگاہ شخص آتا ہے تو اسے اس کی حقیقی قدر و منزلت سے آگاہ کرتا ہے۔

آجے معترض کی مزید خرافات کا جائزہ لیں، اس نے کہا تھا:

”حضرت غوث اعظم کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ نقیب القہار کے

نسب کی نفی کرتے۔“

میں کہتا ہوں: ”حضرت غوث اعظم نے اہل بیت کے ساتھ نقیب القہار کے

جسمانی اور فنی تعلق کی نفی نہیں کی ہے بلکہ آپ کا یہ ارشاد تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے تناظر میں ہے جس میں آپ نے فرمایا:

”من أبطأ به عمله أبطأ به نسبه۔“ (۱) رواك مسلم بهذا اللفظ

وابوداود في سننه۔

(۱) اس حدیث کو روایت کیا ہے امام مسلم (۲۰۷۳/۳) اور امام ابوداؤد (۳۱۷۳/۳) اور امام ترمذی (۱۸۵/۵)

ابوداؤدی (۱۱۱/۱) نے اور امام حاکم نے مستدرک (۱۶۵/۱) میں اور ابن حبان (۲۸۳/۱) نے۔



”جیسے اس کے عمل نے نسبت کر دیا ہے اس کا نسب بھی مست کر دے گا۔“

تفتازانی نے اربعین (چالیس احادیث) کی شرح میں کہا:

”سعادت کی طرف جلدی تقویٰ اور صالح عمل کے ذریعے ہوتی ہے

(صرف) نسب سے نہیں۔“

اور اس بات کی تائید حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے جو آپ نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ اور اپنی انتہائی عزیز صاحبزادی خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کو فرمایا تھا (جبکہ امت کو غفلت کی ترغیب دینا مقصود تھا) آپ نے فرمایا:

”يَا صَفِيَّةُ يَا فَاطِمَةُ بَيْنَ مُحَمَّدٍ اَنْتَوْنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا عَمَّالِكُمْ

لَا بِاَنْسَابِكُمْ فَاِنِّي لَا اَغْنِي عَنْكُمْ مِنْ اللّٰهِ شَيْئًا۔“

”اے پھوپھی صفیہ! اے محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ! قیامت کے دن میرے پاس اپنے اعمال لا نا فقط اپنے نسب نہ لانا، کیونکہ میں تمہیں (فقط نسب کی بنا پر) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچا نہیں سکتا۔“

میں نے کہا: اس حدیث کا مطلب آخرت میں اہل بیت کے نسب کی نفی نہیں جیسے کہ ذوق سلیم نے پہلی حدیث سے سمجھا ہے جس میں آپ نے (نیکی کو) جلدی سے تعبیر فرمایا ہے، بلکہ نسب پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل میں حدود و پابندی نہ کرنا مقصود ہے اور اس حدیث کی شرح کرنے والے حضرات کے مواضع بھی اسی معنی و مفہوم کو بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی نگاہوں سے حضور سرور عالم نور مجسم ﷺ کا یہ فرمان ابوجہل نہیں:

کل سبب و نسب منقطع الانسابی و نسبی۔ (ارواہ الحاکم والبیہقی۔

”قیامت کے دن میرے سبب اور نسب کے علاوہ ہر سبب اور نسب منقطع

ہو جائے گا۔“ اسے حاکم نیشاپوری اور ترمذی نے راویت کیا۔

یہاں سبب سے مراد رابطہ اور محبت ہے جیسے کہ زرقانی نے دہلی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ اس تناظر میں ہم کہیں گے کہ امام جیلانی نے ابن اعرج سے جو یہ فرمایا: ”تمہارا نسب صحیح نہیں ہے۔“ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تیرا نسب تجھے سلف صالحین میں سے پہلے تقویٰ تک پہنچانے والا نہیں ہے۔ اور حضرت غوث اعظم کے قول سے ملتا جلتا قول بہت سے سلف صالحین سے بھی منقول ہے، انہی شخصیتوں میں سے سیدنا امام علی زین العابدین بن سیدنا حسین رضی اللہ عنہما ہیں، آپ کے بعض خدین نے آپ کو غلاف کعبہ سے لپٹے اور مناجات کرتے ہوئے پایا، آپ اس قدر روئے کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، اور جب آپ کو ہوش آیا تو آپ کے اس محبت کرنے والے نے آپ کو اہل بیت کی فضیلت یاد دلائی، تو آپ نے اُسے فرمایا: ”کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟“

فَلَا تُدْعَىٰ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ۔ (۲)

(۱) اس حدیث کو امام مسلم (۱۱/۱) اور ابن حبان (۵۸۵) نے روایت کیا۔ اسے ضیاء المقدی نے مختار (۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰) میں اور بخاری نے اشعری (۶۳/۷) میں اور دارقطنی نے سنن میں روایت کیا۔ امت محمدیہ کو قیامت کے دن سرور عالم ﷺ کی شفاعت میں سے بڑھ کر شیعہ کی اور لکھنؤ والا حدیث میں اہل بیت کو ادا کر کیا گیا ہے مطلق شفاعت اور اس کی قبولیت کی نفی مقصود نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے براہ راست تربیت پانے والے آپ کے اقارب سے عمل میں کوتاہی مضمحل نہیں۔ (مترجم)

(۲) سورہ مؤمنون: ۱۰۱

”تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ اُن میں رشتے رہیں گے اور نہ

ایک دوسرے کی بات پوچھیں۔“

اس کے علاوہ بھی سلف صالحین کے ایسے ہی بہت سے مزید ارشادات موجود

ہیں۔

اور معترض کا یہ کہنا: حضرت غوث اعظم نے نقیب القبا کو یہ کہہ کر عقل سے فارغ قرار دیا: ”تم کچھ عقل نہیں رکھتے۔“ معترض کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ، حضرت غوث اعظم کا یہ فرمان جو معترض کو سمجھ نہیں آیا ایسے ہی ہے جیسے:

”لا صلاة لجار المسجد الا في المسجد۔“

”مسجد کے پر وہی کی نماز نہیں ہے مگر مسجد میں۔“

تو یہاں نماز کی مطلق نفی نہیں بلکہ نماز کے کمال کی نفی ہے، فرمان غوث اعظم میں عقل کی مطلق نفی نہیں بلکہ عقل کے کمال کی نفی ہے، یعنی مخاطب کی عقل ایسی کامل نہیں ہے کہ اس کی کوشش اُس کو مقربین کے مقام تک پہنچا دے۔

اور معترض کا یہ کہنا کہ حضرت غوث اعظم نے اپنے جنون کا اعتراف کیا ہے اس کی اپنی کج فہمی ہے۔

میں کہتا ہوں: جنون معترض کی میزھی عقل اور بیمار سوچ میں ہے، اُس کی ناعاقبت اندیش جارحیت نے اُسے مجاز کے صیغوں کی خوبصورتی دیکھنے سے محروم کر دیا ہے، وہ مجاز جو حقیقت سے بڑھ کر خوبصورت ہے، یا عقل کے اس اندھے کی آنکھیں چند ہی گھنٹوں اور حقیقت کے مطالع سے ابھرتے ہوئے قرآن کے آفتابوں کو دیکھ ہی نہ سکیں، حضرت غوث اعظم کے اس قول میں جنون کا اطلاق کسی چیز کے ساتھ والہانہ

تعلق اور اس میں گہرے انہماک پر ہے۔ اسی لئے تو عرب کہتے ہیں:

”الجنون فنون۔“

(کسی مقصد یا چیز سے) والہانہ لگاؤ لطیف احساسات کو بیدار کرنے والا ہے اور حضرت غوث اعظم کا والہانہ تعلق اصلاح، وعظ اور تربیت سے تھا، اس لئے آپ نے فرمایا تھا: ”میں تجھے نہیں دیکھتا“ یعنی میری آنکھ میں تیری کوئی حیثیت نہیں، اور اگر سامعین وعظ کرنے والے کی آنکھ میں بڑے ہوں تو اُس کے وعظ کی تاثیر کم پڑ جاتی ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ جنون سے مراد وہ غیبیت (۱) ہے جو اہل فن کی کتب میں مذکور ہے، امیر سید شریف جرجانی نے غیبیت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

”جب قلبی واردات پڑ جائیں اور دل کے تحت پر حقیقت کا بادشاہ فائز

ہو جائے تو ایسے میں مخلوق کے احوال بلکہ خود اپنے احوال سے توجہ ہٹ

جانے کو غیبیت کہتے ہیں ایسے شخص کی توجہ اپنے اور مخلوق کے احوال

سے ہٹ کر صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف مبذول ہو جاتی ہے، اس

بات کی کیفیت کو سمجھنے کے لئے ہم اُن عورتوں کا ذکر کریں گے جنہوں

نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال کا مشاہدہ کیا تو اس مشاہدے میں

یوں محو ہو گئیں کہ اپنے ہاتھ زخمی کر بیٹھیں، اگر جمال یوسفی کا یہ حال ہے

تو رب ذوالجلال کے انوار کے مشاہدے کا کیا حال ہوگا؟ مشہور

قطب سیدی احمد بدوی رحمہ اللہ کی طرف یہ شعر منسوب ہے۔

مجانین إلا أن سر جنونهم عزیر علی ابوابہ یسجد العقل

(۱) یہاں جنون پر زور دیا گیا ہے اور اس کی ایک کامی متن میں ہی مذکور ہے۔ (مترجم)



”وہ مجھوں میں مگر ان کے جنوں کا راز اتنا معزز ہے کہ اُس کے دروازوں پر عقل مجھہ ریز ہے۔“

رسالہ قشیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت جنید بغدادی اپنی اہلیہ کے ہمراہ تشریف فرما تھے اچانک شبلی آگئے آپ کی اہلیہ نے درونِ خانہ جانا چاہا تو آپ نے انہیں فرمایا: ”اپنی جگہ بیٹھی رہو شبلی کو قسمی واردات کے سبب تمہاری کچھ خبر نہیں۔“ آپ شبلی سے علم اور اُن کی کیفیت کے حوالے سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ شبلی پر گریہ طاری ہو گیا تب آپ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا ”پردہ کر لو شبلی اپنی محویت سے نکل آئے ہیں۔“

یہ بھی درست ہوگا کہ فرمانِ غوثِ اعظم میں مذکور لفظ جنوں سے وہ کیفیت مراد لی جائے جو حضرت غوثِ اعظم اور دیگر اولیائے کرام کے مقام اور حال کے شایانِ شان ہے۔

اولیاء سے مدد مانگنے کا جواز:

معرض کا یہ کہنا بھی غلط اور بدعتی پر مشتمل ہے کہ حضرت غوثِ اعظم نے اللہ کا کام اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا ہے: ”میں تمہارے گھر سے آگ بجھاتا ہوں اور تمہارے اہل خانہ کی حفاظت کرتا ہوں۔“

اس اعتراض کے حوالے سے گزارش ہے کہ تعجب کی بات ہے کہ معرض یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ امامِ شعرانی، حاتمی، سہروردی اور ان جیسے دیگر مشائخ کی کتابوں کا مطالعہ کئے ہوئے ہے لیکن وہ صوفیہ کرام کی اہم اصطلاحات اور اُن کے اسالیب میں پنہاں اشارات اور اُن کی کرامات میں پائے جانے والے لطیف امور سے بالکل نااہل ہے، اُس کے اقوال میں دور دور تک ہم آنکلی نظر نہیں آتی۔ اور معرض نے اپنے

اس اعتراض میں جو منہج اختیار کیا ہے وہ عصرِ حاضر کے خوارج یعنی وہابیوں کا اسلوب ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو فقط اس وجہ سے گمراہ قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء اور اولیاء کو اللہ جبارک و تعالیٰ کی بارگاہ تک وسیلہ بناتے ہیں اور اُن سے مددِ حُب کرتے ہیں (جو کہ تو سلسلِ ہی کی ایک صورت ہے) اس بنا پر وہابیوں نے مسلمانوں کو مشرک قرار دے دیا، اور اگر ہم معرض کا زمانہ جاننے کی کوشش کریں تو ہمیں اُس کے اور وہابی گروہ کے سردار محمد بن عبد الوہاب کے تعلق کا پتہ ملے گا، اس گروہ کی ابتدا ۱۱۴۳ھ میں ہوئی۔

اے محمد بن عبد الوہاب کے مقتدی! ذرا یہ تو بتاؤ کہ ولی سے مدد مانگنے والے میں ولی کی حقیقی مدد کی تاثیر کا اہلِ سنت میں سے کون قائل ہے؟ اور ولی کی طرف سے اپنے مرید کی حقیقی طور پر غائبانہ حفاظت کا کون قائل ہے؟ کیا ولی کا اپنے مرید کی مدد کرنا اور اُس کی حفاظت کرنا ایسا ہی نہیں ہے جیسے ایک آقا اپنے غلام، باپ اپنی اولاد اور بادشاہ اپنی رعیت کے ساتھ اپنی حیثیت کے مطابق معاملہ کرتا ہے؟ ان میں اور ولی میں فرق یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سامنے کسی کے موجود ہونے یا اُس کی طرف سے کسی نمائندے کے حاضر ہونے پر معاملہ کرتے ہیں، جبکہ اولیائے کرام کے لئے خلافِ عادت کسی کا سامنے موجود ہونا یا نہ ہونا برابر ہے، اور کرامت کے اسی معنی و مفہوم کو اہل سنت نے ثابت کیا ہے، بندے کا فعل ظاہر ہو یا پوشیدہ، حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے، ارشادِ باری ہے:

”وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔“ (۱)

”اے محبوب وہ خاک جو تم نے چھینکی تم نے نہ چھینکی تھی بلکہ اللہ نے چھینکی۔“

اور ولی کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے اُس کے ہاتھوں سے کوئی خارق عادت کام صادر کرواتا ہے، اولیائے کرام کی مدد کے قائل حضرات کا یہی موقف ہے، خواہ ولی نے اپنے بارے میں ازراہ نصیحت یا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار کرتے ہوئے خود کچھ کہا ہو یا کسی دوسرے نے یہ رائے ظاہر کی ہو، عامۃ الناس کے دلوں میں یہی معنی و مفہوم رچا بسا ہے اگرچہ وہ اپنے مافی الضمیر کا مناسب الفاظ میں اظہار نہ کر سکیں، جب اولیاء کی روحانی مدد کا معاملہ واضح ہے تو ”الفتح الربانی“ کے مرتب شیخ عقیف الدین مبارک رحمہ اللہ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ کی روحانی مدد کے حوالے سے کچھ کہیں یا آپ خود اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار کریں تو یہ امر تعجب کی بات نہیں؟ چہ جائیکہ ہم اُن پر اللہ تعالیٰ کی اُس نعمت کا انکار کریں۔ معترض کی طرف سے حضرت غوث اعظم کی روحانی مدد کا انکار اُس کے عقیدے میں خلل یا اُس کی کمزور عقل کی وجہ سے ہے، دونوں صورتیں کمال نہیں کہلاتیں، کیونکہ وہ کلام سے باز نہیں آیا اس لیے ہم اُسے شاعر کا یہ شعر سنائیں گے۔

فان كنت لاحدري فتلك مصيبة وان كنت تحدى فالمصيبة اعظم

”اگر تو کسی کو چیلنا تھا تو تیری یہ جہالت تیرے لئے ایک مصیبت ہے، اور

اگر تو جانتا ہے (اور پھر بھی جاہلوں والی بات کرتا ہے) تو پھر مصیبت بہت

بڑی ہے۔“

اہم شعرانی نے حضرت غوث اعظم کے فضائل میں روایت نقل کی ہے، آپ

فرماتے ہیں:

”احفظك وانت غافل۔“

”میں اس حال میں تمہاری حفاظت کرتا ہوں کہ تم غفلت میں مبتلا ہوئے ہو۔“

میں نے کہا: ”پتہ نہیں کہ معترض اُن کثیر احادیث کے بارے میں کیا کہتا ہے جو اولیاء کے غوثی نفع کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، جیسے کہ ابدال کی احادیث ہیں، انہیں میں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے:

لا يزال اربعون رجلا من امتي على قلب ابراهيم يدفع الله

بهم عن اهل الارض۔ (۱)

”میری امت میں ہمیشہ چالیس افراد حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے نقش قدم اور خصال پر رہیں گے، اُن کی برکت سے زمین والوں کے مصائب دور کئے جائیں گے۔ اور ایک دوسری روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

بهم تقوم الارض وبهم يمطرون، وبهم ينصرون (۲)

”انہیں کی برکت سے زمین قائم رہے گی۔ اور انہی کی برکت سے

اہل زمین کو بارش عطا ہوگی، اور انہی کی برکت سے اہل زمین کو فتح و

نصرت عطا کی جائے گی۔“

اور بڑے بڑے علماء نے مدد مانگنے والوں کے لئے اولیاء کے نفع پہنچانے کے دوران

(۱) اس حدیث کو کلبرانی نے (۸۱۱۰) میں اور بیہقی نے مجمع الزوائد (۲۲۱۰) میں اور کلبانی نے کشف الخفاء

(۲۰۸) میں روایت کیا۔

(۲) اس حدیث کو کلبرانی اور ابن قیم وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔



انہیں بطور سید پکارنے کے جواز پر روشنی ڈالتی ہے، ابن میں سے حاتمی، شعبانی، شعرائی، مناوی، شمس الدین دہلی اور شہاب الدین دہلی قابل ذکر ہیں۔ ہولسی نے یہ امور اپنی کتاب "الکلیات للبیہدات فی اثبات کرامات الاولیاء فی الحیات و بعد الممات" (۱) اور شیخ عبدالباقی مقدسی نے اپنی تصنیف: "السیوف النصال فی رقبۃ من ینکر کرامات الاولیاء بعد الانصال" (۲)

شیخ الاسلام سیدی اسماعیل تھمی، شیخ عمر محبوب تیوسی، فاس شہر کے بزرگ شیخ طیب بن کیران، مکہ مکرمہ (اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ آباد رکھے) کے رہنے والے شیخ الاسلام سیدی احمد زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ حسن عدوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم نے اولیائے کرام کی کرامات کے اثبات میں گفتگو فرمائی ہے، اور کرامات کا مشاہدہ بذاتِ خود ایک مضبوط ترین دلیل ہے، امام شعرائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

"یستحب للولی ان یحیی نفسه و أصحابہ بالحوال والکرامۃ۔"

"ولی کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو اپنے

"حال" اور کرامت کے ساتھ بچائے۔" (۳)

اور معترض کا حضرت غوث اعظم کے بعض اقوال کے بارے میں یہ کہنا: "یہ باطن کی آنکھ نہ رکھنے والوں کا کلام ہے، اور معرفت رکھنے والوں کا کلام اس کے برعکس ہوتا ہے۔" بھی اُس کی جہالت پر مبنی ہے، میں کہتا ہوں: باطن کی آنکھ نہ رکھنے والوں کو

(۱) "دنیائی زندگی اور وصال کے بعد اولیاء کی کرامات کے اثبات میں واضح دلائل۔"

(۲) "اولیاء کے وصال کے بعد ان کی کرامات کے متعلق مرقوم میں تیز و صاف باتیں۔"

(۳) معترض کا اثر و تلبیہ الاشراف کو کہے گئے حضرت غوث اعظم کے اس ارشاد کی طرف توجہ: "انطلق

تحریر حق بیتک و اصون حریمت۔"

کیا دکھائی دیتا ہے کہ وہ اُسے بیان کر سکیں؟ حضرت غوث اعظم کا کلام، ایسا کلام تو روشن باطن اور فرشتوں جیسا کشف رکھنے والوں کا ہی ہو سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمتوں کا اظہار معرفت والوں اور فقط ایسے لوگوں کی زبان سے ہوتا ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے پردے اٹھا دیئے ہوتے ہیں اور انہیں کائنات میں تصرف کا اختیار بخشا ہوتا ہے۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ (۱)

"یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

اور معترض کا یہ کہنا: "حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آلِ رسول میں سے ایک شخص کے حسب و نسب کی یہ کہہ کر تحقیر کی ہے: "تم نرے جاہل ہو۔" اُس کے بے بصیرت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: حضرت غوث اعظم نے مندرجہ بالا الفاظ کے ذریعے اُس سید زادے کی تحقیر نہیں کی بلکہ آپ کے یہ کلمات تربیت، تادیب، نصیحت اور سنوارنے کے لئے تھے، لگتا ہے کہ نہ تو معترض کے کان میں کوئی ایسی بات پڑی، نہ اُس نے کبھی کسی کتاب میں ایسا کلام پڑھا اور نہ ہی اُس کے مشاہدے میں ایسی بات آئی کہ تربیت کرنے والے مشائخ اپنے محبوب ترین مریدین کو کیسے کیسے زجر و توبیخ کرتے ہیں، حالانکہ وہ مرید اُن مشائخ کو انتہائی عزیز ہوتے ہیں، دوسری طرف اُن کے یہ مرید بھی سر جھکائے رہتے ہیں اور مشائخ کی طرف سے نفس کی تذلیل کا رویہ خوش دلی سے قبولی کرتے ہیں، اور اساتذہ اپنے شاگردوں کے ساتھ صبح کے وقت ایسا سخت رویہ

اختیار کرتے ہیں تو یہ سعادت مند شاگرد اُس پر اللہ کی حمد کرتے ہیں، معترض زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اُسے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کی توفیق نہیں ہوئی اور نہ ہی وہ ہم کے شہروں کی زیارت سے شاد کام ہوا، اور نہ ہی اُس کی آنکھ اہل علم کی کتابوں کا مطالعہ کر سکی، اور میں معترض کے رویے کو جہالت تک محدود نہیں سمجھتا بلکہ مجھے لگتا ہے کہ اُسے حسد اور بغض نے حضور غوثِ اعظم کے بارے میں ایسے کلمات کہنے پر مجبور کیا ہے، عربی کا مقولہ ہے:

"قد يقدم العير من دعو علي الأسد۔"

"بغض اوقات گدھا بھی گھبراہٹ میں شیر پر چڑھ دیتا ہے۔"

اور ارشاد باری ہے:

"مَنْ يُضِلِلِ اللَّهَ فَلَا هَادِيَ لَكَ۔" (1)

"جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔"

جس نقیب کو حضرت غوثِ اعظم نے یہ سخت کلمات ارشاد فرمائے وہ معترض کے برعکس انصاف پسند اور اصلاح کو قبول کرنے والے تھے، اس لئے وہ آپ کی نصیحت میں پائی جانے والی شدت پر بالہائے نہیں، جیسے کہ یہ بات اُس کتاب کے آخر میں مذکور ہے جہاں سے معترض نے واقف کیا تھا، اللہ معترض کا سربند کر دے جس نے آدمی بات ذکر کی اور بات کا باقی حصہ چھپا دیا، اور پوری بات یوں ہے: حضرت غوثِ اعظم نے مذکورہ بالا واقعہ میں مذکور نقیب انتخاب کو نصیحت کرنے کے بعد فرمایا تھا: "اگر میرے لئے اللہ کا اُس پر کچھ بھی اثر ہوا تو وہ ضرور واپس آئے گا۔" مصنف نے فرمایا:

"یہ صاحب حضرت غوثِ اعظم کی اس نصیحت کے بعد بھی آپ کی مجلس وعظ میں اور مجلس کے علاوہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، وہ آپ کے سامنے انتہائی تواضع اور انکساری سے بیٹھتا، اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔"

ایک روایت میں ہے کہ جب لوگوں نے حضرت غوثِ اعظم سے گزارش کی کہ آپ نے نقیب الاشراف کو سمجھانے میں کافی مبالغہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا: "میرا سخت کلام نور ہے جس نے نقیب الاشراف کے دل کی تاریکیاں ختم کر دی ہیں اور ہر شخص کو وہی کچھ حاصل ہوتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔"

الفتح الربانی پر اعتراضات کے جوابات:

معترض نے کہا: حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کا مجموعہ "الفتح الربانی" شیخ عقیف الدین مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے لکچے میں ترتیب دیا، اور انہوں نے پہلے لوگوں کے بے شمار قصے اور گمان کرنے والوں کے خیالات آپ کی طرف منسوب کر دیے۔

آپ کی طرف منسوب کئے گئے اقوال میں سے ایک یہ قول بھی ہے:

یا غلام، إذا مت ترانی وتعرفنی عن یمینک وعن شمالک،  
ماتک أحمل و أذاع عنک؟ وأسال: الی متی أنت مشرک  
بالمخلق متکل علیہ؟ یجب أن تعلم أن أحدا منهم لا ینفع،  
ولا یضر من فقیرهم وغنیهم، عزیزهم وذلیلهم، علیک باللہ  
عزوجل لا تتکل علی الخلق۔



”اے نوجوان! جب تو مر جائے گا تو اس وقت تو مجھے پہچانے گا اور مجھے اپنے دائیں بائیں ہوں دیکھے گا کہ میں تیرا دفاع کر رہا ہوں اور میں تجھے پوچھتا ہوں کہ تو کب تک مخلوق پر بھروسہ کر کے اُسے خالق کا شریک ٹھہراتا رہے گا، تجھے اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ تجھے مخلوق میں سے کوئی بھی فقیر ہو یا مالدار، عام آدمی ہو یا کوئی معزز انسان کچھ نفع نہیں دے گا۔ تجھے اللہ عزوجل کی مخلوق پر نہیں بلکہ اُس قدرت والی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔“

حضرت غوث اعظم کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے معترض کہتا ہے: ”کیا اس عبارت میں کوئی سلاست ہے؟ اور کیا مقررین اور اولیائے کرام کے متبعین کے خطابات میں پائے جانے والے لفظی اور معنوی ربط جیسی کوئی چیز اس عبارت میں موجود ہے؟ جب عام مقررین سے ایسی بے ربط عبارت کی توقع نہیں تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی جن کا علم و فضل مشہور ہے، اور اُن جیسے ذی علم حضرات سے تو کفر تک پہنچانے والے ایسے کلمات اور خرافات کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی جو یونان کے قدیم فلسفیوں کی اغویات سے تقریباً ملتے جلتے ہیں۔“

میں کہتا ہوں: ”حضرت غوث اعظم کے فرمان کا سیدھا سادھا معنی واضح ہے اور آپ کے نور میں لپٹنا ہوا ہے، آپ کے فرمان: ”اذا مت“ میں تاء پر فتح بھی درست ہے۔ یعنی آپ اپنے مخاطب سے فرما رہے ہیں: ”جب تو مر جائے گا“ (تو پھر تجھے مجھ پر اللہ کے احکامات کی خبر ہوگی) یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں آپ کا

مرتبہ و مقام غفلت کی نیند سونے والوں اور لہو و لعب میں مشغول ہونے والوں (اور معترض انہی میں سے ایک ہے) کی نگاہ سے اوجھل ہے، اور اکثر لوگ غفلت میں ہیں، جب وہ برزخی زندگی میں داخل ہوں گے تو پھر سمجھیں گے، اور دنیا میں لوگوں کا آپ کو دیکھنا ضروری نہیں کہ آپ کی خصوصیات اور مرتبہ و مقام کو دیکھنے پر بھی مشتمل ہو، جیسا کہ رحمت عالم ﷺ کے بارے میں ارشادِ باری سے سمجھ آ رہا ہے۔

وَكُرْهُم يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ (۱)

”اور انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں سوچتے۔“

اور حضرت غوث پاک کے فرمان ”اذا مت“ کی تاء پر ضمہ بھی جائز ہے، معنی یہ ہوگا کہ ”میں جب موت کا ذائقہ چکھ لوں گا“ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسے لوگوں میں سے ہوں گا جو اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو نفع پہنچاتے ہیں (تب تجھے مجھ پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا اندازہ ہوگا) اور اس بات میں ذی علم اور باشعور انسان کے نئے تعجب اور حیرت کی کوئی گنجائش نہیں، یہ امر اکابر اولیائے کرام سے منقول ہے، اور اسے محققین کی ایک بڑی تعداد نے ذکر بھی کیا ہے، انہی محققین میں سے قشیری، ابن عربی اور امام شعرانی بھی ہیں، جبکہ شیخ الاسلام احمد حموی نے اپنی کتاب: ”نفحات القرب والاتصال فی اثبات التصرف لاولیاء اللہ بعد انتقال“ میں اور شیخ اسماعیل تلمیسی نے ”المنہج الالہیہ“ میں اور ایسے کثیر واقعات و دیگر کئی حضرات نے تحریر کئے ہیں۔

موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد ہی زندگی کی واضح دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

”وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ط بَلْ أَحْيَاءٌ عَمَلُهُمْ يُرَاقِبُهُمْ يُرْزَقُونَ۔“ (۱)

”اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔“

یہ چھوٹے جہاد والوں کا مرتبہ و مقام ہے بڑے جہاد یعنی نفس کے ساتھ عمر بھر جہاد کرنے والوں کا مرتبہ و مقام کیا ہوگا؟ اس سلسلے میں مشہور حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

رجعتنا من الجہاد الأصغر إلی الجہاد الأكبر۔ (۲)

”ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے ہیں۔“

اس حدیث کو تاجی نے روایت کیا، اور ایک دوسری روایت میں صحابہ کو مخاطب کر کے ”وَجَعَلُوا“ فرمایا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی پیش نظر رہے:

”وَأَعِدُّوا لَهُمْ حَسْبَ مَا تُبَدِّلُكَ الْيَقِينِ“۔ (۳)

”اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔“

یہاں یقین سے مراد موت ہے، اس تناظر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جہاد (یعنی عبادت) سے غیر عبادت کی طرف رجوع نہ ہو اور یہ بھی نہ کہا جائے کہ شہداء کی زندگی سے مراد ان کی ارواح کی زندگی ہے، اس لیے کہ روح کی زندگی تو سب کے لئے ہے،

(۱) سورہ آل عمران: ۱۶۹

(۲) اس روایت کو تاجی نے کشف (۵۹۸-۵۹۹) میں ذکر کیا ہے۔

(۳) سورہ حجر: ۹۹

تو پھر ثابت یہ ہوا کہ شہداء کے جسم بھی دنیاوی زندگی کی طرح زندہ ہوتے ہیں، اور بہت سلف صالحین اور بعد والوں کا یہی عقیدہ ہے، اور اس موضوع پر علامہ حافظ محمد شحی تیسوی نے اپنی تصنیف: ”رسالة الاصفیاء فی تحقیق حیاة الانبیاء“ میں انبیاء کے اجسام اور ارواح کی زندگی پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اور انتقال کے بعد ظاہری شکل میں اولیائے کرام کے قبروں سے باہر آنے کے واقعات بہت ہیں۔ امام شعرانی سے منقول ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فرشتے اور کبھی خود ولی اولیاء کی قبروں سے نکلنے والی شبیہ کی صورت میں ظاہر ہو کر لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور انہیں مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے پر ابھرتے ہیں۔

بہت سی مفید کتابوں کے مصنف علامہ احمد بن قاسم (۱) اپنی اربعین کی شرح میں فرماتے ہیں:

”میرے والد گرامی شیخ مصطفیٰ بن عزوز کی مسند کے کورس الحمرامی علاقے کے شہر یونہ میں جیتے جاگتے قلب ربانی سیدی عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی، آپ اور ایک دوسرے ولی سیدی بدر الدین شامی دریا کے پانی پر چلتے ہوئے تشریف لائے، شیخ قاسم یونی فرماتے ہیں: ان دونوں حضرات نے مجھے لٹا کر میرا سینہ چاک کر کے دل کو باہر نکالا، اور پھر دل کو چیر کر اس میں سے ایک سیاہ لوتھڑا نکال باہر کیا

(۱) جیسے کہ غلیبی کی ”مختصر“ اور تاجی کی ”مقصد“ کو شعروں میں ڈھالنا ہے۔ علامہ احمد بن قاسم نے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، شاکل اور خصائص پر مشتمل ہزاروں اشعار لکھے ہیں، نیز توحید کے بیان پر مشتمل ”الیقوتۃ الکبریٰ“، ”الیقوتۃ الصغریٰ“ اور کی دیگر کتب کے مصنف ہیں، حضرت مصنف (علامہ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز کی مسند) نے یہ معنویت مشن میں ہی ذکر کی تھیں، مگر میں نے انہیں حاشیہ میں ذکر کر دیا ہے تاکہ مشن میں ردالی پر قرار ہے (ممتاز احمد سیدی)



اور دل کو اچھی طرح صاف کیا اور اسے تمام رذائل سے پاک کر کے اُس کی جگہ پر لوٹا دیا اور جہاں سے جہنم چاک کیا تھا اُس جگہ پر ہاتھ پھیرا تو وہ جگہ پہلے جیسی ہو گئی، اور حضرت غوث اعظم نے فرمایا: "اے قاسم! ہم نے تمہیں ولایت کا لباس پہنا دیا۔" اُس دن سے قاسم تمہیں رحمۃ اللہ رب العالمین کے فضل سے عظیم مرتبہ پر فائز ہو گئے، اور جب انہیں "رسالہ قشیریہ" میں مذکور مردانِ حق کے معیار پر پرکھا گیا تو آپ اُن میں سے اکثر کے ہم پلہ اور اُن میں سے بعض سے برتر دکھائی دیے، یہ اُن پر حضرت غوث اعظم کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، اور اولیاء کی کرامات میں اس کرامت پر کچھ حیرت نہیں اور کرامات کو نہ ماننے والے کے لئے کوئی چھوٹی یا بڑی دلیل کارگر نہیں۔ جناب قاسم تمہیں گیارہویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں اس طرح اُن کے اور حضرت غوث اعظم کے درمیان تقریباً پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا:

"الی متبی انت مشرک بالخلق؟"

"تو کب تک مخلوق کو شریک بناتا رہے گا؟"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان کا مفہوم ہے:

بن أعوف ما أخاف عليكم الشرک الأصغر۔ قالوا: وما الشرک الأصغر یا رسول اللہ؟ قال: الریاء یقول اللہ عزوجل یوم القيامة إذا جازى العبد بأعمالهم اذهبوا إلى الذین کنتم تراؤن فی الدنیا فانظروا هل تجدون عندهم الجزاء۔ (۱)

(۱) اس حدیث کو امام ابن حجر عسقلانی نے اپنی مستدرک (۳۹۹/۳۸۵) میں و طبرانی نے المعجم الکبیر (۲۰۲/۲) میں، ابن کثیر نے شعب الایمان (۳۳۳/۱۵) میں، اور منذری نے الترغیب والترہیب (۲۳۱) میں روایت کیا۔

"مجھے تمہارے بارے میں اگر کوئی شدید ترین خوف ہے تو وہ

چھوٹے شرک میں تمہارے مبتلا ہونے کا خوف ہے۔"

صحابہ نے پوچھا:

"یا رسول اللہ! وہ چھوٹا شرک کیا ہوگا؟"

تو آپ نے فرمایا:

"ریا کاری۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اُن کے

اعمال کا بدلہ دے چکے گا تو وہ (ریا کاروں کو) فرمائے گا: "تم اُن

لوگوں کے پاس جاؤ جن کے سامنے تم ریا کاری کیا کرتے تھے اور

دیکھو کہ اُن کے پاس تمہارے لئے کوئی بدلہ ہے؟"

اس حدیث کو بخاری نے "شعب الایمان" میں نقل فرمایا ہے، اور حجت الاسلام

امام غزالی نے "احیاء العلوم" میں اس حدیث کی تفصیلی شرح بیان کی ہے۔ اب اس

حدیث کا ذکر کرنے کے بعد حضرت غوث اعظم کے فرمان کی شرح میں کچھ کی نہیں

رہ جاتی۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

"انت کدربلا صفاء۔"

"تم سخت گدلا پانی ہو۔"

واضح ہے اور اس کے معنی کی صحیح وضاحت اسی کتاب کی بارہویں مجلس میں

آپ کا یہ ارشاد گرامی کرتا ہے:

"اے نوجوان شیریں اور تلخی، اصداغ اور بگاڑ، گدلا پن اور شفافیت

زندگی کا حصہ ہیں، اگر تو مکمل شفافیت چاہتا ہے تو مخلوق سے اپنے  
دل کا تعلق توڑ کر اللہ تعالیٰ سے جوڑ لے۔“

آپ کے اس فرمان میں ایسے شخص کو ڈانٹا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ سے رخ  
پھیرے ہوئے مخلوق کی طرف ہمتن متوجہ ہے۔

اور حضرت غوث اعظم کا فرمان: ”خالق نہیں مخلوق سے“ ان ریاکار لوگوں کی طرف  
اشارہ ہے جو ایسے اعمال کی طرف توجہ نہیں کرتے جو انہیں ان کے رب سے قریب کریں اور  
وہ اپنے خالق کے لیے نہیں بلکہ اس کی مخلوق کے لیے عمل کرتے ہیں، آپ کے قول کے  
مذکورہ مفہیم پر ایک دوسری مجلس میں مذکور آپ ہی کا ایک اور ارشاد گرامی دلالت کرتا ہے،  
آپ نے فرمایا:

”یہ نفاق، ریا کاری اور اموال کو ناحق چھین لینے کا دور ہے، بہت سے  
لوگ نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، اور اپنی صفائی  
دیتے ہیں، اور نیکی کا کام خالق کے لئے نہیں بلکہ مخلوق کے لئے  
کرتے ہیں۔“

یعنی وہ ایسے چل رہے ہیں جیسے کہ ان کا کوئی خالق نہیں ہے، آپ کے فرمان  
میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے۔

”اٰخِرَآيَتٍ مِّنْ اَتَّخَذَ الْاِلٰهُ هَوَا۟ءُ۔“ (۱)

”بھلا دیکھو تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا۔“  
تفہن زانی نے ایسے ہی لوگوں کے لئے شاعر کا یہ شعر نقل کیا ہے:

لَكَ اَنْفٌ مَّعْبُودٌ مَطَاعٌ اَمْرُهُ دُونَ الْاِلٰهِ وَتَدْعِي التَّوْحِيدَ  
”تیرے لئے اللہ کے سوا بزار ایسے معبود ہیں جن کے حکم کی اطاعت  
کی جاتی ہے اور تو اس بات کے باوجود توحید کا دعویدار بھی ہے۔“  
اور حدیث مشہور میں ہے:

تعس عبد الذی دار و نفس عبد الدرہم۔ (۱)

”بہترین نیکی وہ ہے جو چھدی ہو اور کم از کم نیکی وہ ہے جو بے شک  
تاخیر سے ہی ہو۔“

اس حدیث مبارک سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ورع ذیل فرمان واضح  
ہو گیا:

”دنیا بلا آخرۃ، باطل بلا حقیقۃ۔“

”آخرت سے بے نیاز دنیا ایسی باطل چیز ہے جس کی حقیقت کچھ  
نہیں۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی برکتوں سے مالا مال فرمائے، آپ نے بیسویں مجلس  
کے ضمن میں فرمایا:

”یا دنہا بلا آخرۃ، یا خلق بلا خالق، مانعاف سوی فقر، مانعجو  
سوی الغنی، ویحک الرزق مقسوم لایزید ولا ینقص، ولا یتاخر۔“  
”ولا یتاخر۔“



”اے آخرت سے بے نیاز دنیا! اور اے خالق سے روگرداں مخلوق!  
تجھے فقر کے علاوہ کسی چیز کا خوف اور مالداری کے علاوہ کسی چیز کی  
طلب نہیں، تیرے لیے خرابی ہو، رزق تو تقسیم ہو چکا، وہ نہ تو کم ہوگا  
نہ بڑھے گا، نہ وقت سے پہلے ملے گا نہ اُس کے ملنے میں تاخیر ہوگی۔“

معرض کی طرف سے ”الفتحة الربانی“ میں حضرت غوث اعظم کے مواعظ  
حسنہ جمع کرنے اور انہیں ترتیب دینے والے شیخ عقیف الدین مبارک اور اُن کے  
ترتیب دیے ہوئے مواعظ غوثیہ کے مجموعے پر تنقید امام بوصیری کے اس قول کا  
مصادق ہے:

”قد تنكر لعین ضوء الشمس من رمد۔“

”بعض اوقات بیماری کے سبب آنکھ سورج کی روشنی کا بھی انکار کر دیتی ہے۔“  
الحکمہ الجلسانیہ میں ہے:

عند هبوب الياضات إلى الحمى

تميل غصون البان لا الحجر الصلد

”چراگاہ کی سمت ہواؤں کے چلتے وقت بان نامی درخت کی شاخیں  
جھولتی ہیں بھاری پتھر نہیں۔“

اور اسی کتاب میں کسی شاعر کا یہ قول مذکور ہے:

لا ينطقون بحرف في المزاح سوى مافيه نفع اخي عقل به ونقصا

ومن تلا ألف باب كلها حكمة لجاهل قال هذا طالما مزحا

”وہ مزاح میں بھی ایسی ہی بات کرتے ہیں جس میں میرے بھائی کے

لئے فائدہ ہے۔ نیز میرے بھائی نے اس بات سے شعور اور نصیحت  
حاصل کی۔

جس نے کسی جاہل کے لیے کتاب کے حکمت بھرے ہزار باب پڑھے تو  
جاہل نفع حاصل کرنے کی بجائے یہی کہے گا: ”شاید اس نے مزاح  
کیا ہے۔“

اور یہ بات درست ہے کیونکہ جس کتاب ”الفتحة الربانی“ کی طرف ہم نے  
اشارہ کیا ہے، اُس میں سنت نبوی ﷺ سے ماخوذ اوامر اور نواہی کے سوا کچھ نہیں، نیز  
گناہوں اور گناہوں کی طرف جانے والے راستوں کی مذمت ہے، اللہ تعالیٰ کی  
نشانیوں کی تعظیم ہے، علاوہ ازیں اُن آداب کا بیان ہے جو انیس ترین ذخائر ہیں، نیز  
دل (گناہوں) کے مریض پر کچھ سختی ہے تاکہ اُس کا مرض (گناہوں کی عادت) ختم  
ہو جائے، حضرت غوث اعظم کا درج ذیل ارشاد گرامی حکمت بھرا کلام اور بہترین دوا  
ہے۔ آپ نے فرمایا:

”اے جوان! اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے اور رب کے درمیان کوئی

دروازہ بند نہ رہے، تو پھر تم ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو،

کیونکہ تقویٰ ہر دروازے کی چابی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا

يَحْتَسِبُ“ (۱)

”اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اُس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا،

اور اُسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اُس کا گمان بھی نہ ہوگا۔“

اپنی جان، مال، اہل و عیال اور اپنے احباب کی محبت میں ذوب کر اللہ تعالیٰ سے جھگڑانہ کرو، کیا تجھے اس بات پر شرم نہیں آتی کہ تو اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ وہ (تمہاری خواہش کے مطابق) تبدیلی کرے، کیا تو اس سے زیادہ حکم دینے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ تمہارے عزیزوں اور تمہارے معاملات کی تدبیر فرمانے والا ہے۔“

آپ نے چودھویں مجلس میں فرمایا:

”اے منافق! اللہ تعالیٰ نے زمین کو تجھ سے پاک رکھا، کیا تمہاری بلاست کے لئے تمہارا خالق کافی نہیں ہے کہ تم غلام، اور اولیاء کے گوشت کھاتے ہوئے اُن کی غیبتیں کرتا ہے؟! عنقریب کیڑے تمہاری اور تمہارے جیسے تمہارے منافق بھائیوں کی زبانیں اور گوشت یوں کھائیں گے کہ تم سب کو چیر چیر کر رکھ دیں گے، اور زمین تمہیں یوں دبائے گی کہ تمہیں پیش کر رکھ دے گی، ایسے لوگوں کے لئے کامیابی کی نعمت نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے نیک اور صالح بندوں کے بارے میں اچھا گمان نہیں رکھتے اور اُن کے ساتھ بھڑو، انکسار سے نہیں ملتے، تم انہیں جھک کے کیوں نہیں ملتے جبکہ وہ (روحانی دنیا کے) رؤساء اور امراء ہیں؟ اُن کے سامنے تمہاری کیا حیثیت ہے؟ اللہ نے انہیں اربابِ بسط و کشادہ بنایا، اُن کی برکت

سے آسمان بارش برساتا ہے، اور زمین خدا گاتی ہے، ساری مخلوق اُن کی رعیت ہے، اُن میں سے ہر ایک ایسا پہاڑ ہے کہ آفات اور مصائب کی آندھیاں اُن میں سے کسی کو متزلزل یا خوفزدہ نہیں کر سکتیں، وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی جگہوں اور اپنے رب سے راضی رہنے والی عادت سے دستبردار نہیں ہوتے، جھکا، اور غلام کے کلام کو حقیر نہ جانو، اس لئے کہ اُن کا کلام دوا کا درجہ رکھتا ہے اور اُن کے کلمات وحی الہی کا شرو ہیں۔“

میں کہتا ہوں: ”الفتح الربانی“ کے مرتب شیخ عقیف الدین مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا سوائے اس کے کوئی نانا نہیں کہ وہ اپنی والدہ کی طرف سے حضرت غوث اعظم کی اولاد میں سے ہیں نیز آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، اور اُن کی مرتب کی ہوئی کتاب ”الفتح الربانی“ اُن کے نانا کے افادات پر مشتمل ہے، اس لئے اوب ما شناس مختصر نے اُن پر تنقید میں شدت اختیار کی ہے، جبکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ کتاب کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

”شیخ عقیف الدین نے اپنے نانا سے اُن کی مجالس میں دیئے گئے خطاباتِ برامِ راست سنے اور اُن کا نام ”الفتح الربانی والقبوض الرحمانی“ رکھا، یہ کتاب لطیف اور مبارک ہے، انہوں نے اس میں ہر خوبی کو جمع کر دیا ہے۔ انصاف کیا بات یہ ہے کہ ”الفتح الربانی“ ایک عمدہ اور نفیس کتاب ہے جو مریدین کی آنکھیں کھولنے والی، عارفین کو یاد دہانی کرانے والی اور غافلوں کو تنبیہ کرنے والی اور



شیاطین کے ساتھیوں کو برہنہ کرنے والی ہے۔ ہاں جہالت اور علم و فضل سے محرومیت کا شکار اپنے عیوب کو بھول کر لوگوں کے عیوب تلاش کرنے والا اور حسد کی آگ میں جل کر کمال کو عیب قرار دینے والا شخص اس کتاب کو پڑھنے سے مزید گمراہ ہوتا ہے اور گمراہی میں جھوٹا جانتا ہے کیونکہ انصاف کی راہ پر جانے والی خوبیاں نہیں رکھتا، شاعر کے درج ذیل اشعار حکمت اور دانائی پر مشتمل ہیں:

لما العلم لا تعجل بعيب مصنف ولم تتحقق زلة منه وتعرف  
فكم افسد الراوى كذبا بعقله وكم حرك المنقول قوم وصحفوا  
وكم ناس اضحى لمعنى مغيرا وجاء بشيء لم يرد المصنف  
”اے علم والے کسی مصنف کی لغزش کو اچھی طرح جانچنے اور پرکھنے سے پہلے اس پر کسی عیب کا حکم نہ لگا۔“

کتنے ہی راوی ایسے ہیں جنہوں نے اپنی کج فہمی کی وجہ سے کلام کا حلیہ بگاڑ دیا۔ اور کتنے ہی لوگ ہیں جنہوں نے نقل کئے ہوئے کلام میں تبدیلی اور تحریف کر دی۔

کتنے ہی کامیوں نے عبارتوں کا معنی بدل دیا اور ایسی بات لکھ دی جو مصنف کے دہم و گمان میں بھی نہ تھی۔“

پھر معترض نے کہا: عقیف نے غوث اعظم کی طرف یہ بات بھی منسوب کی ہے کہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

”جب آپ کا دل حضرت حواء کی طرف مائل ہوا تو ان دونوں کے

درمیان تین سو سال کی مسافت کے ذریعے جدائی ڈال دی گئی، ایک سراندیپ میں تھے اور دوسری شخصیت جہدہ میں تھی۔“

یعنی سراندیپ اور جہدہ کے درمیان تین سو سال کی مسافت تو نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: سراندیپ اور جہدہ کے درمیانی مسافت آپ کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوگی اور جو شخص اس قلیل مسافت کو تین سو سال کی مسافت قرار دے رہا ہے اس کے علم پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اور اللہ کی راہ پر چلنے کے لئے اس شخص کی اتباع کیسے کی جا سکتی ہے؟ یہ جھوٹ کے پسندے (الفتنہ الربانی) حضرت غوث اعظم کی ذات پر صریح بہتان سے زیادہ کچھ نہیں ہیں، اور یہ کتاب بھی ان جھوٹے دعوؤں کی طرح ہے جن میں حضرت غوث اعظم کو سادات میں سے ظاہر کیا گیا ہے۔“

میں اس اعتراض کے جواب میں کہتا ہوں: ”شیخ عقیف الدین مہارک رحمہ اللہ نے حضرت غوث اعظم کی طرف جو کچھ منسوب کیا وہ درست ہے، آپ نے یہ مسافت غیر اللہ سے دل کو خالی کرنے پر ابھارنے کے لئے ذکر فرمائی ہے، اہل علم جانتے ہیں کہ بلاغت کے اسالیب میں سے ہے کہ کسی مخصوص عدد کا ارادہ کئے بغیر راستے کی طوالت اور شدید مشقت بیان کرنے کے لئے اہلور کنایہ بڑا عدد ذکر کر دیا جاتا ہے، جیسے کہ اللہ رب العزت کا یہ فرمان ہے:

فی يوم كان مقداره خمسين الف سنة۔ (۱)

”وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔“

یہاں پچاس ہزار سال حقیقی طور پر مراد نہیں بلکہ ان سالوں کی مشقت اور سختیاں

مراد ہیں اور یہ بات بطور تمثیل کہی گئی ہے جیسے کہ کبار مفسرین نے دو آیتوں کے درمیان تطبیق کے لئے کہا ہے، انہی مفسرین میں سے امام فخر الدین رازی اور خطیب بھی ہیں، "تفسیر جلالین" میں بھی یہی بات ہے جبکہ قاضی بیضاوی نے بھی اس بات کی تائید کی ہے، بیضاوی کے محشی شیخ قونوی کے مطابق قاضی بیضاوی نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے۔

حضرت غوث اعظم اور ان جیسے واعظین، اساتذہ اور اصحاب دعوت و ارشاد کا ترغیب دینے، ڈرسانے، یاد دلانے اور مہذب کرنے کے لئے یہ کہنا کہ فلاں اور فلاں جگہ کے درمیان اتنی مسافت ہے حقیقی معنی میں نہیں، دنا بلکہ اسے بلاغی اسلوب ہی شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ ان آیتوں کا ایسے اعداد سے بالاتر مقام ان اعداد اور مسافتوں سے اعلیٰ و ارفع چیز کا تقاضا کرتا ہے۔

اسی معقول بات کے ذریعے عصر حاضر کے بعض لوگوں کا رد کیا جائے گا جن کے دماغ میں نئی باتیں سمجھیں تو یہ لوگ علم کی ان راہوں سے دور چلے گئے جن پر انہیں چلنا چاہیے تھا، اور وہ جہالت کے ایسے گڑھے میں جا گرے جس نے انہیں قرآن کریم، شریعت مطہرہ اور سلف صالحین کے آثار کا مذاق اڑانے پر برا بیخیز کر دیا، یہ نادان (ترقیاتی نکتہ نظر سے مسافتوں کے حوالے سے کوئی بڑا عدد ذکر کرنے پر) سلف صالحین کے بارے میں کہتے ہیں:

"انہیں زمین کی مسافتوں کا کچھ علم نہیں۔"

اگر ہم اس بات کو حقائق منہ کرنا نہ بھی کہیں تو اس کا واضح مطلب امت کی غادلی اور ذمہ دار شخصیات کے اقوال کو جھٹلانا ہوگا اور ان کم فہم لوگوں کا یہ طریقہ عمل عربی

زبان و بیان کے ایک خاص اسلوب کو نہ جاننے کے سبب ہے، کوئی ذی فہم عربی زبان و بیان کے اس اسلوب (یعنی بڑا عدد ذکر کرنے) کو جھٹلا نہیں سکتا، کیونکہ یہ اسلوب لوگوں کی زبان پر جاری ہے، ایک شخص اپنے دوست کو کہتا ہے: "تم میرے پاس کیوں نہیں آئے؟" تو وہ جواب دیتا ہے: "میں تمہارے پاس کیسے آتا جبکہ میرے اور تمہارے درمیان ایک مہینے کی مسافت حائل تھی۔"

یہ سن کر گلہ شکوہ کرنے والا شخص اپنے دوست کا جواب اس کی بات جھٹلانے بغیر قبول کر لیتا ہے کیونکہ قرینہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ مہینے بھر کی مسافت حقیقی طور پر مراد نہیں ہے بلکہ اس بات میں کنایہ ہے جو دوری اور راستے کی مشقت پر دلالت کرتا ہے۔

سیدی ابراہیم ریاضی نے اپنی تصنیف "میرد الصوارم والانسہ فی الرد علی من اخرجہ الشیخ التیجانی عن دائرة الدین والسنہ" کی ابتدا میں لکھا ہے:

"اس بات پر اصحاب نقل و عقل میں کچھ اختلاف نہیں کہ کلام میں وارد ہونے والے کسی لفظ سے مراد کیا ہے؟ اس بات کا تعین ان دس امور میں غور و فکر کے بغیر ممکن نہیں جنہیں اہل علم ابہام پیدا کرنے والے امور کے تحت ذکر کرتے ہیں، اس تناظر میں کسی انسان کے کسی لفظ کے معانی میں سے بعض کا تعین تین اسباب میں سے کسی ایک کے ذریعے ہی ہوگا، یا تو بولنے والا اس معنی کی نشاندہی کرے، یا اس کا لفظ کسی خاص معنی پر ایسی صراحت سے دلالت کر رہا ہو کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو، یا قرآن میں سے کوئی قطعی قرینہ اس



معنی پر دلالت کر رہا ہوں۔

معرض نے یہ بھی کہا: ”حضرت غوث اعظم کے بارے میں مؤرخین اور ماہرین انساب کے اقوال میں غور کرنے سے فقط اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک مرد صالح، عارف اور صوفی تھے، اور طریقت میں انہیں شہرت نصیب ہوئی، اُن کے پوتوں نے اُن کا نسب حضرت علیؓ کی طرف منسوب کیا جبکہ وہ خود اس جھوٹ کے بوجھ سے بری ہیں کیونکہ انہوں نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا، اُن کے نسب اور گھرانے کے بارے میں اتنا ہی کہا جاسکتا ہے اور جو کچھ اس سے زیادہ ہے وہ باتیں گھڑ کر منسوب کرنے والوں کا کارنامہ ہے۔“

صوفیہ کرام کی تین اقسام اور اُن میں حضرت غوث اعظم کا مقام:

میں کہتا ہوں: ”حضرت غوث اعظم کے بارے میں معرض کے مذکورہ بالا کلمات سے اُس کی مراد (جسے اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے) یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس بات پر غنائے امت کے اجماع کو ٹھکرا رہا ہے کہ حضرت غوث اعظم قطب اعظم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی خصوصیات عطا فرمائی ہیں جن کا ادراک کرنے سے عقل عاجز ہے، معرض کی یہ روش جہالت یا حق کو ٹھکرانے پر دلالت کرتی ہے، اُس کا حضرت غوث اعظم کو فقط ایک صوفی کہنا درست نہیں کیونکہ ارباب تصوف کی اقسام بیان کرنے والوں نے ایسی استیوں کی کئی اقسام تحریر کی ہیں، امام ابن عربی حاتمی نے فتوحات مکیہ میں یہ اقسام بیان کی ہیں، جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

”مردان حق تین قسم کے ہیں جن کی چوتھی قسم نہیں ہے، کچھ ایسے لوگ ہیں جن پر زہد غالب ہے اور تمام اچھے ظاہری اعمال اُن میں پائے جاتے ہیں، انہوں نے اپنے

باطنوں کو ہر مذموم صفت سے پاک کر لیا مگر اُن درجے سے اوپر اُن کی کچھ رسائی نہیں۔ انہیں احوال، مقامات، دینی و لدنی علوم، اسرار و کشف اور دیگر لوگوں کے احوال کی کچھ پہچان اور خبر نہیں، یہ ایسے عبادت گزار ہیں کہ اگر کوئی اُن کے پاس دعا کروانے آئے تو شاید یہ لوگ اُسے جھڑک دیں اور یہ کہیں: ”میں کیا ہوں کہ آپ کے لئے دعا کروں؟“ ایسے لوگوں کے لئے تنبیہ ہے کہ وہ خود پسندی اور ریاء کاری سے بچیں۔

ان سے اوپر دوسری قسم اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ سب نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہیں اس وجہ سے وہ ریا سے محفوظ ہو گئے۔ یہ لوگ تقویٰ، کوشش، زہد، توکل اور بعض دیگر امور میں عبادت گزاروں کی طرح ہی ہیں۔ لیکن یہ لوگ اس بات کے قائل بھی ہیں کہ اُن کے احوال، مقامات، علوم، اسرار، کشف اور کرامات سے اوپر بھی کچھ ہے تب وہ اُس تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر یہ لوگ اُس میں سے کچھ حاصل کر لیں تو یہ اس نعمت کی بدولت لوگوں میں ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ لوگ غیر اللہ کو شکستے بھی نہیں، یہی لوگ فتوت اور اخلاق والے ہوتے ہیں، اس نوعیت کے لوگوں کو صوفی کہا جاتا ہے۔

تیسری قسم اُن لوگوں کی ہے جو پانچ نمازوں پر سوائے چند اور ادو وظائف کے کچھ اضافہ نہیں کرتے، مگر جب دو بازار میں چلتے ہیں تو اُن کے دل اللہ تعالیٰ سے ایسی یکسوئی اور رسوخ کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں کہ وہ ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی سے غافل نہیں ہوتے، اُن کے دلوں میں جاہ و منصب کی خواہش بھی نہیں ہوتی کیونکہ جزو انکسار سے بھرے اُن کے دلوں پر ربوبیت کا چہرہ ہوتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ انہیں مختلف مقامات اور اُن کے شایان شان اعمال اور احوال پر مطلع فرما دیتا ہے تب یہ حضرات

ہر مقام کے ساتھ حسب حال معاملہ کرتے ہیں، یہ لوگ انوار و تجلیات کی اوٹ میں مخلوق کی نظروں سے چھپ جاتے ہیں کیونکہ یہ حضرات اپنے مولا کے مخلص بندے ہوتے ہیں اور کھاتے پیتے سوتے جاتے ہمیشہ اُس کے مشاہدے سے سرفراز ہوتے ہیں۔

”یہ حضرات اہل ملامت ہیں اور مردانِ حق میں سے یہ لوگ بلند ترین مرتبہ والے ہیں، دائمی مشاہدہ سرورِ عالم ﷺ اور آپ کے صدقے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو حاصل ہے (آقا کریم ﷺ کے طفیل) مزید جن شیوخ کو یہ سعادت نصیب ہوئی اُن میں حمدون قصار، ابوسعید خدری، بایزید بسطامی شامل ہیں اور ہمیں (یعنی حضرت ابنِ عربی کو) بھی یہ شرف حاصل ہے۔ ہمارے زمانے میں اس نعمت سے مالا مال ہونے والوں میں ابوسعود بن شبل، شیخ عبدالقادر جیلانی اور محمد اونی شامل ہیں۔“

ابنِ عربی نے ان حضرات کے علاوہ بھی کچھ نام گنوائے ہیں۔ اُن میں سے مدفون ”مرسی تونیسی“ سیدی عبدالعزیز مہدوی بھی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان تمام حضرات سے راضی ہو، حضرت غوثِ اعظم کے متعلق شیخ ابنِ عربی نے جو کچھ فرمایا اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ پہلے درجے کے اولیاء میں سے ہیں، بلکہ یہ بات تو اہل طریقت میں تسلیم شدہ ہے، بے عقل آدمی ہی اس کا انکار کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت غوثِ اعظم کو جو مقامات عطا فرمائے اُن کا بیان ان شاء اللہ اپنی جگہ پر آئے گا، معترض کی طرف سے حضرت غوثِ اعظم کی سیادت کے انکار کا رد ہم نے کر دیا، اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔

## دوسرا باب

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے احوال اور  
اُن کے سلسلہ طریقت کے بیان میں

معرضِ کجما ہے: ”اس بات پر تمہا مخرقہ پوش مردانِ حق اور اہل صدق و صفا کا اجماع ہے کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے کامل ترین صوفیہ اور اہل ہدایت میں سے تھے مگر آپ کو اپنے کچھ پوتوں کی وجہ سے آزمائش کا سامان کرنا پڑا جنہوں نے آپ کے سلسلہ طریقت کو مکدر کر دیا، اور آپ کی طرف بہت سی شائبہ باتیں منسوب کر دیں، بلکہ آپ کی طرف ایسے کفریہ کلمات منسوب کر دیے جو آپ کے حوالے سے سوچے بھی نہیں جاسکتے، آپ کے صالح احوال اور راست گو ہونے کی وجہ سے آپ کے بارے میں غالب گمان یہ ہے کہ آپ ایسے کلمات اور ایسی باتوں سے بری ہیں، بہر حال ایسی جھوٹی باتوں کا دروازہ آپ کے پوتوں نے کھولا اور ان میں سے خاص طور پر وہ عبدالاسلام رضی اللہ عنہ ہیں جن کا ذکر سرزد چکا۔ اُس نے آپ کی طرف ایسے کلمات منسوب کئے جنہیں اُس نے ”رسالہ غوثیہ معراجیہ“ کا نام دیا، اُس نے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا:

آپ فرماتے ہیں، مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اے غوثِ اعظم!“



میں نے عرض کیا:

”اے غوث کے رب! میں حاضر ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”ناسوت اور ملکوت کے درمیان والا درجہ شریعت ہے، جبکہ ملکوت اور

لاہوت کے درمیان والا درجہ طریقت ہے، جبروت اور لاہوت کا

درمیانی درجہ حقیقت ہے۔“

پھر اُس نے فرمایا:

”اے غوثِ اعظم! میں کسی چیز میں اس طرح ظاہر نہیں ہوا جیسے میں

انسان میں ظاہر ہوا ہوں۔“

میں نے پوچھا:

”اے رب! کیا حیرانگان ہے؟“

تو اُس نے جواب دیا:

”میں ہی مکان کو جو دوپٹے والا ہوں اس لئے میں خود مکان کا پابند

نہیں۔“

پھر میں نے سوال کیا:

”اے رب! کیا تو کھانا پیتا بھی ہے؟“

تو اُس نے جواب دیا:

”فقیر کا کھانا پینا میرا ہی کھانا پینا ہے۔“

پھر میں نے پوچھا:

”اے رب! تو نے فرشتوں کو کس چیز سے پیدا کیا؟“

تو اُس نے فرمایا:

”اے غوثِ اعظم! میں نے انسان کو اپنے نور سے پیدا کیا اور

فرشتوں کو انسان کے نور سے۔“

پھر اُس نے فرمایا:

”اے غوثِ اعظم! میں نے انسان کو اپنے لئے مسخر کیا اور ساری

کائنات کو اُس کے تابع بنا دیا۔“

پھر اُس نے مجھے فرمایا:

”اے غوثِ اعظم! میں بہترین طالب اور انسان بہترین مطلوب ہے،

انسان بہترین سوار اور کائنات اُس کی بہترین سواری ہے۔“

پھر اُس نے مجھے فرمایا:

”اے غوثِ اعظم! انسان میرا اور میں اُس کا راز ہوں، اگر انسان میری

بارگاہ میں اپنی قدر و منزلت پہچان لیتا تو وہ اپنی ہر سانس کے ساتھ کہتا:

”آج کس کی بادشاہی ہے؟“

پھر اُس نے مجھے فرمایا:

”اے غوثِ اعظم! انسان نے جو کچھ کھایا اور پیا، وہ جب بھی اٹھا

بیٹھا، بولا اور خاموش ہوا، اُس نے جو عمل بھی کیا، نیز جب بھی وہ کسی

چیز کی طرف متوجہ ہوا، یا کسی چیز سے غافل ہوا، میں اُس کی حرکت اور

سکون میں تھا۔“

پھر اُس نے مجھے فرمایا:

”اے غوث اعظم! جو میری طرف باطنی سفر سے محروم ہوا وہ ظاہری سفر میں مبتلا ہوا، نیز وہ اس ظاہری سفر کے باعث مجھ سے مزید دور ہوا۔“

پھر اُس نے مجھ سے فرمایا:

”اے غوث اعظم! اتحاد (فنائیت) ایسی حالت اور کیفیت ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، جو شخص اس حالت اور کیفیت کے طاری ہونے سے پہلے اس پر ایمان لایا اُس نے کفر کا ارتکاب کیا اور جس نے میری بارگاہ میں (مشاہدہ کے مقام تک) پہنچنے کے بعد میری عبادت کا ارادہ کیا اُس نے عظمت والے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا۔“

پھر اُس نے فرمایا:

”اے غوث اعظم! وہ فقیر جسے ہر چیز میں امر عطا کیا جاتا ہے جب کسی چیز کو کہتا ہے: ”ہو جا“ تو وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔“

اس عبارت میں ایسے کفریہ اور غلط کلمات پائے جاتے ہیں جن سے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی برکت واضح طور پر نظر آتی ہے، کیونکہ آپ امت کے علماء اور اولیاء میں سے ہیں اور ایسے کلمات تو کوئی ایسا دان، جاہل اور گمراہ انسان ہی کہہ سکتا ہے جسے بات کرنے اور شرعی احکام کی کچھ خبر نہ ہو۔

تمہید: کلام صوفیہ کرام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے بارے میں:

نہیں کہتا ہوں: ”میں مقرر کی پیش کردہ عبارت کا جائزہ لینے اور اُس کا حسب استطاعت تجزیہ کرنے سے پہلے چند راجح فی العلوم لوگوں کے کلام پر مشتمل

ایک جامع اور نفع تمیز لانا چاہتا ہوں، صاحب ”یواقیت“ فرماتے ہیں:

”شیخ الاسلام ابو سعید مخزومی فرمایا کرتے تھے: کسی عالم کے لئے جائز نہیں کہ وہ ستر (۷۰) امور کو جانے بغیر صوفیہ کرام کا رد کرے۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ عالم مختلف طبقات کے رسولوں کے معجزات کو تفصیلی طور پر جانتا اور یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اولیائے کرام انبیاء کے چند مستثنیٰ کئے گئے معجزات کے عداوہ باقی سارے معجزات کے وارث ہوتے ہیں۔“

اُنہی امور میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عالم سلف صالحین اور خلف (بعد والوں) کے اقوال کی روشنی میں آیات صفات کے معنی اور اخبار پر متعلق ہو۔

اُنہی امور میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عالم اصولیوں کے علم میں گہرائی رکھتا ہو، نیز علم الکلام کے ائمہ کے درمیان اختلافات سے باخبر ہو۔ اُنہی امور میں سے بلکہ اہم امور میں سے یہ بھی ہے کہ وہ صوفیہ کرام کی اصطلاحات سے اچھی طرح واقف ہو، اُسے صوری اور ذاتی تجلی کا علم ہو، ذات اور ذات الذات کی خبر ہو، اسماء اور صفات کی پہچان ہو۔ یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا:

”جو صوفیہ کرام کی مراد کو نہیں سمجھتا وہ اُن کے کلام سے مراد اور غیر مراد میں فرق اور اُس کا رد کیسے کرے گا؟“

امام ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ اکبر سیدی ابن عربی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ



نے فرمایا:

”وہ تو اپنی ذات میں ایک ایسی انجمن تھے جو نذر نیکی، ہمارے خیال میں تو کسی عقلمند کے لئے کسی ولی اللہ کے بارے میں بدگمانی حرام ہے، اور اس پر لازم ہے کہ وہ ان کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوئے اس وقت تک ان کے اقوال اور افعال کی تاویل کرے جب تک وہ خود ان کے درجے کو نہیں پہنچتے، ہے تو فقیہ لوگ ہی بولیں، کے ادب سے محروم رہتے ہیں۔“

ابن عربی حاکمی فرماتے ہیں:

”طریقت کی راہ میں عجیب ترین بات یہ ہے کہ کسی بھی صوفیوں سے تعلق رکھنے والے منطقیوں، نحویوں، انجمن ساز اور اہل علم کی اپنی بعض احکامات ہوتی ہیں جنہیں یہ تو اہل فن جانتے ہیں یا وہ جانتے ہیں جنہیں اہل فن ان اصطلاحات سے متعارف کروائیں، مگر سلسلہ طریقت کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ جب کوئی مرید صادق سلسلے میں داخل ہوتا ہے تو اسے پہلے سے صوفیہ کرام کی اصطلاحات کا علم نہیں ہوتا لیکن جب وہ اہل طریقت کے ساتھ بیٹھتا ہے اور وہ اس کے ساتھ اپنی مخصوص اصطلاحات کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں تو وہ مبتدی ان اصطلاحات کو یوں سمجھنے لگتا ہے جیسے وہی ان کا واضح ہے، نیز وہ ان اہل طریقت کے ساتھ انہیں کی اصطلاحات میں گفتگو بھی کرنا بھی شروع کر دیتا ہے اور کسی قسم کی اجنبیت محسوس نہیں کرتا، بلکہ وہ یوں محسوس کرتا ہے کہ اسے

ان اصطلاحات کا علم اس طرح عطا کیا گیا ہے کہ وہ ان سے روگردانی کرنے پر قادر بنی نہیں ہے، اور اسے یہ بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ اسے یہ نفع کیسے حاصل ہوئی، اور اسی چپانے کے ذریعے مرید کا اخلاص جاننا ہے، اہل طریقت میں کسی دوسرے (غیر صوفی) گروہ سے صوفیہ کے گروہ میں داخل ہونے والا اپنے اخلاص کی بدولت ہی ایسی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے۔“

سیدی علامہ عبدالغنی نامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

کلامنا	نعرفہ	نحن	ومن	يعرفنا
و	انما	يفهمه	ففي	الاناس من يفهمنا
ولم	يكن	يجعله	الا	الذي يجهدنا
ومن	يرده	فليكن	ملازما	مجلسنا
او	مجلسا	لكل	من	تلهذه
و	قلبه	معتقد	و	يحسن
				الظن بنا

ہم اپنا (صوفیہ کرام کا) کلام سمجھتے ہیں اور وہ بھی سمجھتا ہے جو ہمیں جانتا ہے۔

اور لوگوں میں سے (صوفیہ کے حقائق کو) وہ سمجھتا ہے جو ہمیں جانتا ہے۔

اور ہم سے ہے تعلق ہی (صوفیہ کرام کے کام اور صوفیہ کے حقائق سے)؛ بالواقع

ہے۔

اور جو شخص یہ سب کچھ جانتا چاہتا ہے وہ ہماری مجلس میں بیٹھ کرے۔

ایسے لوگوں کی مجلس میں بیٹھا کرے جو سچے دل سے ہر رے شاگرد بنے۔

وہ اعتقاد اور حسن ظن کے ساتھ ہماری مجلس اختیار کرے (جب گوشت مقصود حاصل ہوگا)

اولیائے کرام کے احوال اور اقوال کے حوالے سے زیادہ محفوظ راستہ سر تسلیم خم کرنا ہے، صوفیہ کرام نے فرمایا ہے:

”نہ ہری علم بحث اور تہ قیق پر مشنتس ہے جبکہ باطنی علم تسلیم اور تصدیق پر مشنتس ہے، خاص طور پر ان حضرات کی تصدیق جن کی قرآن و سنت پر مشتمل نظر کا ہمیں علم ہے۔“

”قواعد زرقیہ“ میں مرقوم ہے:

”جو شخص علمی مرتبہ و مقام رکھنے والی روحانی شخصیت کا کام صحیح طور پر نہ سمجھ سکے تو وہ اس کلام کے سامنے سر تسلیم خم کر دے، اگرچہ وہ خود بھی علمی اور دینی نکتہ نظر سے مرتبہ و مقام رکھتا ہو (اور اس کے حوالے سے غلات میں غلط رائے قائم نہ کرے) نیز اپنے آپ کو حق کی مخالفت سے بچائے۔“

”صہاج العابدین“ میں ہے:

”اگر کسی شخصیت کا علمی مرتبہ و مقام اور اخلاص معلوم ہو جائے تو اس سے متعلق حسن ظن سے کام لیا جائے۔“

ہم صوفیہ کرام کے مقاصد کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہیں پھر ان کا رد کہتے کرہکتے ہیں؟ یہ تو غیر معقول بات ہوگی۔ ”قواعد زرقیہ“ میں ہے:

”کسی چیز کے بارے میں کلام فرغ ہے، اس کی ماہیت، افادیت

اور مادے کا تصور دینی شعور سے حاصل کیا جاتا ہے، خواہ وہ شعور وہی ہو یا کسی، پھر اس شعور کی روشنی میں کسی چیز کو قبول یا رد کیا جاسکتا ہے، نیز اس کی اصلیت اور تفصیل جانی جاسکتی ہے۔“

صوفیہ کرام نے لوگوں کو ایسے تصوف اور ایسے امور میں اپنی اقتداء کا پابند نہیں کیا جن کا نہ ہر شریعت سے متصادم ہو، اور اس معاملے میں قرآن کریم میں تلاوت کیا جانے والا حضرت فخر علیہ السلام کا واقعہ ہمارے لئے کافی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کا فرمان ہے:

”اگر تم اہل طریقت کو دیکھو تو ان سے دعا کی درخواست کرو، کیونکہ

وہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔“

### کلمات غوثیہ کی تشریح:

ہم غوث اعظم کے اس بے ادب کی طرف لوٹتے ہوئے کہتے ہیں: ”جب معترض نے حضرت غوث اعظم کی عظمت پر امت کا اجماع دیکھ اور سمجھ لیا تو وہ براہ راست آپ کے بارے میں تو بدزبانی نہ کر سکا، اس لئے اس نے آپ کے پوتوں کو اپنی یاد دہانی کا نشانہ بنایا اور ان کو بنیاد بنا کر سلسلہ عالیہ قادریہ کو گمراہ ظاہر کرنے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ حضرت غوث اعظم کا فیضان جاری و ساری رکھے، اس بد نصیب نے تنقید کا آغاز ”کلمات غوثیہ“ کے متعلق یہ کہتے ہوئے کیا کہ حضرت غوث اعظم کے پوتے رکن الدین رحمہ اللہ نے یہ کلمات آپ کی طرف منسوب کئے ہیں جب کہ صاحب ”کشف الظنون“ نے حضرت غوث اعظم کی طرف ان کلمات کی نسبت کو درست ثابت کیا ہے، اور انہوں نے اس نسبت کا رد وجہ لفظ ”معراج“ اور ”رسالہ غوثیہ“ کے



تحت کیا ہے، علاوہ ازیں "جامع الاصول" اور شیخ اسماعیل بغدادی کی کتاب "الغیوضات" میں "رسالہ غوثیہ" کو آپ کی طرف براہ راست منسوب کیا گیا ہے، ان سب نے "رسالہ غوثیہ" کو آپ کی طرف پورے وثوق اور یقین سے منسوب کیا ہے، اور ان حضرات کے کام میں ایسا کوئی ایک حرف بھی نہیں ہے جو اس گستاخی کی طرف اشارہ کرتا ہو جس کا معترض نے اس کتاب کیا ہے، پھر "رسالہ غوثیہ" کے کلمات کا مفہوم ایسے لوگوں کے لئے واضح ہے جنہیں تصوف کے حوالے سے جزوی علم بھی حاصل ہے، کیونکہ کام گفتگو کرنے والے کے عرف پر محمول ہوتا ہے جیسے کہ "المحلی" اور دیگر کتب میں مرقوم ہے، نیز کسی بھی کلام کو گفتگو کرنے والے کے (یعنی دروہانی) مقام کے مطابق سمجھا جاتا ہے، اور متکلم کی (علمی روحانی اور وجدانی) حالت اس کے کلام کو سمجھنے کا ذریعہ ہوتی ہے جیسے کہ اصولیوں نے متکلم کی حالت پر مہسوط فقہی احکام کی بنیاد رکھی ہے، لہذا میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قیادت و رہنمائی سے دور کرنے، بیاس بھالنے اور معترض کی جہالت کو بے نقاب کرنے کے لئے "رسالہ غوثیہ" میں مکتوب کلمات کی حضرت مکتبہ العظمیٰ کی ولایت کبریٰ کے شاہانِ شانِ توحید کروں، اور اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے نفس کلمات میں مضمر حق اُن کو زیادہ بھر جائے۔

#### اولیاء پر الہام کا مسئلہ:

میں اپنے ہاتھ قلم کا اعتراف کرتے ہوئے صوفیہ کرام کے عزت والے مشارب کی اہلیت اور سوجھ بوجھ کے دعوے کے بغیر معترض کے اعترافِ اللہ سے کام لے رہا ہوں، دل اُن جو اہر کے جن معانی کا القاء کرتا ہے شاید الفاظ اُن کو ادا نہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلب گار ہوں۔

معترض کا "رسالہ غوثیہ" نقل کر کے یہ کہنا:

حضرت مکتبہ العظمیٰ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا۔"

میں کہتا ہوں: "اولیاء کے الہام کا مسئلہ علم باطن کے اہم مسائل میں سے ایک ہے، جو نیک نیت شخص ان کے کلام میں غور و فکر کرتا ہے وہ اسے تسلیم کرتا ہے، کیونکہ وہ خود فرماتے ہیں:

"ہم نئی شریعت کے دعویدار نہیں کیونکہ شریعت محمدیہ کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں۔"

اس حوالے میں اُن کا کلام اُن کی تالیفات میں مختلف جہتوں پر بکھرا ہوا ہے، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ: "اولیاء کی وحی بعض اوقات بہام والے فرشتے کے ذریعے ہوتی ہے اور بعض اوقات بغیر واسطہ کے ہوتی ہے، اور جن لوگوں پر باواسطہ وحی ہے اُن کی اور انبیاء کی وحی میں فرق یہ ہے کہ الہام والا فرشتہ اس وحی پر اُس کے نبی کی اتباع میں نازل ہوتا ہے اور اس وحی کو اُس کے نبی کی شریعت کا وہ فہم اور علم عطا کیا جاتا ہے جو اُسے پہلے حاصل نہیں تھا، نیز اُسے وہ احوال، احوال اور مقامات نصیب ہوتے ہیں جن سے وہ پہلے نا آشنا تھا، اسی طرح ایک اور فرق یہ ہے کہ اولیاء اپنے دلوں پر نزول کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر فرشتے کو نہیں دیکھ پاتے، اور اگر فرشتے کو دیکھتے ہیں تو اُس کی طرف سے دل پر القاء کا مشاہدہ نہیں ہوتا، ایک وقت دل پر القاء اور فرشتے کا مشاہدہ فقط انبیاء کو حاصل ہوتا ہے۔"

مار عبد الوہاب شعرانی پر بھی فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے شرعی احکام کے نزول کا دروازہ تو بند کر دیا مگر اپنے اولیاء کے دلوں پر رحم کے نزول کا دروازہ بند نہیں کیا تا کہ اُس کے اولیاء موت و تبلیغ کے وقت اُس بصیرت سے مامان ہوں جو ان کے آقا و مولیٰ سرور عالم ﷺ کو حاصل تھی، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلَى بَصِيْرَةٍ ۚ وَهِيَ سَبِيْلِي" (۱)

"تم فرماؤ یہ میری راہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور جو میرے قدموں پر چلیں گے اُن کی آنکھیں کھلتی ہیں۔"

صوفیاء و کرام کا الہامِ معجزت کا ایسا حصول ہے جس پر انکی عین اٹھائی جاسکتی۔ شیخ اکبر شیخ ابن عربیؒ فرماتے ہیں:

بعض اوقات فرشتہ ولی پر خوشخبری لے کر نازل ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

"تَسْتَوِلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَنْ تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبَشِرُوْا" (۲)

"اُن پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو۔"

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں:

"اگر فرشتے کا نزول موت کے وقت ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں

سے جس کے لئے چاہے موت کو آسان فرما دیتا ہے۔"

اور ولی پر فرشتے کے بغیر الہام کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے

اولیاء میں سے کسی ولی کے دل پر کچھ اللہ کرنا چاہتا ہے تو اُس ولی کے دل پر ٹپکی نازل فرماتا ہے جس کا مشاہدہ کرتے ہی وہ سمجھ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے کسی چیز کا علم دینا چاہتا ہے، تب ولی اپنے سینے میں وہ علم پاتا ہے جو پہلے موجود نہیں ہوتا، اور پھر اولیاء میں سے کوئی تو اس تجلی کو محسوس بھی کرتا اور کوئی اس امر کو محسوس کئے بغیر یہ بتاتا ہے کہ میرے دل میں یہ یہ بات آئی، اور جس ذات نے اس ولی کو یہ نعمت عطا فرمائی ہے وہی اس ولی کو شیطان کے شر سے محفوظ بھی فرماتا ہے۔

حضرت ابن عربی حاکمیؒ نے فرمایا

"حضرت عمرؓ ایسے لوگوں کے سردار ہیں جن کی زبان پر حق بولتا

تھا۔ اس معاملے میں امت کے اولیاء آپ کے وارث ہیں۔"

مُحَدَّث (دال پر زبر کے ساتھ) وہ حضرات ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کیا جاتا ہے اور حضرت عمرؓ کے حوالے سے یہ حدیث اہل علم کے درمیان مشہور ہے کہ آپ مُحَدَّثین میں سے ہیں۔ "عارضۃ الاحوذی" میں حدیث مذکور کی شرح کرتے ہوئے امام ابن العربیؒ نے فرمایا:

"اللہ تبارک و تعالیٰ انسانوں سے پاک دل میں براہ راست یا اس

دل میں فرشتے کے اللہ کے ذریعے کلمہ پیدا فرماتا ہے۔"

انہوں نے مزید فرمایا:

"بعض اوقات یہ خوش نصیب شخص آواز بھی سنتا ہے جبکہ بعض لوگوں کا کہنا

ہے کہ فرشتے کو بھی دیکھتا ہے لیکن مجھے ابھی تک اس حوالے سے علم حاصل

نہیں ہوا۔"



میں کہتا ہوں: "جیسے کہ میں نے اس شعرانی کے حوالے سے ذکر کیا تھا کہ ولی فرشتے کو دیکھتا ہے لیکن اس کے بولنے وقت اسے نہیں دیکھتا (یہ فطرت انبیاء کا خاصہ ہے) اور اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔ ہم نے اس مسئلہ پر جو کچھ عرض کیا اس کے بعد کسی دلی کے اس قول میں: "مجھے یہ کہا گیا: "یا "میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی۔" توقف اور شک کی گنجائش نہیں رہتی، اور شیخ مصلوئی نے حضرت غوث اعظم کے ایسے ہی قول نقل کئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"مجھے کہہ دیا تھا: اے عبدالقادر! ہم نے تمہیں منتخب فرمایا ہے۔"

"میں عبادت کے (ابتدائی) ایام میں کسی کلمے والے کی پیروی نہ کرتا تھا۔"

"اے عبدالقادر! ہم نے تمہیں سونے کے لئے پیدا نہیں کیا، ہم نے

تمہیں اس وقت اپنا محبوب بندہ بنایا جب تم کوئی شئی نہیں تھے، اور

اب جب تم کچھ ہو تو ہم سے غافل مت رہو۔"

اس طرح کے دیگر کلمات بھی آپ سے منقول ہیں۔ "رسالہ غوثیہ" میں مذکور

اللہ تعالیٰ کا فرمان کچھ یوں ہے:

"ناسوت اور ملکوت کے درمیان والا درجہ عنایت ہے، جبکہ ملکوت اور

لاہوت کے درمیان والا درجہ طریقت ہے، جبروت اور لاہوت کا

درمیانی درجہ حقیقت ہے۔"

عربی عبادت میں ذکر کے لئے لفظ "طہور" کا معنی دو چیزوں کے درمیان حد

اور مشدد کے معنی میں ہے (۱) جیسا کہ "القاموس المحیط" میں مذکور ہے، نہ سوت

(۱) ترجمہ میں اسے سجدہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (مترجم)

"جسم" ملکوت "عالم الغیب"، جبروت "برزخ" اور لاہوت "روح" کے معنی میں ہے، جیسے کہ حجت الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا: "دل بھی عالم ملکوت میں سے ہے۔" اور میری (مصنف علیہ الرحمۃ) رائے میں یہاں ملکوت سے مراد دل ہی ہے یعنی دل کے وہ معنوی امور جو حسی وجود نہیں رکھتے، وہ ایسے امور ہیں جو آنکھ سے اور جھل بھی نہیں اور موجود بھی۔

ان کلمات کی تشریح میں ہم کہتے ہیں: "مکلف انسان سے تقویٰ مطلوب ہوتا ہے، تقویٰ ظاہری اور باطنی طور پر ممنوعہ امور سے بچنے اور احکام کی پابندی کا نام ہے۔ تو گو یا یہ چار امور ہوئے، ظاہری طور پر ممنوعہ امور سے بچنا اور احکام کی تعمیل کرنا؛ شریعت ہے اور باطنی طور پر ممنوعہ امور سے بچنا اور احکام کی تعمیل کرنا دل کے متعلقات میں سے ہے، سالک ان دونوں میزجیوں کے ساتھ حقیقت کی منزل تک پہنچتا ہے، اور یہ بلند رتبہ بلند ہمت لوگوں کو ہی عطا ہوتا ہے۔

سالک پہلے علماء سے عبادات اور حلال و حرام کے مسائل سمجھتا ہے، نیز ممنوعہ امور سے اجتناب اور احکام کی تعمیل کرتے ہوئے ان مسائل پر عمل کرتا ہے جو کہ پہلا درجہ ہے، پھر اپنے دل کو آلائشوں سے پاک کرنے اور فضائل کے ساتھ آراستہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس طرح وہ باطنی طور پر ممنوعہ امور سے اجتناب اور احکام کی اتباع کرتا ہے، طریقت وہ خدمت سرانجام دیتی ہے جس کے ذریعے دل رحمت کے جہنموں اور قلبی واردات کے علاوہ جذبات اٹھائے جانے اور برزخ کے غائبیت پر مطلع ہونے کے قابل ہو جاتا ہے، یہ دوسرا درجہ ہے۔

اس کے ساتھ ہی سالک کے لئے ایک دروازہ کھل جاتا ہے، پھر اس کی روح

اس دروازے سے برزخ کے باغات میں داخل ہوتی ہے اور وہاں کی سیر کرتی ہے اور اپنی کوشش (مجاہدات) کے مطابق ان باغات میں سے پھل بھی حاصل کرتی ہے اور یہ سب کچھ سالک کو اس کی کوشش (مجاہدات) اور طریقت کی عطا کی گئی تربیت اور روحانی غذا کی مقدار میں حاصل ہوتا ہے، اس لئے کہ اس درجہ میں سالک اور اس کے مربی کی ساری توجہ اور ادب و تہذیب، دعاؤں، اذکار اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے ذرائع پر مرکوز ہوتی ہے، اس طرح سالک کی روح درجہ کمال کو پہنچتی ہے اور وہ ایسے عجیب و غریب انعامات حاصل کرتا ہے جن کے بیان سے زبان قاصر ہے، اور یہ تیسرا درجہ ہے۔ جس کی ابتداء (نفسانی خواہشات) جلا دی گئی اس (کوشش یعنی مجاہدات) کی انتہاء روشن ہو گئی۔

شیخ مصطفیٰ ہاشم تازوی اپنی کتاب: ”الوحیۃ“ میں فرماتے ہیں: ”جسم کا عبودیت کے اعمال، بھلائی یا شریعت ہے، اور دل کا الوہیت کے حقوق ادا کرنا طریقت ہے، جبکہ ربوبیت کا مشاہدہ کرنا حقیقت ہے۔ شریعت اور طریقت مجاہدہ کا نام ہے، جبکہ حقیقت مراقبہ اور مشاہدہ کا نام ہے، ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ اللہ کی طرف جانے والے راستے کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، شریعت اس کا ظاہر اور حقیقت اس کا باطن ہے، حقیقت کا شریعت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے جیسے تعلق مکھن کا دودھ سے اور خزانے کا اپنی کان سے، دودھ کو وہی بنا کر پوئے بغیر مکھن اور کان کو کھودے بغیر خزانہ حاصل کیا جاسکتا۔“

عارف باللہ ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”دل اس نصب شدہ خیمے کی طرح ہے جس کے چاروں طرف بند دروازے ہیں پس عمل ان میں سے جو دروازہ بھی کھولے گا وہ ملائکہ اعلیٰ اور ملکوت کی جانب ہی کھلے گا اور یہ دروازہ مجاہدہ اور تقویٰ کے ذریعے ہی کھلے گا۔“

میں کہتا ہوں: ”علم کے بغیر عمل ناممکن ہے جو کہ شریعت ہے، اور دارانی کے کلام میں مجاہدہ اور تقویٰ طریقت ہے۔ جبکہ عالم ملکوت کی جانب دروازے کا کھلنا حقیقت ہے۔“

چچہ الاسلام امام غزالی نے دل کے متعلق سرور عالم علیہ السلام کا ارشاد نقل کیا ہے:

”لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب ہنی آدم لفظوا  
الہی ملکوت السماء۔“

”اگر شیاطین کا انسانی دلوں کے ارد گرد گھومنا نہ ہوتا تو انسان آسمان کی ملکوتی دنیا کو دیکھتے۔“

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ انسانی دل روشنی سے اس لیے محروم اور ملکوتی مراتب سے منقطع ہوتے ہیں کہ شیطان کے حیر و کارائش شریعت کی اتباع سے دور رکھتے ہیں۔

روایت ہے کہ ایک دن امام احمد بن حنبل نے ابوسلیمان دارانی کے شاگرد ابن ابوالحواری سے فرمایا: ”ہمیں کوئی ایسی بات سناؤ جو تم نے اپنے استاد ابوسلیمان دارانی سے سنی ہو۔“ تب ابن ابوالحواری نے کہا: ”میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا:



”جو دل گناہ چھوڑنے کا پختہ ارادہ کر لیں وہ ملکوتی دنیا میں سیر شروع کر دیتے ہیں اور اس بندے پر کسی استاد کے بغیر علم و حکمت کے نکات منکشف ہوتے ہیں۔“

سیدنا امام احمد بن حنبل تین دفعہ اٹھے اور پیٹھے اور پھر آپ نے فرمایا: ”میں نے اس سے زیادہ عجیب بات نہیں سنی۔“ اور اس کے بعد آپ نے حدیث رسول ﷺ سنائی کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

من عمل بما یعلم و رکنہ علم ما لم یعلم۔

”جس نے اُس پر عمل کیا جو کچھ وہ جانتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے دو علم عطا فرمائے گا جو اُس کے پاس نہیں تھا۔“

گناہوں کو چھوڑنا شریعت ہے، اس بات کا پختہ قصد کرنا طریقت ہے، ملکوتی دنیا میں سیر کرنا اور علم و حکمت کے نکات لے کر واپس لوٹنا حقیقت ہے، اور بعض لوگ شریعت اور طریقت کو ایک ہی شمار کرتے ہیں جیسا کہ ”رسالہ قشیریہ“ میں مکتوب ہے۔ اور یہ کہتے ہیں: ”یہ دور ہے ہیں۔“ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں بلکہ یہ لفظی اختلاف ہے کیونکہ شریعت اجمال اور حقیقت تفصیل ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا: ”شریعت کھول کر بیان کرنا ہے اور حقیقت کسی مقام پر فائز ہونا ہے۔ شریعت اللہ کی عبادت اور حقیقت اُس کی ربوبیت کا مشاہدہ ہے۔ شریعت ابتداء اور حقیقت انتہاء ہے، ان ساری تقسیمات کا نتیجہ ایک ہی ہے۔

میں نے اپنے استاد عارف باللہ علامہ سیدی محمد بن ابی القاسم سے اُن اولیاء کے بارے میں پوچھا جو کہتے ہیں کہ انہوں نے آسمانوں کی سیر کی جبکہ بعض فقہاء کی

طرف سے اُن کی اس بات کو ارتداد قرار دیا گیا تو سیدی محمد نے جواب دیا: ”یہ سیر خواب کے ذریعے نہیں جو کہ عام لوگوں کا حصہ ہے اور جسمانی بھی نہیں بلکہ روحانی ہے، کیونکہ دنیاوی زندگی میں روح جسم میں پوشیدہ ہوتی ہے اس لئے روح خاکستری وجود کے ساتھ بوجھل ہوتی ہے جبکہ موت کے بعد معاملہ الٹ ہو جاتا ہے اُس وقت جسم روح میں پوشیدہ ہوتا ہے (یعنی روح جیسے مجسم ہونا چاہتی ہے ہو جاتی ہے) اس لئے دارِ آخرت میں روح کو جسم پر غلبہ حاصل ہوتا ہے، دنیا میں درجہ کمال والے اولیاء کی ارواح کو دنیا میں اُن کے اجسام پر وہی غلبہ حاصل ہو جاتا ہے جو عام لوگوں کو دارِ آخرت میں حاصل ہوتا ہے، کیونکہ انہوں نے دنیا میں روح کو یوں آرام نہ کیا ہوتا ہے جیسے کہ کسی شاعر نے کہا:

علیک بالروح فلسک کمل فضائلها فانک بالروح لا بالجمہ انسان

”اپنی روح کی طرف متوجہ ہو کر اُس کے فضائل کی تکمیل کرو، تم فقط

جسم کی بدولت نہیں روح کے باعث انسان ہو۔“

اولیاء کا ملین اپنی ارواح میں فضائل کی تکمیل کر کے آسمانوں کی روحانی سیر جیسی کرامت حاصل کرتے ہیں، تب اُن کی ارواح آسمانوں کی سیر کرتی ہیں۔ چونکہ اُن کی نظر روح پر مرکوز ہوتی ہے جسم پر نہیں، اس لئے وہ کہتے ہیں: ”ہم نے آسمانوں کی یا بہشت کی سیر کی۔“ جبکہ جسم اور روح کے ساتھ بیداری کی حالت میں آسمانوں کی سیر شریعت میں فقط نبی کریم ﷺ کے لئے ہی ثابت ہے۔

ہمارے شیخ سیدی محمد بن القاسم رحمہ اللہ کے کلام نے ہمارے لئے ”رسالہ غوثیہ“ کی عبارت کا سمجھنا آسان کر دیا، انہوں نے ”رسالہ غوثیہ“ میں مذکور طریقین ناسوت یعنی

جسم اور ہوت یعنی روح کی تشریح کی ہے، جسم سالک کا پہلا مرتبہ اور روح دوسرا مرتبہ ہے، اس بات میں غور کرو ہدایت پا جاؤ گے۔

سیدی محمد بن اقصم کے کلام نے غوث اعظم کے حوالے سے ”بیجة الاسوار“ میں مذکور بعض عارفین کی یہ بات بھی سمجھا دی کہ: ”آپ نے ملکوت اکبر اپنے پیچھے اور ملک اعظم (یعنی قطیعت) کو اپنے قدم کے نیچے رکھا۔“ نیز یہ بات بھی واضح ہوئی کہ ایک مرتبہ جمیل بدوی عالم ملکوت میں غائب ہو گئے اور ایک ایسی مجلس میں جلوہ گر ہوئے جہاں بہت سے مشائخ موجود تھے، پھر ایک ایسا جھوٹا آیا جس نے ان سب کو سرمست کر دیا، تب سب نے کہا: ”یہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے بلند مقام کی ٹوٹی ہے۔“ اس وقت جمیل بدوی کے کانوں میں یہ آواز گونجی: ”یہ ایسا علم ہے جو جوہیت کی حالت میں حاصل نہیں ہوتا۔“

اس تناظر میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ملکوتی دنیا کی سرور و حافی ہے، امام ابن عربی حاقمی فرماتے ہیں:

”جیسے انسان اپنے خواب میں اور اپنی موت کے بعد بعض اعراس کو جسم شکل میں یوں دیکھتا ہے کہ وہ اس سے مخاطب ہوتی ہیں۔ اور وہ ایسے اجسام کو دیکھتا ہے جن کے بارے میں اسے کچھ شک و شبہ نہیں ہوتا، اسی طرح کشف کی دولت سے مالا مال شخص بیداری میں بھی یہ سب دیکھ دیکھتا ہے۔“

”رسالہ غوثیہ“ میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

”میں کسی چیز میں اس طرح ظاہر نہیں ہوا جیسے انسان میں ظاہر

ہوا ہوں۔“

کا معنی درج ذیل حدیث نبوی کی مدد سے واضح ہوتا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”من عرف نفسه فقد عرف ربه۔“ (۱)

”جس شخص نے اپنے وجود میں غور و فکر کیا اس نے رب کو پہچان لیا۔“

”رسالہ غوثیہ“ میں رب کریم کے ساتھ حضرت غوث اعظم کا درج ذیل مکالمہ مذکور ہے:

”پھر میں نے سوال کیا: ”اے رب! کیا تو کھانا پیتا بھی ہے؟“

تو اس نے جواب دیا:

”فقیر کا کھانا پینا میرا ہی کھانا پینا ہے۔“

اس مکالمے کی توضیح درج ذیل آیت مبارکہ:

من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً۔ (۲)

”ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے؟“

کے تحت امام شعبی کے اس قول سے ہوتی ہے:

”اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے لوگوں کو صدقات کی ترغیب

دلانے کے لئے فقیر کو قرض دینا اپنی بلند و بالا ذات کو قرض دینے کے

(۱) المقاصد الحسنة (۲۵۲/۱) کتب بیضاء، ۲۶۳

(۲) سورہ بقرہ، ۲۴۵



مترادف قرار دیا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل حدیث میں مریض کی عیادت بھوکے کو کھلانے، اور پیاسے کو پلانے جیسے عمل کو اپنی مقدس ذات کی طرف منسوب فرمایا: (حالانکہ وہ بیماری، بھوک اور پیاس سے پاک ہے)۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

يقول الله عز وجل يوم القيامة: "يا ابن آدم! مرضت فلم تعدني." قال: "يا رب! كيف أعودك و أنت رب العالمين؟" قال: "أما علمت أن عبدی فلاناً مرض فلم تعده؟ أما علمت أنك لو عدته لوجدتني عنده؟" "يا ابن آدم! استطعتك فلم تطعني." قال: "يا رب! كيف أطعك و أنت رب العالمين؟" قال: "أما علمت أنه استطعتك عبدی فلان فلم تطعه؟ أما علمت أنك لو أطعته لوجدت ذلك عندي؟" "يا ابن آدم! استسقيت فلم تسقني." قال: "يا رب كيف أسقيك و أنت رب العالمين؟" قال استسقاك عبدی فلان فلم تسقه، أما علمت أنك لو سقيته لوجدت ذلك عندي." (۱) (واللفظ للصحيح المسلم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا:

(۱) اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح (۹۹۰/۳) میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح (۵۰۳۱) میں اور ترمذی نے شعب الایمان (۵۳۲/۶) میں روایت کیا۔

”اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔“ بندہ عرض کرے گا:

”میں تیری عیادت کیسے کر سکتا تھا جبکہ تو رب العالمین ہے؟“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

”کیا تجھے میرے فلاں بندے کی بیماری کا علم نہیں ہوا تھا؟ مگر تم نے اُس کی عیادت نہیں کی، تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ اگر تم اُس کی عیادت کرتے تو مجھے اُس کے پاس پاتے۔“ (اللہ تعالیٰ فرمائے گا):

”اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا مگر نے تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔“ بندہ عرض کرے گا:

”اے رب! میں تجھے کھانا کیسے کھلا سکتا تھا جبکہ تو رب العالمین ہے؟“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

”تجھے یا نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا مگر تم نے اُسے کھانا نہیں کھلایا، کیا تو یہ بات سمجھ نہیں سکا تھا کہ اگر تو اُسے اُس دن کھانا کھلا دیتا تو آج میری بارگاہ میں اُس کا اجر پاتا۔“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

”اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تم نے پانی نہیں پلایا۔“ بندہ عرض کرے گا:

”اے رب! میں تجھے پانی کیسے پلاتا جبکہ تو رب العالمین ہے؟“

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

”تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا مگر تم نے اُسے پانی

نہیں پلایا، کیا تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ اگر تم اُسے اُس دن پانی

پلاتے تو (آج) میرے پاس اُس کا اجر پاتے۔“

بن عربی فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے انسانی عظمت کو اجاگر کرنے اور اپنے بندوں کے

ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دینے کے لئے بندوں کے ساتھ معاملے

کو کنوئیر کے طور پر اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔“

”رسالہ غوثیہ“ میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

”میں نے انسان کو اپنے نور سے اور پیدا کیا۔“

میں انسان سے مراد رحمت عالم ﷺ ہیں جن کے نور سے سارا جہان روشن ہے

اور آپ اللہ تعالیٰ کے نور سے ہیں جیسے کہ یہ بات کئی مستند کتب میں موجود ہے۔ (۱)

(۱) اس سلسلے میں مولانا محمد رفیع جابر نقویؒ نے ”استدلالی کلام“ تالیف کیا ہے، یہ حدیث ”مصنف عبدالرزاق“ کے مطبوعہ نسخوں میں مستند نہیں تھی، اللہ تعالیٰ کے سامنے علم اور محنت شیعی مانع النہی کی تحقیق کے ساتھ یہ حدیث اور دیگر کئی احادیث ”انجاء المفلود من مصنف عبد الرزاق“ کے نام سے شائع ہو کر اعلیٰ محبت کے ایمان کی تائید کا سامان بن چکی ہیں۔ شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادریؒ کے کلم سے اس کا سندیں اور سند ترمذی بھی منظرہ پر آچکا ہے (طبع: مکتبہ قادریہ لاہور)۔ اس کا ایک اور ترجمہ عالم طبین علامہ ذاکر حسین سیالوی مدظلہ نے کیا جسے انگریزی کے سانچے میں شمس (۲) ڈاکٹر منیر احمد فضل صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے (احوالہ) یہ انگریزی ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے۔ (مترجم)

اور ”رسالہ غوثیہ“ میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

”میں نے انسان کو اپنے لئے مسخر کیا اور ساری کائنات کو اُس کا تابع

بنادیا۔“

کا مطلب یہ ہے کہ (ہدایت یافتہ) انسان اللہ تعالیٰ (کے دین) کا خادم اور

ایسے علوم اور اعمال کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے جو اُسے اللہ تعالیٰ سے قریب کرتے

ہیں، وہ اُس کی زمین میں اُس کے عطا کئے ہوئے رزق سے مستفید ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ (۱)

”اور میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لئے بنائے کہ وہ میری بندگی

کریں۔“

اس کے علاوہ قرآن کریم میں ہے:

نَافِلَةُ اللَّهِ۔ (۲)

”اللہ کا نافر۔“

اور حدیث میں ہے:

يا غيمل الله ار كمي

”اے اللہ کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ۔“

انسان کے لیے کائنات کے مسخر کیے جانے پر کئی آیات واضح طور پر دلالت

کرتی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

(۱) سورہ ابراہیم: ۲۰

(۲) سورہ اعراف: ۳۰



الَّذِي تَرَوْنَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔ (۱)  
 ”کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لئے کام میں لگائے جو کچھ  
 آسمانوں اور زمین میں ہے؟“

جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ دَلِيلًا فَاَمْشُوا فِي مَنَازِلِهَا۔ (۲)

”جس نے تمہارے لئے زمین تابع کر دی، تو اس کے راستے پہ چلو“  
 اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تواریات میں جو کچھ نازل فرمایا تھا  
 اُس میں یہ ارشاد گرامی بھی تھا:

”اے بن آدم! میں نے ساری چیزیں تمہارے لئے اور تمہیں اپنے  
 لیے پیدا کیا، میں نے جو کچھ اپنے لئے پیدا کیا اُسے اُن چیزوں کے  
 لیے نظر انداز کر دینا جو تمہارے لئے پیدا کی ہیں۔“

نامور عالم دین، امیر العنساء اور عالم الامراء سیدنا عبدالقادر بن محی الدین  
 جزائری رحمہ شامی نے اپنی کتاب ”المواقف الروحیہ“ میں ارشاد فرمایا:

”مجھے سیدی محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے  
 انسان کامل کو اپنے لیے بنایا تاکہ خالق کو اُس کی مخلوق کے ذریعے  
 پہچان جائے، اور انسان کے لیے سارا جہان بنایا تاکہ اُسے اس  
 کائنات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل ہو۔“

یہ جہان انسان کے سبب ہی بنایا گیا، جب یہ جہان انسان کے لئے اور انسان  
 اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سارا جہان اللہ تعالیٰ کے لئے ہے،

(۱) سورہ لقمان: ۲۰

(۲) سورہ نمل: ۱۵

یہ بات مجھے اپنے اور شیخ ابن عربی کے درمیان مکالمہ سے سمجھ آئی، ایک دفعہ میرے  
 سامنے سیدنا محی الدین ابن عربی کی ایک کتاب آئی، میں نے اُسے کھولا تو اُس کے  
 پہلے صفحے پر خطبہ کے الفاظ لکھے ہوئے تھے:

”الحمد لله الذي خلق العالم له۔“

”تہم تقریفیں اُس ذات کے لئے ہیں جس نے اپنے لئے جہاں کو  
 پیدا فرمایا۔“

تب میں نے اُن سے پوچھا:

”یہ جہان تو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق انسان کے لئے ہی پیدا  
 ہوا ہے۔“

ارشاد و بانی ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ (۱)

”اور تمہارے لئے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ  
 زمین میں اپنے حکم سے۔“

اس آیت میں انسان کو مخاطب کیا گیا ہے، اور انسان کے لئے تسخیر کائنات  
 کا مقصد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ذات کا ظہور اور پھر اُس ظہور کا باقی رہنا بیان کیا گیا،  
 میرے اس استفادہ پر انہوں نے وہ جواب دیا جو اوپر ذکر کیا گیا۔

”رسالہ غوثیہ“ میں ارشاد خداوندی مذکور ہے:

”انسان میرا اور میں اُس کا راز ہوں۔“

(۱) سورہ ہاشم: ۱۳

یہ ارشادِ اِمرامی بھی واضح ہے، کیونکہ انسان اور رب کے درمیان کئی راز ہوتے ہیں جن پر کوئی بھی مطلع نہیں ہوتا جیسے کہ اخلاص ہے۔

ابو جعفر شیخ شہاب الدین سہروردی اور ابو القاسم شیخ عبد انکریم قشیری رحمۃ اللہ علیہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی متصل سند کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا:

”سألت رب العزة عن الاخلاص ما هو؟ قال: سر من سرى استودعته قلب من احببت من عبادى۔“

”میں نے اپنے رب سے اخلاص کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیا ہے؟“  
تو اُس نے فرمایا:

”یہ میرے رازوں میں سے ایک راز ہے جس کا لقاء میں اپنے بندوں میں سے فقط اُس بندے کے دل میں کرتا ہوں جسے میں اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔“

”احیاء العلوم“ میں امام غزالی کے کلام سے بھی یہی بات سمجھ آتی ہے کہ انسان کے اعمالِ تحریر کرنے والے دونوں فرشتے بھی انسان کے ظاہری اعمال پر ہی مطلع ہوتے ہیں اُس کے دل میں پوشیدہ رازوں پر مطلع نہیں ہوتے۔

سلطان العاشقین شیخ عمر بن القاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولقد خلوت مع الحبيب وبينا سر أرق من النسيم إذا سرى  
”میں نے اپنے محبوب سے تنہا حاصل کیا اور ہمارے درمیان ایک

ایسا راز تھا جو باہر صبا کے جھونکے سے زیادہ لطیف تھا۔“

انہوں نے ایسے راز کا ذکر کیا جو محتاجِ بیان نہیں کیونکہ یہ بھی زید عدل (زید

سراپا عدل ہے) کی طرح واضح ہے۔

اور ”رسالہ غوثیہ“ میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

”اگر انسان میری بارگاہ میں اپنی قدر و منزلت پہچان لیتا تو.....“

کا معنی و مفہوم آئندہ آنے والی بحث جب وہ کسی چیز کو کہتا ہے: ”ہو جا“ تو وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔“ کے تحت آئے گا۔

اور ”رسالہ غوثیہ“ میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

”انسان نے جو کچھ کھایا اور پیہا اور جب بھی وہ اٹھا، بیٹھا، بول اور

خاموش ہوا، اُس نے جو بھی عمل کیا، نیز جب بھی وہ کسی چیز کی طرف

متوجہ ہوا یا کسی چیز سے غافل ہوا میں اُس کی حرکت اور سکون میں تھا۔“

میں اُس حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

ما يزال العبد يتقرب إلى بالنواقل حتى أحبه فإذا أحببته كنت

سمعه الذى يسمع به وبصره الذى يبصر به ويداه التى

يبيطش بها ورجله التى يمشى بها۔ (۱)

”بندہ (فرائض کے بعد) نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا

رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بندہ بنا لیتا ہوں۔ اور جب

میں اُسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اُس کی سماعت بن جاتا ہوں

جس سے وہ سنتا ہے، اور اُس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ

(۱) اس حدیث کو امام بخاری (۲۵۴/۵) ابن حبان (۵۸۱/۲) اور بیہقی نے اسنن الکبریٰ (۲۳۷/۳)

(۲۱۹/۱۰) میں روایت کیا ہے۔



دیکھتا ہے، اور اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ چھوٹا ہے، اور

اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چمٹا ہے۔“

اس حدیث کا معنی و مفہوم متعین کرتے ہوئے علماء نے مختلف آراء کا اظہار

فرمایا ہے، مثلاً ایک معنی کچھ یوں بیان کیا گیا۔

”میں اُس کے لئے مدد کے معاملے میں اُس کی سماعت اور بصارت

جیسا ہو جاتا ہوں نیز اُس کی معاشرت کے معاملے میں اُس کے ہاتھ

اور پاؤں جیسا ہو جاتا ہوں۔“

اس کے علاوہ اس حدیث کا معنی کچھ یوں بھی بیان کیا گیا ہے:

”میں اُس کے اعضاء کا یوں محافظ بن جاتا ہوں کہ وہ اپنے اعضاء کو

حرام کاری میں استعمال نہیں کرتا۔“

اور یہ بھی کہا گیا ہے:

”میں اُسے سنائی دینے والا اور دکھائی دینے والا بن جاتا ہوں۔“

یعنی وہ بندہ میرے ذکر کے علاوہ کچھ نہیں سنتا، اور میری کتاب کی

تلاوت کے سوا اُس کی نگاہ کو کہیں قرآن نہیں ملتا، اور اُس کا ہاتھ ایسی

چیز کی طرف ہی بڑھتا ہے جس میں میری رضا ہو۔“

ان کے علاوہ مزید اقوال بھی موجود ہیں۔ اور اہل ایمان میں ایسا کوئی بھی نہ

ہوگا جو اس حدیث کے حقیقی معنی لے گا، کیونکہ یہ معنی تو واضح طور پر حلول اور اتحاد پر

مشتمل ہوگا جو کہ بالا جماع گمراہی اور کفر ہے۔

اور مذکورہ بالا رسالے میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

”میں اُس کی حرکت اور سکون میں تھا۔“

میں پایا جانے والا عموم انسان کے تمام افعال کو شامل ہے، کیونکہ اُس کا حرکت

کرنا اور ساکن ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہی ہے۔

”رسالہ غوثیہ“ میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

”جو میری طرف باطنی سفر سے محروم ہو او وہ ظاہری سفر میں مبتلا ہوا۔“

میں جس باطنی سفر کا ذکر کیا گیا وہ اہل طریقت کے ہاں معروف ہے، اُس سے

مراد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچانے والے راستے پر چلنا ہے، ان کلمات میں مقامات

کے طے ہونے کو مسافتیں طے ہونے سے اور عرفانی منازل میں ترقی کو زمینی منازل

سے تشبیہ دینے میں جو خوبصورتی ہے وہ ظاہر ہے، حضرت عطاء اللہ سکندری رحمہ اللہ کی

”جگمگ“ میں ہے:

”لولا مبادین النفوس ماتحقق سیر السائرين، إذ لا مسافة

بذلك وبينه حتى تطويها رجلك۔“

”اگر نفوس کے میدان نہ ہوتے تو سائکین کے سفر طے نہ ہوتے،

کیونکہ اُس رب اور تمہارے درمیان ایسی مسافت نہیں ہے جسے

تمہارے پاؤں طے کریں۔“

اور رسالہ غوثیہ معراجیہ میں مذکور اُس کا یہ فرمان:

”اتحاد ایک ایسی حالت و کیفیت ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا“

سیدی علی وقاء (اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکتوں سے مالا مال فرمائے) کے اس

قول کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے:

”صوفیہ کرام کے نزدیک نظر سے اتحاد کا معنی اللہ تعالیٰ کی رضا میں بندے کی رضا کا فنا ہوتا ہے، جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ: ”فلاں اور فلاں کے درمیان اتحاد پایا جاتا ہے۔“ یہ جملہ اُس وقت کہا جاتا ہے جب دونوں میں سے ہر ایک اپنی رضا کو دوسرے کی رضا پر قربان کر دے۔

علامہ سعد الدین نقشبازی نے ”شرح المقاصد“ کی دوسری فصل کے تحت پانچویں مقصد میں تحریر کیا ہے:

”یہاں دواور مذہب بھی ہیں جن میں اتحاد اور حلول کا گمان ہوتا ہے حالانکہ اُن میں ایسی کوئی بات نہیں ہے، اُن میں سے پہلا مذہب یہ ہے کہ سائیک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچ کر تو حید و عرفان کے سمندر میں یوں غرق ہو جائے کہ اُس سائیک کی ذات و صفات اس حد تک اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے تابع ہو جائیں کہ اُس کی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے اور وہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کا وجود ہی دیکھے، اس حال اور کیفیت کو صوفیہ کرام نے فنا فی التوحید کا نام دیا ہے، اور اسی طرف حدیث قدسی کا اشارہ ہے:

مَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالْوَاقِلِ حَتَّىٰ أَحْبِبَهُ فَإِنَّا أَحْبَبْتَهُ

كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به۔

”بندہ (فرض نمازوں کے بعد) نوائل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بندہ بنا لیتا ہوں، اور جب میں اُسے اپنا محبوب بندہ بنا لیتا ہوں تو میں اُس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اُس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔“

بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے اس محبوب بندے سے بعض ایسی عبارات سرزد ہو جاتی ہیں جو اُس کیفیت کو پورا ایمان نہ کر سکنے کے باعث یوں دکھائی دیتی ہیں کہ ان میں اتحاد اور حلول کا معنی پایا جاتا ہے اور ”حال“ کی اس کیفیت کو ”قال“ کی زبان سے بیان کرنا مشکل ہو جاتا ہے، ایسے میں ہم تمنا کے ساحل پر کھڑے تو حید کے سمندر سے اپنی استطاعت کے مطابق اس اعتراف کے ساتھ ایک چلو پانی حاصل کرتے ہیں کہ فنا کے راستے میں ویس نہیں بجز واقعہ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر بھلائی کی توفیق دینے والا ہے۔“

اور ”رسالہ غوثیہ“ میں مکتوب یہ الفاظ: ”اتحاد ایک ایسی حالت اور کیفیت ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔“ بھی صوفیہ کرام کی کیفیت کو ادا کرنے میں الفاظ کی تنگ دامانی پر دلالت کرتے ہیں۔

اور ”رسالہ غوثیہ“ میں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب درج ذیل الفاظ مکتوب ہیں: ”جو شخص اس حالت اور کیفیت کے طاری ہونے سے پہلے اس پر ایمان لایا اُس نے کفر کا ارتکاب کیا۔“

اس عبارت میں مذکور ایمان کا معنی و مفہوم اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے (حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”میرے خیال میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں اپنی ذات کی فنایت کا جھوٹا دعویٰ کرنا ہے، کیونکہ ایمان تصدیق کا نام ہے، اور جو شخص صوفیہ کرام کی ایسی عبارت سن کر اُسے مبالغہ سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہوئے اُسے تسلیم کرتا ہے، اُس کی بات سننے والے کو اگر اس حوالے سے کچھ علم نہ ہو تو وہ یہی



گمان کرتا ہے کہ یہ شخص بھی صاحبانِ حال میں سے ہے، ”امن بہ بعدان“ سے مراد ایسی بات ہے جس سے دعوے کی نیابتی ہو، اگر وہ جھوٹا ہے اور ”کیفیت طاری“ ہونے سے پہلے۔ ”کا یہی معنی ہے، ”اُس نے کفر کیا“ (یعنی نعمت کا انکار کیا) یعنی جھوٹے دعوے کے سبب اپنے لئے ”حال“ جیسی نعمت کا دروازہ بند کر لیا۔

”رسالہ فقیر“ میں مذکور بعض مردانِ حق نے فرمایا:

”جس نے ایسے ”حال“ پر گفتگو کی جو اسے حاصل نہیں، اُس کا کلام سننے والوں کے لئے فتنہ اور اُس کے اپنے دل میں خود پسندی کا باعث ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُسے اس حال کی لذت سے محروم فرما دے گا۔ اور ”امن بہ“ کا ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ”حال“ کے حوالے سے گفتگو کرنے والے جس شخص نے اپنی گفتگو سے پہلے اپنے ظاہر پر ”حال“ کے وارد ہونے کا گمان کیا تو اُس نے اپنے لیے اس نعمت کا دروازہ بند کر لیا۔

اور ”رسالہ غوثیہ“ میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

”اور جس نے میری بارگاہ میں (مشاہدہ کے مقام تک) پہنچنے کے بعد میری عبادت کا ارادہ کیا، اس نے عظمت والے رب کے ساتھ شریک ٹھہرایا۔“

میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مشاہدہ کی لذت سے شاد کام ہونے والا تو مشاہدے میں گم ہو کر ذکر کو بھول جاتا ہے، اس لئے کہ مشاہدے کے بارے میں سمجھ نہیں کہا جاسکتا، اور یہ مقام عطا فرمانے والی ذاتِ کافرانہ ہے کہ مشاہدہ کرنے والے نے اگر مشاہدے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر

کیا تو اُس نے (مشاہدے جیسی نعمت کی) بے ادبی کا ارتکاب کیا، اور ہر بات کا کوئی مقام ہوتا ہے، اور جسے مشاہدے کی نعمت حاصل نہیں ہوئی اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے بلکہ مشاہدے میں محو ہے جیسے کہ بعض ربانی نداؤں میں وارد ہے:

”اگر تجھے میرا مشاہدہ حاصل نہیں ہوا تو میرے ذکر کو لازم پکڑو۔“

اور صاحب ”فتوحات مکیہ“ نے ”ذکر ترک کرنے کا مقدمہ اور اُس کے اسرار“ کے عنوان سے ایک باب باندھا ہے اور اس کا آغاز کچھ اشعار کے ساتھ کیا ہے جن کا مطلع یہ ہے:

لا یتوث الذکر الا من یشاہدہ      ولیس یشہدہ من لیس ینذکرہ

”اُس کا مشاہدہ کرنے والا ہی ذکر ترک کرتا ہے، اور جو اُس کا ذکر

نہیں کرتا وہ اُس کے مشاہدے سے شاد کام نہیں ہوتا۔“

میں کہتا ہوں: ”مجھے والد گرامی کے استاد قطبِ وقت شیخ المشائخ سیدی علی بن

عمر رحمہ اللہ کے حوالے سے ایک ثقہ شخصیت نے روایت بیان کی کہ انہوں نے فرمایا:

”میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ہم سیدی علی کی خانقاہ میں اُن

کے حلقہ ذکر میں بیٹھیں اور وہ خود میرے مجلس ہوں۔ ہم نے اُن سے اپنی

یہ خواہش بیان کرنے کا ارادہ کیا تو اُن کے بڑے صاحبزادے شیخ

فرج ساحلی آگے بڑھے اور اُن کے سامنے مطالبہ پیش کیا، تو انہوں

نے بے نیازی کا مظاہرہ کیا، ان کے صاحبزادے نے اصرار کیا تو

انہوں نے ڈانٹ دیا اور فرمایا: ”تم میرے سامنے ہو اور میں تمہارا

نام لے کر تمہیں پکارتا ہوں؟“ اور ناراضگی کی کیفیت میں رہے،

گویا انہوں نے یہ اشارہ دیا کہ وہ اس وقت مشاہدہ کے مقام پر تھے۔

اور نام شعرانی کی ”المیزان“ میں ہے:

”شبی سے پوچھا گیا: ”آپ کب راحت محسوس کرتے ہیں؟“ تو انہوں نے

فرمایا:

”جب میں ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا۔“ یعنی ذکر تو اس وقت ہوتا ہے جب حجابات کی وجہ سے مذکور کا مشاہدہ نہیں ہوتا، شبلی نے فقط مشاہدہ کی آرزو کی کیونکہ مشاہدہ کے وقت ہی ذکر اپنی زبان سے ذکر بھول کر مشاہدے کا ذکر رہ جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اہل مشاہدہ کو اُن پر وارد ہونے والے حال کی شدت اور تجلی کی ہیبت انہیں مہیوت اور گونگا کر دیتی ہے۔“

اس کلام سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے غوث اعظم کے ساتھ کلام میں جو فرمایا ہے: ”جس نے میری بارگاہ میں چٹختے کے بعد میری عبادت کا ارادہ کیا.....“ اس عبارت میں عبادت سے مراد ذکر ہے۔ اور ”وصول“ سے مراد مشاہدہ کے مقام تک پہنچنا ہے، اور شرک سے مراد مقام مشاہدہ کے مطابق عمل سے روگردانی اور مظلوم ہوا کو بھالانے میں کوتاہی ہے۔ اور یہ (خت) حکم اس قول کے مطابق ہے جس میں کہا گیا ہے:

حسنت الابرار سیئات المقربین۔

”نیوکاروں کی نیکیاں مقررین کے لئے گناہ ہیں۔“

صحیح اور کامل علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے۔

”رسالہ غوثیہ“ میں مذکور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب یہ قول:

”وہ فقیر جسے ہر چیز میں امر عطا کیا جاتا ہے جب کسی چیز کو کہتا ہے:

”ہو جا“ تو وہ موجود ہو جاتی ہے۔“

حضرت شیخ عبد اللہ درجیلانی کے اس قول کی طرح ہے جس میں آپ نے فرمایا: عارف کی ”بسم اللہ“ اس ”مکن“ کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو۔ اور ”رسالہ غوثیہ“ میں عارف یا فقیر سے مراد وہ ولی ہے جس نے سلوک کی راہ میں ساری رکاوٹیں عبور کر لی ہوں۔ سیدی مصطفیٰ الہکری فرماتے ہیں:

”ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ دعا سے پہلے ہی وہ کچھ عطا فرما دیتا ہے جو

اُسے مطلوب ہوتا ہے، اہل جنت کی طرح اس کے دل میں خیال پیدا

ہوتے ہی اُسے نواز دیا جاتا ہے، اہل جنت کے لئے وہاں ہر وہ چیز

مہیا ہوتی ہے جس کی وہ خواہش کریں۔“

امام ابن عربی حاتمی نے ”فصول الحضرات“ کے عنوان سے قائم کیے گئے

باب میں ”حضرۃ الوجدان“ کے باب میں کہا ہے:

”یہ مکن کا حضور (مجلس ذکر/ بارگاہ) ہے جو شیخ عبد الواحد کی طرف

منسوب کیا گیا ہے، اور وہ ایسی شخصیت ہیں جن پر کوئی چیز گراں نہیں۔“

میں کہتا ہوں: ”رسالہ غوثیہ“ میں مذکور لفظ ”فقیر“ سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ

تعالیٰ کی (رحمت اور لطف و کرم) کا محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُسے

استغناء اور اُس کی مرادیں حاصل ہوں اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے اُس کا فقیر وہی کچھ

مانگتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اور جسے کاتب تقدیر نے سمجھا، اس معاملے میں



اللہ تعالیٰ کے بہت سے راز ہیں جنہیں وہ خود جانتا ہے یا پھر وہ شخص جانتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے اُن رازوں کا علم عطا فرمادیتا۔

حضرت غوث اعظم نے سادہ کو مخدوم کر کے فرمایا:

”اس وقت گویں جو خلاف عادت امور کی نسبت تمہاری طرف کر دی جاتی ہے، وہ فعل ظاہری طور پر تمہارا ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہوتا ہے اور یہ نہایت غامض ہے۔“

ہم نے جو کچھ عرض کیا اُس کی روشنی میں ”رسالہ غوثیہ“ میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ”اگر انسان میری بارگاہ میں اپنی قدر و منزلت پہچان لیتا تو وہ اپنی ہر سانس کے ساتھ کہتا: ”آج کس کی ہدایتی ہے؟“ کا مطلب واضح ہو گیا ہے، یہ سلوک (راہ طریقت) کے مقامات میں سے ایک مقام ہے جسے ”مقام خلافت“ کا نام دیا گیا ہے کہ سیدی مصطفیٰ مکرمی اور دیگر لوگوں نے کہا ہے۔

ناصح الدین سید عبد القادر بن محمد الدین الجزائری جن کا پیچھے ذکر گزرا ہے، اپنی کتاب ”المواقف الروحیہ“ میں انسان کامل کی بحث کے تحت لکھتے ہیں:

”انسان کامل کو (اللہ تعالیٰ کے کرم سے) مکمل قدرت کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے، اُس کے مٹنے کہتے ہی اشیاء معرض وجود میں آ جاتی ہیں اور اُس کا بسملہ اللہ کہتا زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے، عزت بھی دیتا ہے اور رسوا بھی کرتا ہے، عطا بھی کرتا ہے، روک بھی لیتا ہے، کسی منصب پر فائز بھی کرتا ہے اور اُس منصب سے معزول بھی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی اس قدرت کے باوجود

وہ شخص اپنی نظروں میں ایک ایسا مجز و انکسار کا پیکر ہوتا ہے کہ اُس بندے کی عبودیت میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا دعویٰ اور ادنیٰ شائبہ بھی نہیں ہوتا، اور اللہ تعالیٰ کا انعام یافتہ وہ شخص کسی کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عنایات اور (بطور کرامت) دنیا کے اعلیٰ واسطیٰ میں تصرف کے اختیار کو ظاہر نہیں کرتا۔“

یہاں تک ”رسالہ غوثیہ“ کے اُن اقتباسات پر گفتگو مکمل ہوئی جن کی آڑے کر معترض نے بارگاہ غوثیت پر اعتراضات کئے، اللہ تبارک و تعالیٰ ”رسالہ غوثیہ“ کے اسرار کو ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لئے نفع مند بنائے اور ہمیں اس رسالے کے سمجھنے میں موجود جواہرات کی پہچان نصیب فرمائے۔

بہجۃ الاسرار کے مصنف امام غلطونی پر اعتراضات کا رد:

معترض نے غوث اعظم کے پوتوں اور آپ کی مناقب پر لکھی گئی کتاب ”بہجۃ الاسرار“ کے مصنف شیخ علی غلطونی پر کچھ اچھا ہے، خاص طور پر ”بہجۃ الاسرار“ کے مصنف پر کچھ اچھا لگنے کے لئے کچھ اقتباسات نقل کئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

ابن الوردی نے اپنی ”تاریخ کبیر“ میں لکھا ہے:

”بہجۃ الاسرار“ میں بہت سے ایسے امور ہیں جو درست نہیں، اور شیخ عبد القادر جیلانی کی شان میں ایسے مبالغات ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔“

ابن حجر نے بھی بہجۃ الاسرار کے متعلق اسی طرح کے کلمات فرمائے ہیں۔

اور کمال جعفر نے کہا ہے:

”غلطونی نے ”بہجۃ الاسرار“ میں عجیب و غریب باتیں لکھ دی ہیں،

اور بہت سے لوگوں نے اس کتاب میں مذکور حکایات اور اسانید پر اعتراضات کئے ہیں۔

اور ابن رجب حنبلی نے ”بیہجۃ الاسرار“ کے بارے میں کہا ہے:

”مجھے اس کتاب میں مذکور امور پر اعتقاد کرنا بھلا معلوم نہیں ہوتا۔“

میں کہتا ہوں: ”اس ہذیان نے ”بیہجۃ الاسرار“ کے مصنف شیخ عطفونی کی شان میں کمی کرنے کے لئے بہت مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے، علماء کی غیبت سربلج الاثر زہر ہے اور معترض نے اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچایا ہے، اور جسے اللہ تعالیٰ ہلاک کرنا چاہے تم اسے ہرگز بچا نہیں سکتے، امام سیوطی جیسے اجل علماء نے شیخ عطفونی کی تعریف کی ہے، آپ نے اپنی تصنیف: ”حسن المحاضرة في اعتبار مصر والقاهرة“ میں مصری علماء کے طبقات بیان کرتے ہوئے شیخ عطفونی کے بارے میں ”الامام الاوحد“ (یکتاے روزگار امام) جیسے جوہر کلمات ارشاد فرمائے ہیں، وہ رے لئے امام سیوطی جیسی شخصیت کی طرف سے شیخ عطفونی کی تعریف میں یہ دو کلمات ہی کافی ہیں، اور جس کے لئے خزیرہ نے گواہی دی ہے اس کے لئے وہی کافی ہوگا۔ (۱)

يعرف الفضل لذی الفضلین الناس ذووہ

”لوگوں میں سے اہل فضل ہی فضلیت والوں کی خوبیوں کو پہچانتے ہیں۔“

معترض نے ابن الدردی کا جو قول نقل کیا ہے اس کا جواب شیخ عمر بن

عبد الوہاب حنبلی نے حق تعالیٰ کی مدد سے دیتے ہوئے فرمایا:

(۱) حضرت نور محمد علی کی گواہی کو رحمت امام سیوطی نے دوسروں کی گواہی کے ساتھ قرار دیا تھا اور فرمایا: ”حضرت مصنف بیہجۃ الاسرار یہ کہ جس شخص کی علمی عظمت کے حوالے سے امام جلال الدین سیوطی بیہجۃ الاسرار لائحہ“ کہتے ہوئے گواہی دیں اسے کسی دوسرے کی گواہی کی ضرورت نہیں۔ (مترجم)

”شیخ عطفونی کی طرف ایسے مبالغات منسوب کئے گئے ہیں جن کا ایسی شخصیت کی طرف منسوب کیا جانا درست نہیں، میں نے ان سب کا جائزہ لیا ہے، میں نے اس کتاب میں منقول ہر بات کی سند دیکھی ہے، اور اس میں ذکر کی گئی معصومات کو یا نفی نے ”اسنی المفاخر“، ”نشر المحاسن“ اور ”روض السراحين“ میں نقل کیا ہے اور اسی طرح شمس الدین رکن طینی نے بھی ”کتاب الاشراف“ میں نقل کی ہیں۔ اور ”بیہجۃ الاسرار“ میں (معترض کے کلیہ نظر سے) جو بڑی بات ذکر کی گئی ہے وہ غوث اعظم کا مرثیہ کو زندہ کرنا ہے اور یہ واقعہ تاج الدین سبکی نے بھی نقل کیا ہے اور ایسا واقعہ تو شیخ احمد کبیر رفاعی کے صاحبزادے اور بعض دیگر اولیاء کے حوالے سے بھی نقل کیا گیا ہے۔“

مگر حسد کے مارے اس کند ذہن اور جاہل کو جس نے اپنی ساری عمر چند مصرعیں سمجھنے میں گنوا دی اور وہ اس بناء پر یہ گمان کئے بیضا ہے کہ اُسے تزکیہ نفس کی نعمت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی حاصل ہو گئی ہے۔ یہ تو شیخ کب حاصل ہوتی ہے کہ دنیا اور آخرت میں (اللہ تعالیٰ کے کرم سے) اولیاء کے تصرف کو سمجھ سکے۔

اسی لئے تو حضرت جنید بغدادی نے فرمایا ہے:

”ہمارے سلسلہ طریقت کی (دل و جان سے) تصدیق بھی ولایت ہے۔“

میں کہتا ہوں: ”غوث اعظم کی برکت سے مرثیہ زندہ ہونے کی کرامت کو تو امام مشعرانی کے معاصر شیخ زین الدین مرصفی نے اپنی کتاب ”طاعی القلاص“ میں اور مولانا علی



قاری نے "لزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر فی مناقب سیدی الشریف عبدالقادر" میں نقل کیا ہے۔ جبکہ دیگر محققین نے بھی اللہ تعالیٰ کے اذن سے بطور کرامت ولی کے لئے مردوں کو زندہ کرنے کا جواز ثابت کیا ہے اور یہ اعلیٰ ترین کرامت ہے، اس کرامت کے جواز کی تصدیق کرنے والوں میں ابن حجر عسقلانی بھی شامل ہیں، کیونکہ جو چیز نبی کے لئے بطور مجزہ ثابت ہے اس کا دلی کے لئے بطور کرامت واقع ہونا صحیح ہے جیسے کہ امام سبکی اور صاحب "معیار" اور دیگر اہل علم نے فرمایا ہے، اور اگر معترض کو اس کرامت کا ثبوت قرآن کریم سے ہی مطلوب ہے تو یہ اس کی بہت دھرمی ہے۔

مردوں کو زندہ کرنے کی کرامت غوث اعظم اور شیخ احمد کبیر رفاعی کے بیٹے کے علاوہ بھی بہت سے اولیاء سے ظاہر ہوئی ہے، جیسے کہ رابعہ دہلوی شیخ ابوسفد دہلوی شیخ منہرج دامپلی، شیخ احمد ل اور دیگر حضرات بلکہ ہمیں گزشتہ صدی (۱) میں شیخ الشیوخ قطب زمان سید علی بن عمر الشریف کی ایسی ہی کرامت ثقہ لوگوں نے روایت کی، ایسی کرامت کا حضرت غوث اعظم جیسی شخصیت سے ظاہر ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں، ہر زمانے میں روئے زمین پر آپ کی کرامات ظاہر ہوئی ہیں، آپ کی عظیم ولایت کے علاوہ دنیا کے ہر شہر میں آپ کے لفظ اور تصرف پر اولیائے کرام کا اجماع ہے۔

جبکہ الاسرار پر امام ابن حجر کی طرف منسوب تنقید سے ان کی برأت:

اور معترض کا یہ کہنا: "ابن حجر نے بھی ابن النوری کے کلمات سے غلطے کلمات کہے ہیں: "تو میں اس کے بارے میں یہی کہتا ہوں کہ: "یہ بات معترض کی

(۱) عالم مصنف علیہ رحمۃ (جن کا سن ۱۳۳۸ھ میں ہوا) کا شمار تیرہویں صدی ہجری کی طرف ہے (مترجم)

طرف سے ایک لفظ تاثر دینے کی کوشش ہے کہ ابن حجر ابن النوری کے ہم خیال ہیں، معترض کی یہ حرکت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ موصوف علمی دیانت سے خالی ہیں، کیونکہ ابن حجر عسقلانی نے "بہجۃ الاسرار" کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

پہلی قسم: ایسی روایات جو اپنے ظاہر کے اعتبار سے شریعت سے متصادم نہیں ہیں بلکہ شرعاً اور عقلاً جائز ہیں، "بہجۃ الاسرار" کا اکثر حصہ ایسی ہی روایات پر مشتمل ہے، جبکہ کرامات کا ظہور ایک ایسی حقیقت ہے جو کائنات میں واقع ہے، اور کوئی خدای انسان ہی کرامات کا انکار کر سکتا ہے۔

دوسری قسم: ایسی روایات جو بظاہر حلال اور حرام کے درمیان ہیں، ایسی روایات کو صحیح نکتہ نظر سے ہی دیکھنا چاہیے اگرچہ ان کی تاویل ہی کرنا پڑے۔

تیسری قسم: ایسی روایات جو ظاہری طور پر شریعت سے متصادم ہیں، اگر ان کی صحیح تاویل ممکن ہو تو ایسا کرنا چاہیے ورنہ ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

یہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے کلام کی تفسیر ہے اور جب ان سے "بہجۃ الاسرار" کے بارے میں ابن رجب ضحلی کے قول کی روشنی میں سوال کیا گیا تھا تو انہوں نے دو جواب دیا جسے ہم نے ابھی نقل کیا ہے۔ اور جو شخص بھی اس عبارت میں غور کرے گا، اسے معترض کی رائے کے لیے تائید نظر نہیں آئے گی، یہی نہیں بلکہ ابن حجر کا قول، غیاضہ حیات رکھنے والے معترض کی واضح تردید کر رہا ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ امام ابن حجر نے جو کچھ فرمایا وہ فقہ کی حمایت اور سد ذریعہ کے لئے اس حال میں کہا ہو کہ آپ کا دل "بہجۃ الاسرار" کی قابل تاویل روایات کی تاویل کے ساتھ اس کی مکمل تصدیق کر رہا ہو جیسے کہ سلطان العمامہ شیخ عزالدین بن سلام رحمہ اللہ کے ساتھ

ایک واقعہ پیش آیا، آپ کی اپنی محفل میں ابن عربی کو زندیق کہا گیا تو آپ خاموش رہے اور آپ نے یہ بات کہنے والے کو ایب کہنے سے منع بھی نہیں کیا، جب ان کا خادم ان سے خلوت میں ملا تو اس نے آپ سے اس زمانے کے قلب کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”ابن عربی“ تب خادم نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے محفل میں ابن عربی کا دفاع نہیں فرمایا تو آپ نے فرمایا: ”ووفقیہاء کی مجلس تھی۔“ یہ واقعہ ”القاموس المحيط“ کے مصنف مجدد الدین فیروز آبادی نے تحریر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ”یہ بات سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام اور ابن حجر عسقلانی کے منصب کے حوالے سے ایک اچھا اندازہ ہے اور ہر چیز اپنے مخصوص بازار میں ہی بکتی ہے، امام ابن حجر شروع میں صوفیہ کرام کے بارے میں سخت رویہ کے مالک تھے اور اسی سلسلے کی کڑی ان کا اپنے معاصر عارف باندہ سیدی علی بن وقاشازی کو ”اتحاد“ کا قائل شمار کرنا بھی ہے، ابن حجر نے ”انباء العبر“ میں اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا: ”علی بن وقاشازی کی شاعری ”اتحاد“ کے نظریہ پر مشتمل اور الحاد تک پہنچنے والی ہے۔“

اور امام ابن حجر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدی علی بن وقاء نے فرمایا تھا:

وخلوا ہی حلولاً و اتحاداً و قلبی من سوا التوحید خلکی  
”لوگوں نے مجھے حلول اور اتحاد (۱) کا قائل سمجھا، حالانکہ میرا دل توحید کے علاوہ ہر چیز سے خالی ہے۔“

اسی لئے امام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

۱۔ ہر اور رب کے وجود میں اتحاد ہے، درحقیقت کے وجود میں رب کا صول کرنا ہے۔

”ابن حجر صوفیہ کرام میں سے کسی کا ذکر کرتے ہیں تو کسی رو رعایت کے بغیر ذکر کرتے تھے۔“

مگر امام ابن حجر نے بعد میں اپنے اس رویے سے رجوع کر لیا تھا اور خود بھی امام شعرانی کے بقول سرکردہ صوفیہ میں سے ہو گئے تھے، اسی بنا پر انہوں نے سلطان العاشقین عمر بن الفارض کے مشہور و معروف ”قصیدہ ثانیہ“ کی (جو کمال تصوف کے رموز پر مشتمل ہے) شرح بھی کی تھی اور پھر اپنی یہ شرح شیخ مدین مصری کی خدمت میں پیش کی تاکہ وہ اس شرح کو ملاحظہ فرما کر اسے نشر کرنے کی اجازت تحریر فرمادیں، تو انہوں نے اس شرح کے آخر میں یہ شعر لکھا:

سارت مُشْرِقَةً و سَوْتُ مُغْرِبًا شَتَانِ بَيْنَ حَشْرٍ و مغْرِبٍ  
”وہ مشرق کی طرف چلی اور میں مغرب کی طرف، مشرق اور مغرب کا رخ کرنے والوں کے درمیان بلا کی دوری ہے (یعنی تصوف کا فہم مرشد کے بغیر ممکن نہیں)۔“

شیخ مدین نے یہ شعر لکھ کر ”قصیدہ ثانیہ“ کی یہ شرح ابن حجر کو بجاوادی، امام شعرانی فرماتے ہیں:

”ابن حجر اس بات کو سمجھ گئے جس سے وہ ایک مدت تک خائف رہے تھے، پھر انہوں نے اس تنبیہ کے سامنے سر جھکا لیا اور شیخ مدین کے مرید ہو گئے اور عمر بھر ان سے وابستہ رہے۔“

یہ واقعہ علامہ حافظ محمد ابوراس انگریسی نے بھی اپنی کتاب ”الرحلة المشرقية“ میں لکھا، شاید ابن حجر نے طریقت کی راہ پر چلنے سے پہلے کے دور میں ”بہجة الاسرار“



پر تنقید کی ہوگی اور پھر شیخ مدین مصری کے ساتھ تعلق قائم ہونے کے بعد ان کی رائے تبدیل ہوگئی ہوگی اس بات کی تائید ”بیہجۃ الاسرار“ پر ابن حجر کے اعتماد سے ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب ”غیثۃ الناضح“ میں ”بیہجۃ الاسرار“ سے بہت سی روایات نقل کی ہیں، اور اسی لئے ان ہجر کہا کرتے تھے:

”صوفیہ کرام کے افکار سے بچو، یہ عمل ہلاکت میں ڈالنے والا ہے، بے شک صوفیہ کرام کا مکر خیر و برکت سے محروم، ضدی انسان اور قابل مذمت ہے اور حق اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، باطل ان ائمہ سے کوسوں دور ہے۔“

اور ابن حجر نے صوفیہ کرام کی بے ادبی کے حوالے سے کہا:

”انہیں جھٹلانے والے کی کم از کم سزا یہ ہے کہ وہ ان حضرات کی برکتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ ابن حجر پر رحم فرمائے اور ان سے راضی ہو۔

میں نے اپنی محزو و انکسار والی نگاہ سے ”بیہجۃ الاسرار“ کا اول سے آخر تک جائزہ لیا تو میں نے اس میں کوئی بات شریعت یا عقل سے متصادم یا ناقابل تاویل نہیں پائی، تب میرے دل میں خیال آیا کہ میری پیش کردہ کتاب کا مقصد اس وقت تک پوری طرح حاصل نہیں ہوگا جب تک میں ”بیہجۃ الاسرار“ پر کئے گئے اعتراضات کے سیر حاصل جوابات نہیں دے دیتا، ان اعتراضات میں سے اکثر کے جوابات اختصار یا تفصیل کے ساتھ پچھلے صفحات میں دے دیے جاتے ہیں اور باقی اعتراضات کے جوابات آئندہ صفحات میں پیش کر دیے جائیں گے اب من سب معلوم ہوتا ہے کہ ہم

”بیہجۃ الاسرار“ کے متعلق مباحث کو ایک خاتمہ کی شکل میں یا یہ تکمیل کو پہنچادیں، اگر ”بیہجۃ الاسرار“ کے متعلق کسی بات کی تصریح کر دی تو وہ بھی علم و ہنر والوں کو ہماری سابقہ تصریحات کے ضمن میں مل جائے گی۔

معرض نے کہا: ”شیخ شطرنی نے ”بیہجۃ الاسرار“ میں عجیب و غریب باتیں لکھی ہیں۔“

میں کہتا ہوں: ”اقتطاب اور اکابر کے حالات عجیب و غریب باتوں سے خالی کیسے ہو سکتے ہیں؟ ایک عام دلی کے حالات کھینچنے وقت عجائبات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا تو پھر غوث اعظم جیسے امام کے حالات تعجب خیز امور پر مشتمل کیسے نہ ہوں؟“

امام شعرانی نے بولیاے کرام کے سوانح نگاروں کے بارے میں فرمایا ہے:

”یہ حضرات بعض امور تو مؤرخین اور اہل طبقات کی طرز پر لکھتے ہیں لیکن بعض اوقات وہ کچھ ایسے امور بھی لکھتے ہیں کہ اگر کوئی ولی خود بھی اپنے مقام پر روشنی ڈالنا چاہے تو وہ بھی اس عمل پر قدرت نہیں رکھتا جیسے کہ بعض کبار اولیاء کے کلام میں دکھائی دیتا ہے۔“

معرض نے کہا: ”بہت سے لوگوں نے ”بیہجۃ الاسرار“ کی بعض حکایات کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔“

میں کہتا ہوں: ”اس بات کا جواب وہ ہے جسے امام شعرانی نے سیدی علی خواص سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

”مخالف کنی طبقات پر مشتمل ہے: عام لوگ، فقہاء، متصوف، صوفی، عارف، کامل، مکمل اور اقتطاب کے طبقات میں منقسم ہیں، جو شخص ان

درجات میں سے جس درجے میں ہے وہ اس سے اوپر والے کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ اسے اوپر والے درجے کا ادراک ہی نہیں، لہذا متصوف کا انکار کرتا ہے، متصوف صوفی کو جھٹلاتا ہے، اور صوفی عارف کا معترف نہیں۔ اور اسی طرح باقی لوگ، مگر قلب کسی کو نہیں جھٹلاتا کیونکہ وہ ان تمام مراتب سے گزر چکا ہے، تسلیم نہ کرنے اور جھٹلنے سے ہماری مراد شرعی احکام کے نکتہ نظر سے جھٹلانا نہیں بلکہ فہم کا حاصل نہ ہونا ہے۔“

معرض جیسے انسان کا غوث اعظم جیسی شخصیت کو تسلیم نہ کرنا تعجب کا باعث نہیں جبکہ دونوں شخصیتیں دو متفاوت طبقات میں سے ہیں، ایک اعلیٰ ترین طبقہ سے اور دوسرا اپنی ذہنیت کے اعتبار سے انتہائی اسفل طبقہ سے۔

غوث اعظم کے سامنے شیطان کے روشنی کی صورت میں ظاہر ہونے کا واقعہ: معرض نے کہا: ”ابن رجب حنبلی نے اس روشنی کا واقعہ بیان کیا جس نے حضرت غوث اعظم کے سامنے افق کو روشن کر دیا تھا، پھر آپ کو پتہ چلا کہ وہ تو ابلیس ہے اور اسے آپ نے اس کے ان کلمات سے پہچانا تھا جو اس نے آپ سے مخفی طلب ہو کر یوں کہے تھے:

”میں نے آپ کے لئے حرام چیزوں کو حلال کر دیا۔“

اور پھر جب ابلیس پہچان گیا تو یہ روشنی تاریکی میں تبدیل ہو گئی، ابن رجب نے معرض کے بقول یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد کہا:

”شیخ عبد اللہ درکی یہ حکایت مشہور ہے مگر مجھے شطونی کی اس روایت پر اعتقاد نہیں ہے۔“

میں کہتا ہوں: ”معرض کی بات کا ظاہری مفہوم تو یہ ہے کہ وہ اس حکایت اور واقعہ کا منکر ہے یا نہیں؟ مگر وہ شیخ شطونی پر کسی طرح تہمت لگانا چاہتا ہے تاکہ وہ ان کی بیان کردہ بات کو جھٹلا سکے، کیونکہ اس واقعہ کو تو بہت سے علماء نے نقل کیا ہے، ان میں سے امام شعرانی، شیخ مصطفیٰ بکری، ”شرح الاربعین“ کے مصنف شیخ بوئی اور ”نور الابصار“ کے مصنف اور دیگر حضرات شامل ہیں، اس واقعہ کے صحیح ثابت ہونے کے لئے ہمیں یہی بات کافی ہے کہ اسے امام الحنفیین اور دین کے اسرار و واضح کرنے والی شخصیت امام ابو اسحاق شافعیؒ نے اپنی کتاب ”العرفان“ میں نقل کیا ہے، جبکہ بعض دیگر مؤلفین اس حکایت کو بالمعنی روایت کرتے ہیں، اس لئے واقعہ کی روایات واضح طور میں تو اختلاف ہو جاتا ہے مگر معنی ایک ہی رہتا ہے۔“

”یو ثبوت“ میں امام شعرانی کی روایت یہ ہے:

”حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے ایک عظیم نور دکھائی دیا جس نے افق کو عاصف لیا تھا، پھر مجھے اس میں ایک صورت دکھائی دی جس نے مجھے پکارتے ہوئے کہا:

”اے عبد القادر! میں تمہارا رب ہوں اور میں نے تجھ سے فرائض کو

ساقط کر دیا، اگر تم چاہو تو میری عبادت کرو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو۔“

میں نے اس سے کہا:

”اے ملعون دور ہو جا۔“

تب وہ روشنی تاریکی میں بدل گئی اور وہ صورت دھوئیں میں تبدیل ہو گئی، پھر

اس ملعون نے مجھے دوبارہ مخفی طلب کیا اور کہا:



”اے عبدالقادر! آپ اپنے رب کے احکام جانتے اور اپنی منازل کو سمجھنے کے باعث مجھ سے بچ گئے، میں نے ایسے ہی واقعہ کے ذریعے ستر (۷۰) اہل طریقت کو گمراہ کیا ہے۔“

حضرت غوث اعظم سے پوچھا گیا:

”آپ نے کیسے پہچانا کہ وہ شیطان ہے؟“

تو آپ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی زبان سے جن چیزوں کو حرام فرمایا اللہ انہیں حلال قرار دینے سے میں نے شیطان کو پہچانا۔“

شیخ مصلحی بکری فرماتے ہیں:

”حضرت غوث اعظم نے شیطان کو یہ کہتے ہوئے جواب دیا: ”تو نے جھوٹ بولا تو شیطان ہے، اللہ تعالیٰ ہے حیاتی کا حکم نہیں دیتا۔“ اور یہ واقعہ غوث اعظم کے ابتدائی ایام کا ہے۔ شیخ بونی نے یہ حکایت نقل کرنے کے بعد کہا: ”غوث اعظم نے علم کے ذریعے شیطان کی ناک کو خاک آلود کیا، اور اُس کے پھیلانے ہوئے خیالات کو ٹوٹ کر رکھ دیا، اُس ملعون نے آپ کو اُن پرندوں میں سے گمان کیا جو فقط سیٹی بھانے سے شکار ہو جاتے ہیں۔ اُس بے وقوف کو یہ بات سمجھائی نہیں دی کہ بلند و بالا پہاڑوں کو سرپا گمراہی اور جھوٹے شخص کی پھونک جھنجھوڑ نہیں سکتی، اُس کے ہاتھ خاک آلود ہوں اور اُس کی کوشش رائیگاں ہو، اُس نے کیا دعویٰ کر لیا، اُس ولی کا گمراہ ہونا محال ہے

جس کی گمراہی اللہ تعالیٰ فرمائے اور وہ ہر لمحہ صالحین کی گمراہی فرماتا ہے، مراد سے ناواقف چاہل نے یہ گمان کر لیا کہ ہر نیک گائے کو شکار کیا جاسکتا ہے، جبکہ اُسے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ دھارے ہونے شیروں سے بچنے اور محفوظ رہنے میں ہی عافیت ہے۔“

معرض نے اس حکایت کو اپنے اعتراضات میں شامل کیا ہے اور اُس نادان کے خیال میں ایسے امر کا واقع ہونا بعید از قیاس ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عقل اور شریعت ایسے واقعہ کا انکار نہیں کرتے، شاید معرض کے سامنے یہ حدیث ہی نہ ہو کہ شیطان نبی کریم ﷺ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا، تب اُس نے سوچا ہو کہ اگر وہ انبیاء کی صورت اختیار نہیں کر سکتا تو باری تعالیٰ تو صورت سے پاک ہے، سیدی محمد زرقانی نے ”شرح المواعظ“ میں شارح ”مشاریق“ شیخ اکمل الدین خللی سے نقل کرتے ہوئے اس اشکال کو رفع کیا ہے۔ اگرچہ یہ اشکال اس جہت سے نہیں تھا کیونکہ اہلس کالوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے رب کی حیثیت سے ظاہر ہونا تسلیم شدہ امر ہے، بلکہ اشکال اس جہت سے تھا کہ اہلس کثیر لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اُن کے سامنے مختلف اوقات میں ظاہر ہوا اور اُس نے انہیں گمراہ بھی کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ہر غصیبہ کی عظمت سے ہر تر ہے، پھر شیخ اکمل الدین نے خود ہی جواب دیتے ہوئے کہا:

”ہر عقلمند و علم ہے کہ حق تعالیٰ کی کوئی معین صورت نہیں ہے جو اشتباہ و کا باعث بنے جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صورت متعین اور معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے،

جبکہ نبی کریم ﷺ ہدایت سے متصف ہیں، اور ہدایت کے ساتھ ہی جہنم گریں اور اُن کی رسالت بھی ہدایت کے لئے ہے مگر ابھی پھیلانے کے لیے نہیں، تو اُن کی طرف سے کسی کو گمراہ نہیں کیا جاسکتا، پس لئے واجب تھا کہ شیطان اُن کی صورت میں ظاہر نہ ہو سکے۔

میں کہتا ہوں: ”میرے شیخ سیدی محمد بن ابی القاسم الشریف کے ساتھ بھی سلوک کی منزل میں طے کرتے ہوئے غوثِ اعظم کے واقعہ سے متاثر ہوا تھا، جس کا حال انہوں نے میرے کئی سوالوں کا جواب دیتے ہوئے ۳۰۶ھ میں لکھا تھا، انہوں نے غوثِ اعظم کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

”میرے ساتھ بھی سلوک کے ابتدائی ایام میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا، میں خلوت میں بیٹھا ہوا ہوا ہو کی صورت میں ذکر کر رہا تھا کہ شیطان مردود مجھ سے یوں مخاطب ہوا: ”یہ کیسا ذکر کر رہے ہو؟“ میں نے اسے کہا:

”هو الاول والآخر لا اله الا هو“ (وہی اول اور آخر ہے اُس کے سوا کوئی سچا محبوب نہیں) تب شیطان نے کہا:

”میں عبادت کے اعتبار سے اول اور موت کے اعتبار سے آخر ہوں۔“

میں نے اسے کہا:

”اے اللہ کے دشمن وہ ابتداء کے بغیر اول اور انجام کے بغیر آخر ہے۔“

میں نے اسی اسم کے ذریعے شیطان پر زور والا تو وہ دھتکارا ہوا وہاں سے یوں بھاگا کہ اُس کی ہوا خارج ہو رہی تھی اور اُس کی پشت پر ایک شعلہ مسط تھا جس سے دو مہوون جل کر کاکات سے غائب ہو گیا۔

پھر معترض نے کہا: ”شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ واقعہ مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا:

”میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔“

اس واقعہ کو ”هجرة الاسرار“ کے مصنف نے متعدد طرقِ اسانید سے روایت کیا ہے اور اس سلسلے میں (معترض کے بقول) جو بہترین بات کہی گئی ہے وہ شیخ شہاب الدین سہروردی کا ”عوارف المعارف“ میں یہ قول ہے:

”یہ بات مشائخ کے ایسے اقوال میں سے ہے جنہیں شطحیات کہا جاتا

ہے اور ایسی باتوں کی اقتداء نہیں کی جاتی اور نہ ہی (ایسی باتوں کے

سبب) اُن کے مقدمات پر جرح کی جاتی ہے۔“

میں کہتا ہوں: ”اس واقعہ کے بارے میں تفصیلی گفتگو تو ابنِ شفاء اللہ آئندہ صفحات میں آئے گی، یہاں فقط یہ بتانا چاہتا ہوں کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے نہ تو حکایتِ قدم و شطحیات میں سے قرار دیا، اور نہ ہی یہ کہا:

”ایسی باتوں کی اقتداء نہیں کی جاتی۔“

یہ معترض کا اپنا کلام ہے، کیونکہ وہ کلام کے ایسے چھکے چٹا ہے جن میں معانی کی گریاں نہیں ہوتیں، ورنہ (حضرت غوثِ اعظم کے علاوہ) ایسی کسی شخصیت کے کلام کی اقتداء کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے جس نے کہا ہو:

”میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔“

جب اس کلام کی اقتداء کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تو اس سے منع کیسے کیا جائے گا؟ اہلِ علماء نے یہ فرمایا ہے: ”اگر کوئی ولیِ خلافِ سنت کام کرے تو اُسے اُس



کے حال پر پھوڑ دو اور اس کی اقتداء نہ کرو جیسے کہ وہ ولی جو ذکر میں تمامات میں مبتلی استعمال کرتا ہے، یا اس (ذکر کے) دور ان چٹنی چٹھاڑتا ہے، یا ایسی باتیں کرتا ہے جن سے حلول اور اتحاد کی بولتی ہے، یا اس ولی جیسا ہے جسے اس کے معاصر علماء نے سنت کے برعکس موٹھیں بڑھانے پر تنبیہ کی تو اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا: ”میرا موٹھیں بڑھانا کسی حکمت پر مشتمل ہے۔“ لیکن اس کی یہ بات مانی نہیں گئی اور اس ولی کو تنبیہ کرنے والے نے لہجہ لہجہ لے آئے اور اسے کہا: ”موٹھیں کاٹو!“ تو اس نے اپنی موٹھیں کاٹیں تو خون کی کثیر مقدار بہہ گئی تب اس کی مجبوری اور معذرت کا اندازہ ہوا، یہ ایک حویل واقعہ ہے جسے سیدی مصطفیٰ بکری نے ”السیوف الحدادی معتاقی اهل الزندقة والالحاد“ میں امام عبد الغنی بابلسی سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا ہے، ایسے واقعہ کے بارے میں کہا جائے گا: ”ہم موٹھیں بڑھانے میں اس ولی کی اقتداء نہیں کریں گے۔ اگرچہ اس کی کرامت بھی ظاہر ہو چکی ہو۔“

ابن جوزی کے قول سے استدلال کا رد:

معرض نے کہا: ”ابوالفرج ابن جوزی سلف صالحین کے احوال بہت اچھی طرح جاننے والے تھے، ان کے معاصرین میں سے کوئی بھی اس معیار کی پہچان نہیں رکھتا تھا، ابن جوزی متفقہ بین کی مخالفت کرنے والے عہد متاخرین کے مشائخ کو تنقید کا نشانہ بناتے تھے، اور کہا گیا ہے کہ ابن جوزی نے ایک کتاب لکھی جس میں غوث اعظم کی بہت سی باتوں پر گرفت کرتے ہوئے اس نے (حضرت غوث اعظم کے بارے میں) کہا:

”قرآن کریم کی آیت مبارکہ:

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والیوعظۃ الحسنۃ (۱)

”اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔“

کی روشنی میں آپ کے وعظ کا اسلوب درست نہیں تھا۔“

معرض نے مزید کہا: ”ابن جوزی نے اپنی مذکورہ کتاب میں حضرت غوث اعظم اور ان کے پیروکاروں پر سخت تنقید کی۔“ اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت غوث اعظم کو علم و فضل والے اور لوگوں کو حق کی طرف راہ دینے والے تھے مگر ان کی اکثر اولاد اور پوتے ان کے راستے سے ہٹ گئے تھے، ابن جوزی نے (معرض کے بقول) اس موضوع پر دو مشہور کتابیں لکھیں جن میں اس نے تفصیل سے وضاحت طلب امور پر گفتگو کی ہے۔

میں کہتا ہوں: ”میں نے معرض کے متکبرانہ کلام میں سے کچھ سطور فقط اس وجہ سے حذف کر دی تھیں کہ میں ان کلمات کو نقل کر کے اپنی زبان آلودہ نہیں کرنا چاہتا تھا، جیسے کہا گیا:

لہم کلامہنا ان شئت تعرفہ فاعرفہ ملہم ولا تعرفہ من قبلہ

”یہاں ان کا کچھ کلام ہے اگر تو اسے جاننا چاہتا ہے تو ان کے

ذریعے جان میرے ذریعے مت جان۔“

ہاں میں نے معرض کے اکثر اعتراضات ذکر کر کے بعد میں ان کے جواب

دے دیے ہیں، ابن جوزی مشہور علماء میں سے ہیں، ان کا ذکر اچھے الفاظ میں ہونا چاہیے تھا، اور جس طرح باغی معرض نے ابن جوزی کو پیش کیا ہے اس صورت میں ہمارے لئے بھی۔

وقت "ضرورة لا یبقی بہ جزء" و لکن تضبط حد الصارح الذکر  
"ضرورت کے وقت اس پر گھبراہٹ پاتی نہیں راتی اور یہی تیز دھار تلوار کو  
درست کرتی ہے۔"

ابن جوزی کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، وہ صوفیہ کرام پر بالعموم اعتراض کے  
حوالے سے مشہور ہیں لیکن ہم ابن جوزی کی کسی ایسی کتاب پر مطلع نہیں ہوئے جو اس  
نے حضرت غوث اعظم کے حوالے سے لکھی ہو، ہاں اس فضولی معترض نے ہی یہ بات  
کہی ہے اور کتاب کا نام بتانا بھی اسی کی ذمہ داری تھی، ورنہ غوث اعظم تو شاعر کے  
درجہ و ثبوت شعر کا بہترین مصداق ہیں:

جبل الأنام علی الخلاف وفضلہ فی الدان مسألة بغیر خلاف  
"مخالفت لوگوں کی فطرت میں شائبہ ہے جبکہ غوث پاک کی فضیلت  
لوگوں میں غیر اختلافی مسئلہ ہے۔"

ہم ابن جوزی کی علمی حیثیت اور فضیلت کا اعتراف کرتے ہیں لیکن ہم یہاں  
بعض مسائل کی جزئیات بیان کرنے کے لئے ابن جوزی کے متعلق علمی دنیا کے اُن  
عظیم لوگوں کی آراء لانے پر مجبور ہیں جن کے قول پر عمل ضروری ہے:

"لوگ حق سے پہچانے جاتے ہیں نہ کہ حق لوگوں سے پہچانا جاتا ہے۔"

ابن اثیر نے ۵۹ھ حوالہ سے تحریر کرتے ہوئے "الکامل" میں کہا ہے:

"اس سال رمضان المبارک میں بغداد کے واعظ ابو الفرج عبدالرحمن  
بن علی بن الجوزی حنبلی کا انتقال ہوا، اُن کی تصانیف مشہور ہیں، وہ  
لوگوں پر سخت تنقید کے عادی تھے خاص طور پر اپنے مذہب کے مخالف

علماء پر اور اپنے ہم خیال لوگوں پر بھی۔"

اور "تاریخ الخمیس" میں بھی ایسا ہی کلام موجود ہے، ابن اثیر نے حافظ ابن  
سمعانی کے حالات سنہ ۵۶۲ھ کے تحت تحریر کئے، جن کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

"اس سال میں شافعی فقیہ عبدالکریم بن سمعانی کا انتقال ہوا، وہ کثرت سے  
حدیث کی سماعت کرنے والے تھے، انہوں نے حدیث سننے کے لئے بہت سے سفر  
کیے اور انہوں نے اس کثرت سے احادیث کا سماع کیا کہ کسی اور نے نہ کیا ہوگا، اُن کی  
تصانیف مشہور ہیں..." پھر ابن اثیر نے ابن سمعانی کی کتب گنوانے کے بعد کہا:

"ابن سمعانی نے اپنے شیوخ کی فہرست بتائی تو اُن کی تعداد چار

ہزار سے تجاوز کر گئی، ابن جوزی نے اُن کا ذکر یوں کیا ہے کہ اُن کی

علمی حیثیت کو مجروح کر کے رکھ دیا ہے، ابن سمعانی کے متعلق ابن

جوزی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ: "وہ بغداد کے کسی عالم کو ساتھ لے

کر نہر عیسیٰ کے دوسری طرف جاتے اور (اُن سے وہاں حدیث کی

سماعت کرنے کے بعد) کہتے ہیں: مجھے فلاں شیخ نے ماوراء النہر (۱)

میں فلاں حدیث بیان کی۔" اور یہ بہت نامناسب بات ہے۔ کیونکہ

ابن سمعانی نے واقعی ماوراء النہر کا سفر کیا تھا اور وہاں کے شیوخ سے

حدیث کا سماع کیا، انہیں ایسی تدلیس (دھوکہ دہی) کی کیا ضرورت

تھی؟ ابن جوزی کی نظر میں اُن کا گناہ فقط یہ تھا کہ وہ شافعی تھے

(۱) ماوراء النہر ایک شیعہ نام ہے، جبکہ اس کا فطری معنی "نہر کے آس پاس" ہے ابن جوزی کے مطابق ابن سمعانی

دھوکہ دہی سے کام لیتے تھے۔ (مترجم)



اور ابن جوزی کے پیروکار نہ تھے، ابن جوزی نے حنبلیوں کی تعداد بڑھانے والوں کے علاوہ کسی کو معاف نہیں کیا۔“

تفتازانی نے قدوة العارفین ابوالقاسم قشیری کے استاد ”الحقائق فی التفسیر بالباطن“ کے مصنف حضرت عبدالرحمن سلمیٰ کے حالات میں لکھا:

”ابن جوزی نے اُن پر تنقید کی ہے جیسے کہ ابن جوزی کو ائمہ پر تنقید کرنے کی عادت تھی۔“

علامہ بونی تمیمی نے اپنی کتاب ”مبین المسارب“ میں لکھا ہے:

”ابن جوزی عرفہ اور بعض دیگر علماء ابن جوزی کی کتاب ”تہییس الیہس“ کے مطالعہ سے منع کیا کرتے تھے، کیونکہ ابن جوزی نے اس کتاب میں جنید بغدادی جیسے صوفیہ کرام کو بھی گالیاں دیتے ہوئے کہا ہے: ”یہ لوگ پاگلوں سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہیں۔“

”یہ ایسی کتاب ہے جس کے مصنف کو شیطان نے دھوکے میں ڈال دیا۔“

ابن جوزی نے کثرت سے موضوع احادیث نقل کی ہیں، لہذا علامہ بونی نے اجوری کا قول بھی نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

”مساجد میں عام لوگوں کے سامنے ابن جوزی کی کتب کا پڑھنا جائز نہیں، جبکہ ”مقامات حنبیری“ کو پڑھنا ابن جوزی کی کتب پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ ان مقامات میں دین کے حوالے سے جھوٹ نہیں بولا گیا۔“

میں کہتا ہوں: ابن جوزی نے جتہ الاسلام امام غزالی پر بھی تنقید کی ہے جیسے کہ شیخ مراد الزہری نے ”الفتوح الکامل“ میں ذکر کیا ہے، ابن جوزی نے امام غزالی پر تنقید کرتے ہوئے ایک پورا رسالہ ”عجالة المنتظر فی شرح أحوال الخضر“ تحریر کیا ہے۔ اس میں ابن جوزی نے کہا ہے: ”حضرت خضر کی زندگی کا قول وہم اور وسوسے پر مبنی ہے۔“ مزید برآں ابن جوزی نے امت میں ابدال کے وجود پر دلالت کرنے والی اُن احادیث کو طعن کا نشانہ بنایا ہے جنہیں امام زرقانی نے ”المواہب اللدنیہ“ کی شرح میں اُس حدیث کی شرح کرتے ہوئے دیکر کیا جو امت محمدیہ میں ابدال کے وجود پر دلالت کرتی ہیں، ابن احادیث کو امام احمد اور طبرانی وغیرہ نے روایت کیا۔ شیخ مراد الزہری کہتے ہیں:

”ابدال کے وجود پر دلالت کرنے والی احادیث کو ابن جوزی نے موضوع قرار دے کر موضوعات میں ذکر کیا ہے، پھر اس نے ابدال کے حوالے سے روایت کی گئی احادیث میں سے ایک ایک کو ذکر کر کے اُسے طعن و تنقید کا نشانہ بنایا اور اُسے موضوع قرار دیا، امام سیوطی نے ابن جوزی کی رائے کو چھٹلاتے ہوئے فرمایا: ”ابدال کے حوالے سے مروی احادیث صحیح ہیں۔ اور اگر آپ چاہیں تو انہیں متواتر بھی کہہ سکتے ہیں، یہ احادیث معنوی قوا کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں، کیونکہ یہ احادیث ابدال کے وجود کی ضرورت پر صحت اور قطعیت سے دلالت کر رہی ہیں۔“

میں کہتا ہوں: ”شاید امام سیوطی نے اپنی کتاب: ”الخبیر الدال علی وجود

القطب والأوتاد والنجباء والأبدال“ ابن جوزی کے رد میں ہی لکھی تھی کیونکہ انہوں نے اپنی سرب کے آغاز میں لکھا ہے کہ انہیں بعض لوگوں کے حوالے سے یہ خبر تھی کہ انہوں نے اولیاء میں اہل نقیب، نجیب، اوتاد اور اقطاب کا انکار کیا ہے۔

اب ہم معترض کی اس گفتگو کی طرف لوٹتے ہیں جو اس کے موقف کی کمزوری پر دالالت کرتی ہے کیونکہ ہم نے اسی سے ابن جوزی کی تعریف اور پھر اس کا یہ تکلیف دہ قول سنا تھا کہ ابن جوزی نے حضرت غوث اعظم پر سخت تنقید کی، اور ان کے خلاف دو کتابیں لکھیں۔ میں کہتا ہوں: ”معترض نے حضرت غوث اعظم کی پاکیزہ ذات پر کچھ اچھا لے کے اپنے خیال میں ایک منسوب بنیاد رکھی تھی مگر اللہ تعالیٰ کو معترض کی کامیابی نہیں حضرت غوث اعظم کی عزت منظور تھی، کیونکہ معترض کو جوش جنون میں یہ بات چھٹی ہی نہیں دی کہ ابن جوزی تو بارگاہ غوثیت کے خوش چہیزوں میں سے تھے، اور وہ آپ کی شاگردی اور آپ سے فطرتی تعلیم حاصل کرنے کے باعث حبلی کہلاتے تھے، اس بات کی تصریح شیخ علی عدوی اور دیگر حضرات نے کی ہے، اس معترض کو فرع نظر آگئی جبکہ اصل دکھائی نہیں دی، سیدی مصطفیٰ بکری کے تصفیہ (بزار شعروں پر مشتمل تصدیقہ) میں ہے:

وکل من تحجبه الظلال عن شائخص قد امه الضلال

و ناظر تمنعه الفروع شهود اصل حبلہ مقطوع

”جس شخص کو سائے کسی فرمایاں چیز کے دیکھنے سے روک دیتے ہیں وہ

گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور فروغ جس آنکھ کو اصل دیکھنے سے

روک دیں (گویا کہ وہ آنکھ) بینائی سے محروم ہے۔“

حضرت غوث اعظم کے اسلوب وعظ پر اعتراض کا جواب

معترض کا یہ کہنا: ”حضرت غوث اعظم کا اسلوب وعظ غلط تھا۔“ اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ آپ اپنے وعظ میں سامعین کو طوطی خاطر نہیں رکھتے تھے اور (معترض کے خیال میں) واعظ کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ہمیشہ نرمی اختیار کرے، یا سامعین کے ساتھ ہمیشہ سختی سے پیش آئے بلکہ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر مقام کو طوطی خاطر رکھے اور اس کا رویہ ہر مقام کے مطابق ہو، جیسے کہ ہر وہ شخص جس نے رحمت عالم علیہ السلام صحابہ کرام اور سلف صالحین کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس مقام پر کیا طرز گفتگو ہونا چاہیے، رحمت عالم علیہ السلام کے صحابہ بعض اوقات آپ علیہ السلام کے کلمے میں سختی دیکھتے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات آپ کی گردن کی رنگیں شدت غضب سے پھول جاتی تھیں، ایسے ہی ایک خطبے میں کسی صحابی نے آپ علیہ السلام سے پوچھا: ”میرا باپ کون ہے؟“ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”قلائد شخص تمہارا باپ ہے۔“ حالانکہ وہ کسی اور کی طرف منسوب کیا جا تا تھا، ایک اور شخص نے آپ سے پوچھا: ”میرا باپ کہاں ہے؟“ تو آپ نے فرمایا: ”روزخ میں“ (۱) یہ ایک حدیث ہے اور ایسی ہی دیگر احادیث بھی موجود ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اکثر اپنے کوزے کے ساتھ لوگوں کی تادیب فرماتے تھے۔

معترض کا حضرت غوث اعظم کو تنہدیب اور اچھے اخلاق سے خالی قرار دینا ایک بہتان ہے اور سلف صالحین کی رائے کے برعکس ہے، اور معترض کے لئے ہلاکت ہو وہ

(۱) اس حدیث کو امام بخاری (۲۵۶/۱) اور مسلم نے (۱۸۲۲/۳) امام احمد نے (۲۰۶۳) ترمذی نے

(۲۲۶/۵) اور نسائی نے (۳۲۶/۶) میں روایت کیا۔



کتنا جاہل ہے اور اس کی عقل کتنی گھٹیا ہے، اس ذالاک نے حضرت غوث اعظم کے لئے جس "سلوک" کا خود اعتراف کیا ہے کیا اس "سلوک" کا تہذیب، اچھے اخلاق اپنانے اور مجری اخلاق کی پیروی کرنے کے علاوہ کوئی معنی ہے؟ جبکہ غوث اعظم ایک عام سادہ گھس پلٹ سیدہ انسان تھے، واصلین کی مدد کرنے والے، فقیہ سادات کے استاذ ہیں، ان کی مجلس علماء اور عارفین کے علم و عرفان کو نکھارنے والی ہے، ان کی بارگاہ نیکوکاروں اور گنہگاروں سے بھری ہے، نیکوکار مزید ہدایت کے لئے آپ کی بارگاہ کا قصد کرتے ہیں۔ جبکہ گنہگاروں کو آپ کا حسن تربیت اپنی طرف کھینچتا ہے، ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا ہر شخص اپنے روحانی علاج کا طالب ہے، آپ اپنی ایمانی فراست سے ہر شخص کی باطنی کیفیت پر مطلع ہوتے اور اسے اس کی بیماری کا حال اور اس کا علاج بتاتے تھے، نیز اس کی پیاس اپنے کلم یا حائل کی برکات کے ساتھ بجھاتے تھے، اور ایسا نہیں تھا کہ جو علاج ایک کی اصلاح کرتا، دوسری دوسرے کی بھی اصلاح کرتا ہو، اور نہ ہی آج کے دن ایک کا علاج سب کے لئے نفع مند ہو، بلکہ حکمت یہ تھی کہ ہر شخص کو اس کے لئے مناسب علاج مہیا کیا جائے۔ جو کچھ محفل میں موجود شخص دیکھتا غیر ضروری نہیں دیکھتا، یوں محسوس ہوتا ہے کہ اپنے ہی سہم کے ذریعے اپنی موت تلاش کرنے والے معترض نے غفلت شعاروں کی ہاں میں ہاں ملائے اور خالموں جاہلوں کے جبر میں شریک ہونے کو سنت کے مطابق اچھے اخلاق گمان کیا ہے، ہرگز نہیں معترض کو تو اچھے اور مسنون اخلاق کا مطلب ہی سمجھائی نہیں دیا، اس نے تو منافقت اور خوشامد کو مسنون اخلاق قرار دے دیا ہے، جسے اس نے اچھے اخلاق سمجھا ہے وہ تو دھوکہ دہی اور منافقت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر معترض نے "احیاء العیوہ" اور "انفاس المہتدین" کا مطالعہ کیا ہوتا تو

اسے سلف صالحین کی سیرت اور اخلاق کی کچھ خبر ہوگی ہوتی اور وہ ہلاکت کے گڑحوں سے بچ گیا ہوتا، اسے ہارون الرشید کے نام حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے مکتوب میں واضح رہنمائی مل جاتی۔ اسی طرح حضرت فضیل بن عیاض کی طرف سے ہارون الرشید اور محمد بن واثق کو ڈانٹ پلانے سے بھی معترض کو کچھ سبق حاصل ہوتا، جب ہارون الرشید بد حالی آنکھوں کے ساتھ سراپا عجز و انکسار بنا ہوا تھا ان نجات میں امن ابی بردہ نے حضرت فضیل بن عیاض سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا:

"میری دعا تھے کیا فائدہ دے گی جبکہ تمہارے دروازے پر کھڑے تیرے ظلم کے ماروں میں سے ہر ایک یہ کہتا ہے کہ تو نے ان پر ظم کیا ہے، ان کی دعا میری دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچتی ہے۔"

اور اسی طرح حضرت عبداللہ عمری کی مکہ مکرمہ میں ہارون الرشید کو ایسی ڈانٹ بھی ہے جس نے ہارون الرشید کو راہ دیا تھا اور اسے یہ کہنے پر مجبور کر دیا تھا:

"میں ہر سال حج کرنا چاہتا ہوں مگر حضرت عمر بن الخطاب کی اولاد میں سے ایک شخص مجھے اس سعادت سے محروم کر دیتا ہے، وہ مجھے ایسی باتیں سناتا ہے جو مجھے پسند نہیں ہیں۔"

امام مالک نے جس وقت حاکم وقت اور علماء کی ایک کثیر تعداد کی موجودگی میں ایک شخص کے قتل کا حکم دیا تو والی اور علماء نے اس شخص کے لئے زندگی کی درخواست کی تب امام مالک نے فرمایا:

"اس ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے، اگر تم نے اس مجرم کی گردن نہ ماری تو میں کبھی علم کی بات نہیں کروں گا۔"

اس کے بعد امام مالک خاموش ہو گئے، آپ سے بات کی گئی مگر آپ نے جواب نہیں دیا، تب شہر میں کھلبلی مچ گئی اور لوگ چیخ اٹھے کہ اگر امام مالک خاموش ہو گئے تو سوالوں کے جواب کون دے گا؟ تب حاکم وقت نے مجرم کو سزائے موت دی اور اس وقت امام مالک نے رحم کی درخواست کرنے والے علماء کو ان کی غلطی کی اپنی مذہبی، حکام وقت اور دیگر خالوں کے ساتھ ائمہ کا معاملہ ایسا ہی تھا۔

طاؤس یمنی نے جب ہشام بن عبد الملک کو امیر المومنین کے بغیر اس کے نام سے مخاطب کیا تو اس نے برہنہ کا اظہار کیا، تب حضرت طاؤس نے فرمایا: ”میں نے تجھے امیر المومنین اس لئے نہیں کہا تھا کہ سارے اہل ایمان تیری امارت پر متفق نہیں ہیں، مجھے خوف ہوا کہ میں جھوٹا بن جاؤں“ جبہ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ نے یہ حکایت نقل کرنے کے بعد فرمایا: ”جو شخص لوگوں سے ملنے وقت امام طاؤس کی طرح احتیاط نہیں کرتا، اسے چاہیے کہ وہ اپنا نام منافقین کی فہرست میں شامل ہونے پر راضی ہو جائے۔“

اسے دھوکہ دہی اور منافقت کے ساتھ اچھے اخلاق کی تفسیر کرنے والے! حیرت معرفت کہاں گئی؟ اگر نازم مذہب کے مذہب ہونے کا قول راجح ہوگا تو ہم معترض کو (اخلاق عالیہ کی لحاظ تشریح پر) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے پیش نظر جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

”وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ“ (۱)

”اور بیشک تمہاری خوبی شان کی ہے۔“

معترض کو اسلام کے دائرے سے خارج قرار دے دیتے، مگر اس مسئلے میں علماء کا اختلاف معترض کے لئے رحمت ثابت ہوا، اس کم علم نے اچھے اخلاق کو جس چیز سے چاہا تعبیر کیا۔

اسے بھڑیئے کی دم! اے لیلیٰ! تیری کیا حیثیت ہے؟ تو طلبہ کے سامنے بچے بن گیا تو انہوں نے تجھے مبتدی طلبہ کے ساتھ کاغذ سیاہ کرنے کے لئے چھوڑ دیا، اسی لئے تو نے امت کے اکابر اور دین کے ستونوں کے سامنے بے ادبی کی جرأت کی، عرب کہتے ہیں:

”کمینوں کے ساتھ دوستی کرنے والے انسان کو کھانا مت کھلا، وہ کل

کو تیرا بازو کاٹ لینے کی خواہش کرے گا۔“

اور اے معترض! تجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں مخاطب کرنا کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا تھا:

”انتشبهین بالحرث والکاعور؟“

”اے کمین! تیری کیا تو آزاد عورتوں سے مشابہت اختیار کرتی ہے؟“

یہ تو تمہارا حال ہے بلکہ کتب طبقات و مناقب کے مصنفین نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں لکھا ہے:

”آپ اپنی تمام تر عظمت و جلالت شان کے باوجود بچوں کے لئے بھی رک

جایا کرتے تھے، فقراء کے ساتھ محسوس فرماتے، ان کے کپڑے انہیں دھو دیتے، آپ کبھی (سیاسی اعتبار سے) بڑے لوگوں یا حکومتی عہدیداروں کی تعظیم کے لئے اٹھا نہیں



کرتے تھے، اسی طرح آپ بھی کسی وزیر یا بادشاہ کے دروازے پر تشریف نہیں لگتے۔ "یہ امام شیعری کے الفاظ ہیں۔

ابوظہر واطلی نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں کہا:

"میرنی آنکھ نے آپ سے بڑھ کر ایسے اخلاق والے آپ سے زیادہ

یعنی کی شہادت کی والدہ آپ سے زیادہ عزت نفس والے آپ سے زیادہ

مہربان دل والے آپ سے بڑھ کر مہربان و محبت کی حفاظت کرنے والے

نہیں دیکھا۔"

میں کہتا ہوں: "حضرت غوث اعظم کے تمام اہل ایمان میں اخلاق کی خوبی کے

حوالے سے ہر قدر ایک فصل بندی ہے جس میں آپ قارئین کو اچھے اخلاقی پتے پر

اچھا کرتے ہیں۔"

عربی کی ضرب انفل ہے کہ "ہر برتن سے وہی چہرہ چمکتا ہے جو اس میں ہوتا

ہے۔" اور آپ "غنیۃ الضالین" جس میں ایک فصل مشرق اور مشرقین کو مریدین کی

ترہیت پر آگاہ کرنے کے لئے لکھے ہیں، اس فصل میں آپ نے مشائخ کو ائمہ تعالیٰ

کے بندوں پر شفقت، نرمی اور رحمت پر اصرار ہے تاکہ انسان (تسوف) کے راستے پر

چلتے ہوئے ان مریدین کو زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہو، شرط است کا خوف نہ ہونا تو

میں حضرت غوث اعظم کے چند اقوال یہاں ذکر کرتا۔

بہجۃ الاسرار پر غرضات کے جوابات:

مخترش نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں بعض اچھے کلمات کہنے کے

بعد اسکی تعریف "ترویجی" سے حضرت غوث اعظم کے متعلق یہ کلمات نقل کئے:

"میں نے ایک کتاب دیکھی جس میں ان کے مناقب، خبریں اور

کرامات مذکور ہیں، یہ سب کچھ غلطو فی نے جمع کیا، اس کتاب میں

مصنف نے جائز اور محال سب کچھ لکھ دیا ہے، نیز معیاری اور

غیر معیاری دونوں جمع کر دیے۔"

میں کہتا ہوں: "مخترش نے "بہجۃ الاسرار" پر تنقید کرتے ہوئے تقریباً دو

صفحات لکھے اور ہم نے "بہجۃ الاسرار" کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ خبیث و فکر انسان

کے لئے کافی ہے، لیکن اس کے باوجود ہم اپنی اس کتاب کے آخر میں ایک ختم لائیں

گئے جس میں "بہجۃ الاسرار" کے ان کلمات پر اعتراضات کا جواب دیا جائے گا جو

بنا بر مقلد ہیں۔

پھر مخترش نے "بہجۃ الاسرار" کے مصنف کے بارے میں کہا:

"انہوں نے انبیاء اور مالک کے حوالے سے ایسا کلام کیا ہے جس نے شرق

و غرب کی حد توڑی ہے۔"

میں کہتا ہوں: "بہجۃ الاسرار" میں جن مقامات پر انبیاء اور مالک کا ذکر ہوا ہے

اور مخترش نے ان کی طرف اشارہ کیا ہے میں وہ سب کلمات قارئین کے سامنے پیش

کرتا ہوں، شیخ غلطو فی نے غوث اعظم کے ساتھ انبیاء کے احوال پانچ جگہ ذکر کئے ہیں:

(۱) شیخ غلطو فی نے حضرت غوث اعظم سے نقل کیا کہ مالک مظلومی کی رہنمائی کے

سے غلطو فی اگر مظلومی اور صحابہ کی (روحانی) سرپرستی میں مظلومی کی رہنمائی کی

طرف توجہ ہوتا ہے۔

(۲) کچھ جیسے ہی کلام ہے۔

(۳) حضرت غوث اعظم کرسی پر تشریف فرما تھے اس وقت آپ نے فرمایا:  
”ہر نبی اور ولی میری اس مجلس میں تشریف فرما ہے، دنیاوی زندگی والے  
حضرات اپنے اجسام اور برزخی زندگی والے اپنی ارواح کے ساتھ“  
(۴) حضرت شیخ بقا کا فرمان ہے:

”ایک مرتبہ میں حضرت غوث اعظم کی مجلس میں حاضر ہوا، آپ منبر  
کے دوسرے درجے پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے، تب مجھے آپ کے منبر  
کا دوسرا درجہ یوں دکھایا گیا کہ وہ حدنگاہ تک وسیع ہو گیا اس پر ہر  
سندس کے قائلین بچھائے گئے، اس قائلین پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ  
کے چاروں خلفاء تشریف فرما تھے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت  
غوث اعظم کے دل پر تجلی فرمائی تو آپ ایک طرف اس طرہ مانگے  
ہوئے کہ فریب تھا کہ آپ گر پڑیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تھم کر  
گرنے سے بچا لیا۔“

(۵) شیخ قیوسی قدس سرہ کا فرمان ہے:

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کو شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس  
میں کی مرتبہ تشریف فرما دیکھا، اور آقا اپنے غلام کو لگا دین رکھتا ہے۔“

اور جو کچھ تحریر کیا گیا اس میں انبیاء کی شان میں بے لوثی کہاں ہے؟ (اور کہاں  
شرعی حدود کو توڑا گیا ہے؟) اور آخری بات: ”آقا اپنے غلام کو لگا دین رکھتا ہے۔“  
بذات خود ایک شافی جواب ہے مگر ہر کسی کے لئے نہیں فقط صاف دل اور پوری عقل  
رکھنے والے کے لئے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مساکین کی عیادت فرمایا کرتے،  
فقراء کے ساتھ تشریف فرما ہوتے، اور غلام کی دعوت بھی قبول فرما لیتے اور اپنے صحابہ  
میں گلن کر جہاں جگہ ملتی وہیں تشریف فرما ہو جاتے (نمایاں جگہ تلاش نہیں فرماتے  
تھے) اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ انبیاء کرام اپنی آرامگاہوں میں زندہ ہیں جیسے کہ  
علماء نے نقل و عقل سے ثابت کیا ہے، اس لئے لوگوں کے ساتھ ان کے معاملات،  
حسن اخلاق اور ان کی تواضع کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا، ہاں اگر شیخ غلطو فی انبیاء پر  
حضرت غوث اعظم کی برتری کا دعویٰ کرتے، یا حضرت غوث اعظم کے لئے ایسے مرتبہ  
و مقام کا دعویٰ کرتے جس تک انبیاء نہیں پہنچ پائے، یا حضرت غوث اعظم کی مجالس میں  
انبیاء کی تشریف آوری کو استنادہ کے لئے آنا قرار دیتے تو شیخ غلطو فی کی ایسی کوئی  
بات قبول نہ کی جاتی، بلکہ دین و ملت کے ہدایت یافتہ خادموں (شیخ غلطو فی) کے  
خلاف ایک محاذ بنا لیتے، شیخ غلطو فی حضرت غوث اعظم سے روایت کرتے ہیں کہ  
آپ نے فرمایا:

”اولیاء کی روحانی ترقی کی انتہاء انبیاء کے احوال کی ابتدا ہوتی ہے،

اور عارفین کی ہمتوں کے عروج کی انتہاء مرسلین کے افعال کی ابتدا  
ہوتی ہے۔“

میں کہتا ہوں: ”حضرت غوث اعظم کے اس فرمان میں پائی جانے والی  
بلوغت بڑی صراحت سے یہ بتا رہی ہے کہ اولیاء جس قدر عروج اور روحانی ترقی  
کریں وہ انبیاء کے مقام کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتے، شاید مقررہ کا اشارہ اس واقعہ  
کی طرف ہے جو ”بیہجۃ الاسرار“ میں یوں مذکور ہے:



ایک دن حضرت غوث اعظم و عارف ہمارے تھے۔ آپ ہوا میں چند قدم چبہ کر آپ نے فرمایا: "اے حضرت یعقوب علیہ السلام سے نسبت رکھنے والے (بزرگ) ایک محمدی کا وہ تو بیٹے۔ پھر آپ اپنی جگہ اپنی تشریف لے آئے لوگوں نے آپ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: "ابو العباس حضرت غوث علیہ السلام سے قریب سے جلدی میں گزر رہے تھے، تب میں ان کی طرف چند قدم بڑھا کر میں نے ان سے دو چہرہ کیا تو آپ لوگوں نے سنا۔"

حضرت غوث اعظم کے ان کلمات کا صحیح معنی مضبوطی و توفیق ہی بختر جانتا ہے۔ تحریر سے خیال میں یہ کلمات روحانی باپ کے ساتھ بیٹے کا علیہ رحمت ہے، کیونکہ حضرت غوث علیہ السلام نے حضرت غوث اعظم کے عہد بات و رآپ کی سیاست کے زمانے میں آپ کی تربیت فرمائی تھی، اور یہ بات شیخ غوثی نے "ہیجۃ الرسول" میں درامام شہرائی نے "الطیقات" میں تحریر کی ہے۔

حضرت غوث اعظم اس بیٹے کی طرح ہیں جو اپنے باپ و اپنی نیابت اور باپ کی کھڑکی ہوئی خوراک کا اثر دکھاتا ہے، اور "یا سواہلی" کہہ کر ندا کرنا مزاج سے مشابہت رکھتا ہے، (اور اس میں کچھ قہامت ضمیم) کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ مزاج فرمایا کرتے تھے، اور فقہا حق بات ہی فرمایا کرتے تھے۔ اور "یا سواہلی" کہہ کر حضرت غوث علیہ السلام کی حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف نسبت بیان کرنے میں کچھ حرج بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ ان کے دادا اور شخصیت والے تھے، کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوت ہے۔ اس کا ظہر میں حضرت غوث اعظم کے مذکورہ بالا قول میں کچھ حرج نہیں ہے، نیز حضرت غوث علیہ السلام بعض لوگوں کی رائے کے

مطابق نبی نہیں بلکہ مقام قرب کے افراد میں سے ایک فرد ہیں۔ یہ اونیا کی مصداقیت سے اوپر اور انبیاء کی نبوت سے نیچے ایک مقام ہے، اور اس مقام تک امت محمدیہ کے اکابر اولیاء پہنچے ہیں جیسے کہ امام حنفی اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے، ہم نے حضرت غوث علیہ السلام کے حوالے سے اپنے ایک رسالہ:

"لہوق العباس فی ترجمۃ شیخنا سیدی محمد بن القاسم"

میں اپنی اسطیغ عمت کے مطابق کچھ لکھا ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ زیادہ جانے والا ہے۔

فرشتوں کے حوالے سے بھی معترض کو شیخ غوثی پر اکتفا نہیں ہے، دیکھنے پر اپنے تین مقامات کی نظر آئے جہاں حضرت شیخ و شری حد و دلوئے کا وزم ہوا تھا، دو تین مقامات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت غوث اعظم کا شیخ موسیٰ زولی کے بارے میں یہ قول:

"میں اس شخص کا ادب کیوں نہ کروں جس کا احترام آسمان کے فرشتے بھی کرتے ہیں۔"

(۲) حضرت غوث اعظم کا یہ فرمان:

"میں سب کا شیخ ہوں۔" یعنی جنات اور انسانوں کا۔

(۳) جب قاری نے حضرت غوث اعظم کے سامنے قرآن کریم میں مذکور فرشتوں کے اس قول کی تلاوت کی

وَنَحْنُ نَسَبُّ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔ (۱)

”اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں۔“  
تو حضرت غوث اعظم نے یہ سن کر یوں فرمایا جیسے آپ فرشتوں سے مخاطب

ہوں:

”(گو یا کہ تم نے یہ کہا ہے:) ہم تیری کتنی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں۔“  
”اے فرشتو! تم نے یہ بات کہہ کر اپنے راز افشاء کر دیے لیکن ہم  
اپنے راز چھپائے رہے۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”اے میرے رب  
کے فرشتو! ہماری مجلس میں اترو، شاید ہماری مجلس تمہاری مجلس سے  
زیادہ کامل ہو۔“

میں کہت ہوں:

”یہاں دو مسئلوں کا ذکر ضروری ہے تاکہ بات کی وضاحت ممکن ہو:

پہلا مسئلہ: فرشتوں کی انسانوں اور انسانوں کی فرشتوں پر فضیلت کا مسئلہ ہے، اس  
سلسلے میں رائج رائے یہ ہے کہ انبیاء فرشتوں کے رؤسا سے بھی افضل ہیں، جبکہ  
فرشتوں کے رؤساء عام انسانوں سے افضل ہیں۔ علاوہ ازیں عام انسان عام  
فرشتوں سے افضل ہیں، یہاں عام انسانوں سے مراد فاسق و فاجر انسان نہیں بلکہ  
صحابہ کرام اور اولیاء صالحین ہیں۔ جبکہ عام فرشتے فاسق و فاجر انسانوں سے بہر حال  
افضل ہیں، یہاں خاص انسانوں سے مراد انبیاء ہیں اور عام انسانوں سے مراد صحابہ اور  
اولیاء ہیں، ان حضرات کو انسانوں میں خاص ہونے کے باوجود انبیاء کے مقابلے میں  
عام ہونے کے سبب عام قرار دیا گیا ہے، اور دلی علم کلام کی کتابوں میں موجود ہیں۔  
دوسرا مسئلہ: غوث اعظم کی قضیت کا ہے، آپ اپنے زمانے کے قطب اور اپنے عہد

کے غوث ہیں جیسا کہ امام شعرانی، حاتمی، بکری اور حافظ ابن حجر اور دیگر حضرات نے  
ذکر کیا ہے، تمام جہان قطب کی بیعت کرتا ہے اور ان بیعت کرنے والوں میں عالمی  
مرتبہ فرشتوں کے علاوہ تمام فرشتے بھی شامل ہوتے ہیں، اور عالمی مرتبہ فرشتے وہ ہیں  
جو امر سے نہیں بلکہ بذات خود (اللہ تعالیٰ کی توفیق سے) اس کی عبادت کرتے ہیں،  
ان فرشتوں کی طرح انسانوں میں سے بھی کچھ قطب وقت اور غوث زمان کی بیعت  
سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جنہیں ”افراد“ (منفرد حضرات) کہا جاتا ہے، قطب کی بیعت  
سب سے پہلے علماء اعلیٰ کے لوگ حسب مراتب کرتے ہیں، سب سے پہلے علماء اعلیٰ کا  
سب سے اعلیٰ فرد، پھر اس کے بعد والا، اور ان میں سے ہر کوئی بیعت کے بعد علم الہی  
کے بارے میں قطب سے سوال کرتا ہے۔ قطب وقت کو اللہ تعالیٰ نے جو عہد عطا فرمایا  
ہوتا ہے وہ اس کی مدد سے ہر سائل کو جواب دیتا ہے، جیسے کہ امام ابن عربی حاتمی نے  
ذکر فرمایا، امام حاتمی نے قطب وقت کی بیعت کے حوالے سے ”مبايعة القُطب في  
حضرة القلوب“ کے عنوان سے ایک عظیم کتاب لکھی تھی، جس کی طرف فتوحات میں  
اشارہ دیا ہے، اس کتاب میں بہت سے مسائل اور اس علم میں سے بہت سے حصہ تھے  
جس کے بارے میں امام ابن عربی حاتمی نے قطب وقت سے سوالات کئے تھے اور  
انہوں نے امام حاتمی کو جوابات دیئے تھے۔“

دلی کامل سیدی عبدالحفیظ بن محمد خلوتی اپنے رسالہ: ”نصرة المقتدى“ میں

جسے انہوں نے انسان کامل کے عذاب کے حوالے سے تحریر کیا ہے، لکھتے ہیں:

”عجیب ترین امر یہ ہے کہ دلی یعنی انسان کامل ایہ عظمت وال ہو جائے

کہ فرشتے بھی نہ اس کے معائنے کی ابتداء پر مطلع ہوں نہ انتہاء پر، اسی



شرح اس کے افعال تحریر کرنے والے فرشتے اس کی نیپیاں دیکھ سکیں  
نہ گناہ اور قیامت تک اس کی تعریف کرتے رہیں۔

ان مذکورہ بالا باتوں سے ظاہر ہوا کہ ”تہجۃ الاسرار“ کے مستف نے نہ تو  
فرشتوں کے معاملے میں جرأت نہ انداز سے کام لیا اور نہ ہی ان کی تعظیم کا قصد کیا،  
نیز ممکن ہے کہ حضرت غوث اعظمؒ کے فرشتوں سے یہ فرمایا: ”شاید ہماری مجلس  
تمہاری مجلس سے زیادہ کامل ہو۔“ آپ کی مجلس میں رحمت و مہربانی کی حد کے  
حوالے سے ہو اور اس سے بڑھ کر کامل کیا ہے؟

ہم نے جو کچھ عرض کیا اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت غوث اعظمؒ نے فرشتوں  
سے یہ نہیں فرمایا: ”میں تم سے بڑھ کر کامل ہوں۔“ اور آپ کے کلمہ میں ”ربا“ (شاید)  
کو لفظ ہماری رائے کی تائید کرتا ہے کیونکہ آپ کی مجلس میں انبیاء کی تعریف و ادبی  
برداشت نہیں ہوتی تھی، یہ مقام طوین گفتگو کے قابل ہے مگر جو کچھ ہم نے بیان کیا وہ ہم  
سے ہی کافی سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

معارض نے کہا: ”تہجۃ الاسرار“ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف کتنے ہی  
بے چوڑے دعوے، شطیہات اور اوسیاء اللہ کی تنقید پر مشتمل کلمات منسوب کئے گئے  
ہیں۔ اس کتاب کی بنیاد و وجہوں پر رکھی گئی ہے:

(۱) شیخ عبدالقادر جیلانی کو امت محمدیہ کے اولیاء اور بارگاہ رب اعزت میں حاضری  
کی سعادت سے شاد کام لوگوں پر برتر ثابت کرنا اور یہ ظاہر کرنا کہ جیسے وہ لوگ  
آپ کے قبضے میں ہیں اور آپ کے سامنے ہوں بجز دانکسار کے ہلکے بنے ہوئے  
ہیں کہ سرری نہیں اٹھتے گویا کہ معاملہ کسی قوت والے بادشاہ کا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا فضل حضرت غوث اعظمؒ اور آپ کے پیروکاروں پر ہی ہے اور  
آپ کے پیروکار کیسے ہی ہوں وہ لوگوں میں سب سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کو  
سب سے بڑھ کر محبوب ہیں، شیخ غصوفی نے اپنی کتاب کا اختتام فیض مقصد کو  
چھپا کر رکھنے کے لئے بعض کہا راویاء کے حالات کے ساتھ کیا، اور یہ بھی بتایا  
کہ ان کے بارے میں ان کے ہم عصروں نے کیا کہا، ورنہ غصوفی یہ جہل کر  
پنی کتاب کا مقصد ظاہر کیا کہ: ”شیخ عبدالقادر جیلانی سے پسے اور بعد والے  
اویوں کی طرف شطیہات منسوب ہیں۔ انہیں ان شطیہات پر تنبیہ کی گئی تو انہوں  
نے کہا کہ یہ امور اللہ تعالیٰ نے صحت سے ہیں۔“ جب اللہ تعالیٰ سے سورت  
بات کرتے ہیں باتیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور دیگر اولیاء پر صحت بہتان  
اور جملہ جملہ جملہ ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے تمام اولیاء سے راضی ہو۔

میں جانتا ہوں: ”معارض کے بقول شیخ غصوفی نے اپنی کتاب ”تہجۃ الاسرار“  
کی بنیاد جن دو چیزوں پر رکھی ان میں سے پہلی حضرت غوث اعظمؒ کی فوقیت ثابت  
کرنا ہے، شاید معارض کا اشارہ ”تہجۃ الاسرار“ میں مذکور غوث اعظمؒ کے فرمان: ”میرا  
یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔“ کی طرف سے اور اس حوالے سے تنبیہ کی غرض سے  
صحت میں آئے گی۔ نیز اس کا اشارہ شامش محمدی کے اس قول کی طرف بھی ہے  
جسے شیخ غصوفی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے، شیخ محمدی فرماتے ہیں:

”جب حضرت غوث اعظمؒ نے اپنا مشہور و منقول: ”میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی  
گردن پر ہے۔“ ارشاد فرمایا تو اس وقت اویوں، بدال اور اوثاد آپ کی خدمت میں  
ہوں سر ہٹ کر کیا کرتے تھے:

”السلام علیہ یا مملک الزمان ویا امانہ المکان یا قائما یا مر  
اللہ و یا وارث کتاب اللہ ویا ذنب رسول اللہ یا من السماء  
والارض مائدته و اهل وقته کلهم عائلته ویا من یزل  
القطر بدعوته ویدر الضرع ببرکتہ۔“

”اے زمانے کے بادشاہ! اور اے کائنات کے امان! اے اللہ کے  
امر سے قائم رہنے والے! اے کتاب اللہ (کے معانی اور حکمتوں)  
کے وارث! اے جناب رسول اللہ کے ذنب! اے موزات جس کا  
سبز خوں زمین و آسمان ہیں اور جس کے زمانے کے لوگ (موجود)  
اس کے نیچے کے افراد ہیں! اے وہ شخصیت جس کی وجہ سے بارش  
برتی ہے نوران کی برکت سے پو پائے دوا دہا دیتے ہیں۔“

اور شاید معترض کا اشارہ اس قول کی طرف بھی تھا جسے شیخ عطاؤنی نے شیخ  
قطیب ابن ابی شیبہ سے نقل کیا۔ جب ان سے حضرت غوث اعظم کے بارے میں پوچھا گیا  
تو انہوں نے فرمایا:

”جب حضرت غوث اعظم نے فرمایا: ”میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی  
گروں پر ہے۔“ اس کے بعد بھی دنیا کے اولیاء بھی آپ کی مجالس  
میں حاضر ہوا کرتے تھے اور میں نے ان کے سر آپ کی حیثیت سے  
تکے ہونے دیکھے۔“

اور شاید اس قول کی طرف بھی معترض کا اشارہ تھا جسے شیخ عطاؤنی نے شیخ  
منصور بن یحییٰ سے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا، وہ فرماتے ہیں:

”ایک مرتبہ میں نے آپ کے پاس چار ایسے افراد کو دیکھا جنہیں پہلے بھی  
نہیں دیکھا تھا، جب وہ آپ کے ہاں سے لگے تو میں نے انہیں دعا کے لئے  
درخواست کی تو ان میں سے ایک نے کہا: ”تمہیں خوشخبری ہو، تم ایک ایسے شخص کے  
خادم ہو جس کی برکت سے زمین کی حفاظت کی جاتی ہے۔“ یہاں تک کہ انہوں نے  
کہا: ”ہم اور تمام اولیاء حضرت غوث اعظم کے انکس کریمہ کی پناہ، آپ کے قدموں  
کے سائے اور آپ کے امر کے دائرے میں ہیں۔“ جب میں غوث اعظم کی خدمت  
میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے فرمایا: ”اے میرے بھائی! ان چاروں نے جو کچھ کہا  
نکسی سے مت کہنا۔“ میں نے آپ سے ان چاروں کے بارے میں پوچھا تو آپ  
نے فرمایا: ”وہ کوہ قاف کے سردار ہیں۔“

اور شاید معترض کا اشارہ اس قول کی طرف بھی تھا جسے شیخ عطاؤنی نے ابن یقی  
سے روایت کیا، وہ فرماتے ہیں:

”ایک مرتبہ میں حضرت غوث اعظم کی زیارت کے لئے بغداد آیا تو میں نے  
آپ کو اپنے مدرسے کی چھت پر اس حال میں دوپہر کے نوافل پڑھتے ہوئے پایا کہ  
رجاں الغیب ہمیں باندھے کھڑے تھے، میں نے ان سے پوچھا: ”کیا آپ ہمیں  
سے نہیں؟“ تو وہ کہنے لگے:

”ہم اس وقت تک نہیں بیٹھیں گے جب تک قلوب وقت نوافل ادا  
کر کے ہمیں اجازت نہ دے دے، کیونکہ آپ کا دست مبارک  
ہمارے ہاتھوں اور قدم ہماری گردنوں پر ہے۔ جبکہ آپ کا امر ہم  
سب کے لئے واجب التعمیل ہے۔“



اور جب آپ نے سلام پکھیرا تو یہ سب لوگ آگے بڑھ کر آپ کو سلام  
لاش کر رہے تھے اور آپ کی دست بڑی کر رہے تھے۔  
اور جاناب حضرت غوث اعظم کے ان درویشوں کی طرف  
بھی حق آپ نے فرمایا:

”وہ آدمیوں نے میرے حال کے حوالے سے میرے ساتھ جھگڑا کیا  
تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں (مذہبی کے دوران میں) ان  
دونوں کی سزائیں ان کے حق سے جدا کر دیں۔“  
آپ جو درویشوں کی طرف سے آپ کے لیے  
”میری حقور شہور ہے۔ اب میں ان حق مالک شہسوار والے بیچ آؤں  
اور اس سے دور رہے۔“

یہ اور اس طرح کا جو کلام ”تہجد الاسرار“ میں اس حدیث کے ساتھ مروی ہے  
اس میں کوئی ایسی بات نہ ملتی ہے جتنی کہ معترضوں کو  
کھنکھاتا ہے، بلکہ حضرت غوث اعظم سے ان سب اولیاء کا ملنا خود ان کے لئے اعزاز  
کا باعث تھا، یونہی اللہ تعالیٰ نے انہیں غوث زمانہ کے ساتھ ساتھ رکھ دئے، ان کے  
مرتبہ و مقام کو جانتے ہوئے اور ان کا آپ بھلائی دئے ان کے پاس پہنچنے کی  
سہولت عطا فرمائی۔

سیدنی محمد بن الدین ابن عربی حاتمی نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے اس امر کو  
مخبر غوث قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت انہیں ان کے زمانے کے غوث  
کی پہچان عطا ہوئی، نیز آپ ۵۹۲ھ میں لکھنؤ میں اقامت پذیر اپنے زمانے کے

غوث کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کی موجودگی میں کچھ اولیاء غوث زمانہ کی  
خدمت میں حاضر ہوئے مگر وہ لوگ اس بزرگ کی غوثیت کا علم نہیں رکھتے تھے۔ غالباً  
یہ بات امام حاتمی کو غوثیت عطا ہونے سے پہلے کی ہے، اولیاء کے لئے اپنے زمانے  
کے قصب کی تعظیم بجالانا ایک لازمی امر ہے امام حاتمی فرماتے ہیں:

”قطب زمانے کا یکتا فرد ہوتا ہے، جہاں کی ساری مخلوقات حتیٰ کہ  
جن اور نباتات بھی اس کی بیعت کرتے ہیں۔“  
آپ نے دیگر کئی عجیب بات بھی ذکر فرمائے ہیں۔

علامہ ابن مبارک ”ابریز“ میں اپنے شیخ سیدی عبدالعزیز سے نقل کرتے ہیں:  
”اولیاء قطب وقت کا انتخابی احرام کرتے ہیں، اگر قطب وقت  
دیوان میں موجود ہو تو کوئی ولی اس کی جلالت میں کوئی لفظ و ان کو دور  
نہ ہوتے ہے اپنے چٹا ہونے بھی نہیں بلاتا کیونکہ اگر وہ ایسے کرگزرے  
تو یہاں شخص اپنی کسی اور چیز سے نہیں ایمان کی دولت سے محروم ہونے  
سے خوف ہوتا ہے۔“

یہ ساری روایات حکمت قدم سے مربوط تھیں، ہم اس حوالے سے آنے  
والے اسفحیات میں مزید تحقیق پیش کریں گے۔

حد سے بڑھنے والے معترضین کا حضرت غوث اعظم بن علی کے حوالے سے یہ کہنا:  
”وہ ایک معاملہ کی مشہور بادشاہ کا ہے۔“ واضح جہالت اور شہناک جہالت ہے،  
یہ مقلد متفکر کے لئے زیست اور جاہل کے لئے پردہ پوشی ہے، یہاں وہ کہتے ہیں کہ  
چوتھے ہوں:

## دوسری تنبیہات:

پہلی تنبیہ:

ایک دن ہم سیدی محمد بن قاسم شریف کی مجلس میں حاضر تھے کہ کسی برادر طریقت نے اُن سے حضرت غوث اعظم قدس سرہ کے اس قول "بے شک قلب میرا خادم اور غلام ہے۔" کے قاطر میں پوچھا:

کیا قطبیت سے اوپر بھی کوئی مرتبہ ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا:

"ہاں اور وہ مرتبہ خلافت ہے، اور یہ بات بعض لوگوں کے اس قول کی طرح ہے۔" میں اپنے شیخ کو قطبیت سے مبرا قرار دیتا ہوں بلکہ وہ قطبیت سے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔" اس بات کو آپ یوں سمجھیں کہ چار خلفاء رضی اللہ عنہم خلافت نبوت سے سرفراز ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا:

"الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم تصير منك عضوا" (۱)

"میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی، پھر خلافت سخت گیر ملکیت

میں تبدیل ہو جائے گی۔"

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے وصال پر خلافت کی مذکورہ بالادست تیس سال میں سے چھ مہینے باقی تھے، اور یہ مدت آپ کے صاحبزادے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ولایت کی ہے اور جن چھ مہینوں میں آپ امیر المومنین تھے، اُن کے اختتام پر آپ کو باطنی ولایت سونپی گئی اور آپ قطبیت کے مقام پر فائز ہوئے اور آپ سے ہی قطبیت کا آغاز ہوا،

(۱) اس حدیث کو ابن جریر (۲۶۳/۵) و ابن ماجہ (۲۵۰/۹) میں روایت کیا ہے۔

آپ اُمت کے پہلے قطب ہیں اور آپ کو باطنی خلافت حاصل رہی، اور ہر دور میں امت محمدیہ میں سے قطبیت کے مقام تک وہ شخص پہنچتا رہا جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ رتبہ عطا فرمایا، باطنی خلافت کا یہ مرتبہ قطبیت سے اعلیٰ ہے جو ہر قطب کو حاصل نہیں ہوتا۔ یہ اُس جواب کا خلاصہ ہے جو ہم نے برادرِ راست سیدی محمد بن قاسم الشریف سے سنے کا شرف حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی حفاظت فرمائے اور ہمیں اُن کے علوم سے نفع پہنچائے۔

## دوسری تنبیہ:

میں نے اپنے شیخ سیدی محمد بن قاسم الشریف (اللہ ہمیں اُن کی برکتوں سے مالا مال فرمائے) سے کعبہ کے بارے میں پوچھا: "کیا وہ بعض اکابر اولیاء کی زیارت کرتا ہے؟" تو انہوں نے فرمایا:

"ہاں یہ بات صحیح ہے، حدیث شریف میں ہے:

المؤمن أعز عند الله من الكعبة۔ (۱)

"اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مؤمن کعبہ سے زیادہ باعزت ہے۔"

یہاں خاص مؤمن مراد ہے اور اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا:

ما وسعني أرضي ولا سمائي ووسعني قلب عبدی المؤمن۔ (۱)

"میری ذات میری زمین یا میرے آسمان میں نہیں سمائی (بلکہ)

میرے مؤمن بندے کے دلی میں سمائی۔"

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: "میری ذات کعبہ میں سمائی۔"

(۱) یہ حدیث کھٹکس لی۔ محمد رفیع مدنی۔



حار کعبہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف ایک خاص نسبت کی وجہ سے بیت اللہ کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے بندہ مومن کے دل کی وسعت کا مطلب دل کا اللہ تعالیٰ کے جمال، محبت، راز، نور اور ان تجلیات سے بھر جانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُس پر نازل فرمائی ہیں، یہاں اللہ تعالیٰ کا دل میں حلول کر چکا اور اتحاد مراد نہیں ہے، اس نظر میں کعبہ شریف کا اس خاص بندہ مومن سے برکت حاصل کرنا تعجب کا باعث نہیں جس کا دل اُن برکتوں سے (جو اوپر ذکر کی گئیں) بھر ادا ہے۔ یہ جواب غلط لفظ نقل کیا گیا۔

میں کہتا ہوں: ”اولیائے کرام میں اس کرامت کے ساتھ حضرت غوث اعظم کے سب سے زیادہ مشہور آپ کا (تحدیثِ نعمت پر مشتمل) فرمان ہے:

کل قطب يطوف بالبيت سبعا و ان البيت طائف بخيامي  
”ہر قطب کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرتا ہے اور میں وہ ہوں کہ کعبہ میرے خیموں کے طواف میں ہے۔“

در مختار کے حاشیہ میں ابن عابدین ثمالی نے ”بحر“ کے حوالے سے لکھا ہے:  
”اگر کعبہ اصحاب کرامت کی زیارت کے لئے اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو اس حال میں بھی اُس کی زمین کی طرف نماز جائز ہوگی۔“

اس کے بعد علامہ ابن عابدین نے خیر الدین رمی کا یہ قول نقل کیا ہے:  
”خانہ کعبہ کا اولیاء کی زیارت کے لئے جانا اولیاء کی کرامتوں میں سے ایک صریح کرامت ہے، ہم اس بات کے ذریعے اُس شخص کا رد کریں گے جس نے ہمارے سامنے خانہ کعبہ کے معدوم ہونے کی بات کی۔“

جس وقت بعض فقہاء نے حضرت ابراہیم بن ادریس کے لئے زمین کے سمٹنے کی کرامت کا انکار کیا تو شیخ سعد الدین تفتازانی نے تعجب کے ساتھ فرمایا:

”انصاف کی بات وہ ہے جسے امام نسفی نے اُس وقت ذکر فرمایا جب اُن سے پوچھا گیا: ”کیا یہ کہنا درست ہے کہ خانہ کعبہ ایک ولی کی زیارت کو جایا کرتا تھا؟“ تو آپ نے فرمایا: ”اہل سنت کے ہاں اولیاء کے لئے کرامت کے طور پر خرق عادت امر کا ہونا درست ہے۔“ امام یافعی فرماتے ہیں:

”ہم نے تحقیقی بنیادوں پر یہ ہے کہ ایک جماعت کو دکھایا گیا کہ کعبہ باقاعدہ طور پر اُن کا طواف کر رہا ہے۔ اور میں نے ثقہ اور متقی بلکہ سادات میں سے ایک عالم کی زیارت کی ہے جس نے کعبہ کو طواف کرتے دیکھا ہے۔“

شیخ علی بن موسیٰ الجزائر نے اپنی کتاب: ”ربیع الحجارة للعالم المعتقین“ میں لکھا ہے:

”ہم نے اپنے شیخ ابو عبد اللہ سیدی محمد صالح بخاری سے حضرت غوث اعظم کے فرمان: ”مَنْ قَطَبَ يَطُوفُ.....“ کے بارے میں پوچھا:

”کیا یہ قول حقیقت پر مبنی ہے یا مجذوبہ؟“

تو آپ نے فرمایا:

”اس میں ہرگز مجاز نہیں ہے بلکہ کعبہ اپنے حسی پتھروں کے ساتھ آپ

کے مبارک خیموں کا طواف کیا کرتا تھا۔“

اور خضرش کا یہ کہنا:

”شیخ شطونی کی نظر میں: ”اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم حضرت غوث اعظم اور آپ کے پیروکاروں پر ہی ہے اور آپ کے پیروکار لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔“

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ غوث اعظم کے بارے میں جو کچھ پچھلے صفحات میں کہا گیا وہ کافی ہے، اور جو آئندہ صفحات میں آئے گا وہ بہت واضح ہوگا، آپ کے پیروکاروں کے حوالے سے ”بہجۃ الاسرار“ میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم فقہ غوث اعظم کے پیروکاروں کے لئے ہے، یا یہ کہ حضرت غوث اعظم کے پیروکار ہی لوگوں میں سے بہترین ہیں، جیسے کہ آپ کا فرمانا:

”میں قیامت تک آنے والے اپنے ہر اس مرید، ساتھی اور محبت کا مددگار ہوں جس کی سواری کھو گئی ہو۔“

اور حضرت غوث اعظم کی قیامت تک اپنے مریدوں کے لئے قوپہ پر خاتمہ کی ضمانت ہے، آپ نے فرمایا:

”میں نے اپنے کریم رب سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے قیامت تک میرے سلسلہ طریقت میں داخل ہونے والے کسی فرد کو دوزخ میں داخل نہ فرمائے۔“

یہ بات کثیر اسناد والے شیخ علامہ محمد بن عبدالرحمن فاسی نے ”معدنہ“ میں ذکر کر کے فرمایا:

”شیخ عبدالغادر جیلانی کی طرف اس قول کی نسبت صحیح ہے، اسی

طرح کے اور بھی کلمات آپ کی طرف منسوب ہیں۔“

اگر یہ کہا جائے کہ امام شعرانی وغیرہ نے ”بہجۃ الاسرار“ کی اتباع کی ہے، لہذا سب کی اصل ایک ہی ہے تو ہم کہیں گے: ”ایسا نہیں ہے کیونکہ حضرت غوث اعظم کی مناقب تو شیخ شطونی کے زمانے سے پہلے بھی مدون ہوئی ہیں (جیسے کہ پچھلے صفحات میں ذکر کیا گیا)، اور فرض کر لیں کہ امام شعرانی اور باقی لوگوں نے شیخ شطونی کی اتباع کی ہے تو ہم بھی اس شخصیت (شیخ شطونی) پر کیسے اعتراض کریں جن پر امام شعرانی جیسے ناقدین نے اعتماد کیا ہے اور ان کی مرویات یقین کے ساتھ نقل کی ہیں، نیز امام شعرانی حضرت غوث اعظم کے علاقے سے ہیں اور ہماری بہ نسبت حضرت غوث اعظم کے عہد سے زیادہ قریب بھی ہیں، کیونکہ ان دونوں کے درمیان آٹھویں صدی ہجری کا کچھ حصہ اور نویں صدی ہے۔ معترض نے حضرت غوث اعظم کے تذکرہ نگاروں (شیخ شطونی اور امام شعرانی وغیرہ) کے متعلق جو دعویٰ کیا تھا کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم قادر یوں تک ہی محدود مانتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی گروہ کو مغفرت عطا کئے جانے یا کسی گروہ پر فضل و کرم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے علاوہ کوئی گروہ لازمی طور پر ان دونوں چیزوں سے محروم ہوگا؟ اللہ کی پناہ ہے کہ سنت کے راستے پر چلنے والا کوئی شخص ایسا گمان رکھے، پھر ”بہجۃ الاسرار“ میں ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے کہ سلسلہ قادر یہ سے وابستہ افراد کیسے بھی ہوں وہ دیگر سلسلہ طریقت کے وابستگان سے افضل ہیں۔

جبکہ حضرت غوث اعظم کا درجہ ذیل فرمان:

”اللہ ہمارے ساتھ اس حال میں مانوس ہو جاتا ہے کہ ابھی اس



میں سے چورے نہیں نکلے ہوتے۔“

”میرے لئے ہر طویل (سواری) میں سے ایک ایسا بچہ ہے جس کے سامنے ٹھہرا نہیں جاسکتا، اور میرے لئے ہر زمین میں ایک گھوڑا ہے جس سے سبقت نہیں کی جاسکتی۔“

یہ قطبیت عقلی کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات ہیں جیسے کہ امام ابن حجر عسقلانی کے کلام کی روشنی میں اس بات کی سمجھ آتی ہے لیکن مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اعتراض فقط سلسلہ قادریہ کے وابستگان پر ہی کیوں ہے؟ حالانکہ ہر سلسلہ طریقت کے انعام یافتہ مشائخ نے تحدیثِ نعمت کے طور پر شیخ شطرنوی کے کلام سے ملتے جلتے ایسے کلمات ارشاد فرمائے ہیں جو ان کے سلسلہ طریقت کی فضیلت اور بلندی پر دلالت کرتے ہیں، جیسے ان حضرات کا دفاع کیا جائے گا انصاف کی بات ہے کہ اسی طرح ”بہجة الاسرار“ کا بھی دفاع بھی کیا جائے۔

میں نے دیکھا ہے کہ مشہور مؤلف شیخ مائی نے علم کلام میں ”الکبیری“ اور دیگر کتب کے مصنف علامہ سیدی محمد سنوسی کا یہ قول نقل کیا ہے:

”بعض اولیاء کی زبان سے جنت کی خوشخبری سنت کی مخالف نہیں ہے، بلکہ ان کا یہ عمل ان کے عظیم راہنما اور قائد رحمت عالم علیہ السلام کی سنت کے عین مطابق ہے جن کی کامل اتباع کا شرف ان اولیاء کرام کو حاصل ہوا، آپ نے بعض صحابہ کو جنت کی بشارت دی اور یہ بشارت آپ کے معجزات میں سے تھی، اور جمہور اہل سنت کی رائے میں یہ بات درست ہے کہ جو چیز کسی نبی کا معجزہ بن سکتی ہے وہ کسی دلی

کی کرامت ہو سکتی ہے، محققین کی ایک جماعت کے مطابق اگر ولی (اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے) اپنے انجام پر مطلع ہو سکتا ہے تو دوسروں کے انجام پر بطریقِ اولیٰ مطلع ہو سکتا ہے۔“

اور جس شخص کے اچھے یا برے انجام کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے خبر نہیں دی اُس کے حوالے سے ہمارے ائمہ نے کسی رائے کی بجائے سکوت کا حکم اس لئے دیا ہے کہ کسی بھی شخص کے حوالے سے اُس کے مطلع یا گنجگار ہونے کے بارے میں قطعی رائے نہیں دی جاسکتی، کیونکہ ایسے امور کا احاطہ موجود ہے جو اس شخص کے خاتمہ کو تہدیل کر سکتے ہیں، ہر رے ائمہ نے اپنے اس قول میں ان اولیاء کی طرف اشارہ نہیں فرمایا جنہیں کرامت کے طور پر کسی شخص کے انجام کا حتمی علم حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ملک اور ملکوت کے عجائب و غرائب پر مطلع کیا ہوتا ہے، ایسے اصحاب کرامت اولیاء ہمارے ائمہ کے مراد نہیں ہیں، انہوں نے ایسے باکرامت اولیاء کو مشکلی کے بغیر اپنے قول میں اطلاق اس لئے رکھا کہ انہوں نے اکثریت کو پیش نظر رکھا جبکہ کسی کے انجام پر مطلع ہونے والی کرامت بہت ہی کم کسی ولی کو نصیب ہوتی ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ولایت کی اصل سے متصف ہونا بھی بہت نادر ہے۔“

حکایتِ قدم پر اعتراضات کا رد:

مقرر نے چند مزید ناشائستہ باتیں کہیں جو تقریباً نو صفحات پر مشتمل ہیں ان کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

”بہجة الاسرار“ میں مذکور عجیب ترین باتوں میں سے جنہیں شیخ شطرنوی نے شیخ

عبدالقادر جیلانی تک اپنی جھوٹی اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے، یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: ”میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔“ اور پھر اولیاء نے آپ کے قدم کے لئے اپنے سر جھکا دیے اور (حضرت غوث اعظم کی طرف منسوب یہ قول) اکثر اولیاء نے کہا ہر نے نقل کیا ہے، یہ سب کچھ (معرض کے بقول) گھڑا ہوا جھوٹ اور سلسلہ قودریہ کی عظمت اجاگر کرنے کی نامناسب کوشش ہے، شیخ عبدالقادر ایسی بات بھی نہیں کہہ سکتے، وہ شریعت کے تابعین و مؤیدین اور اللہ رب العزت کے مقررین میں سے تھے، اللہ تعالیٰ کے قرب سے شاد کام ہوئے والا تو ہمیشہ خائف رہتا ہے، اور ایسا دعویٰ تو حجابات میں الجھے لوگوں کا ہی ہو سکتا ہے، اگر بالفرض آپ نے یہ بات فرمائی بھی ہے تو شکر کے نتیجے میں ایسی لغزش ہو سکتی ہے جس پر سواخذہ نہیں ہوتا، جیسے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے ”معارف المعارف“ میں اس بات کی وضاحت کی ہے، اور یہ لغزش مبتدی مریدین کے احوال میں سے ایک حالت ہے۔“

پھر معرض نے ”معارف المعارف“ سے ایسا کلام نقل کیا جو اس کے خیال میں اس کی دلیل تھا، اور یہ طویل اقتباس تو اضع کے حوالے سے شیخ شہاب الدین سہروردی کی علمی تحقیق پر مشتمل تھا، اس میں معرض نے جس بات پر زیادہ انحصار کیا وہ یہ ہے کہ مشائخ نے مریدین کے خود پسندی اور تکبر میں مبتلا ہونے کے خوف سے ان کی نفس کشی کے لئے تو اضع کو بہت مبالغہ کے ساتھ اجاگر کیا ہے، مرید پر احوال و کیفیات متکشف ہوتے وقت اس کا خود پسندی سے بچ کر لکنا بہت مشکل ہے، یہ تو مبتدی کی حالت ہے جبکہ بعض کبار اولیاء سے بھی ایسے کلمات منقول ہیں جن میں خود پسندی کی نہ پائی جاتی ہے، مشائخ سے جب بھی ایسی بات نقل کی جائے اسے راوی طریقت میں ان کے ابتدائی

مراحل میں شکر کے نلک راستوں میں الجھنا اور حوکی فضاؤں میں داخل نہ ہو سکا شمار کیا جائے، جیسے ان میں سے کسی کا یہ کہنا: ”میرا یہ قدم ہر اولیاء کی گردن پر ہے۔“ یا کسی کا یہ کہنا:

”میں نے زمین کے بہت سے حصوں کا دورہ کیا ہے اور میں نے کہا:

”ہے کوئی میرے سامنے آنے والا؟“ تو کسی نے جواب نہیں دیا۔“

ہم سچے لوگوں کی چٹائی کی یہ کہتے ہوئے تصدیق کر سکتے ہیں کہ: ”ایسی باتیں شکر کی کیفیت میں بے اختیار ان کی زبان سے نکل گئیں۔“ جبکہ کیفیات پر قابو رکھنے والے مشائخ نے جب دلوں میں گہمی خود پسندی کی چہری کو پہچانا تو انہوں نے مریدین کے لئے بطور رد و تواضع اور عجز و انکسار کو اپنے مبالغہ کے ساتھ کھولی کر بیان فرمایا۔

پھر معرض نے شیخ ابن عربی حاتمی کی ”فتوحات مکیہ“ میں سے ایک اقتباس پیش کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ”عبدیت کے مقام سے نوازے گئے انسان کو بعض ایسے امور کا پابند کر دیا جاتا ہے جو اسے ”ناز“ کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتے، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے ”ناز“ کا مقام حاصل ہونے کے بعد جو وقت وصال اپنا چہرہ زمین پر رکھ کر فرمایا:

”یہی وہ حق ہے جسے فانی دنیا میں رہتے ہوئے بندے کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔“ جبکہ اس کے برعکس آپ کے مرید ابو سعید زندگی کی آخری سانسوں تک مطلق عبدیت پر کار بند رہے۔“

معرض نے ”فتوحات مکیہ“ میں موجود ”باب الشطیحات“ سے درج ذیل بات بھی نقل کی:



”وہ شہدائے غم کی ایسی رعونت ہیں جن کا کسی محقق سے سرزد ہونا ثابت نہیں، اور ہم نے کبھی دیکھا نہ سنا کہ کسی ولی سے نفسانی رعونت کے باعث شہدائے ظاہر ہوئی ہوں، جو واقعی اللہ کا ولی ہے اُس کے لئے بغر و اکسار لازمی امر ہے، شہدائے ایسے سچے کلمات کا نام ہے جو نفس کی رعونت کے باعث ظاہر ہوتے ہیں اور موت کے وقت یہ کیفیت اُن لحاظ میں کسی شخص کی اللہ تعالیٰ سے دوری پر دلالت کرتی ہے۔“

پھر مقرر نے مقدم ہو کر پر فائز اولیاء کا تعارف اُرواتے ہوئے کہا:

”اس مقدم پر فائز اولیاء کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ہیں جو زبان کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہیں جیسے کہ حضرت بابزید بسطامی، جبکہ ایک وہ ہیں جن پر حق کے ساتھ تحقیق ہونے کی وجہ سے شہدائے غائب آجاتی ہیں جیسے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی۔ اور یہ بات مقامِ ہُویت پر فائز اولیاء کے نزدیک اپنے اندر موجود خطرات کے باعث بے اولیٰ ہے۔“

پھر مقرر نے امام شعرانی کی ”انجواہر والندور“ سے ایک اقتباس لیا ہے اور اُس کا خیال تھا کہ امام شعرانی کے الفاظ یوں ہیں:

”میں نے اپنے پیرومرشد شیخ علی خواص سے گزارش کی: ”میں نے بیہجۃ الاسرار“ میں دیکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے ”قدھی ہذہ علی رقبۃ کل ولی للہ“ اذن الہی کے بغیر نہیں فرمایا، تو انہوں نے فرمایا: ”اگر ایسی بات ہوتی تو شیخ عبدالقادر جیلانی وقت وصال اپنا رخسار زمین پر رکھ کر یہ نہ کہتے۔“ یہی وہ حق ہے جس سے ہم غافل رہے۔“ اس وقت آپ نے ندامت کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی، اور یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کے بعد ندامت نہیں

ہوتی بلکہ خواہشات کی پیروی کے بعد ہوتی ہے، اس بات میں غور کرو۔“ اور مقرر نے امام شعرانی کی اسی کتاب سے شیخ علی خواص کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ حضرت غوث اعظم نے وقت وصال یہ کلمات فرمائے تھے:

”هذا الذي كنا عنه في حجاب الادلال“

”یہ وہ حقیقت ہے جس سے ہم حجابِ ناز کے سبب غافل رہے۔“

امام شعرانی فرماتے ہیں:

میں نے اپنے پیرومرشد سے گزارش کی: ”اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ

انہیں (یعنی حضرت غوث اعظم کو) ”تصرف“ اور ”ناز“ کا امر نہیں تھا، تو

انہوں نے کہا: ”ہاں انہیں اس بات کا اذن نہیں دیا گیا تھا مگر آپ کے

حق کی شدت کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ کے حال کو مکمل فرما دیا اور

آپ اپنے حال کے کمال تک پہنچ کر اُس کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔“

پھر مقرر نے امام شعرانی کی طرف یہ بات بھی منسوب کی ہے کہ انہوں نے

حکایتِ قدم ذکر کرنے کے بعد کہا: ”اس بات کا امر درست نہیں۔“

پھر مقرر نے ”فتوحات مکیہ“ کے بابسویں باب سے یہ بات نقل کی ہے کہ:

”اولیاء میں سے جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے کوئی حکم فرمایا

ہے تو یہ اُس کی اپنی سمجھ کا دھوکا ہے، کیونکہ تشریفی کلمہ نظر سے اولیاء

کے لئے امر پر مشتمل کلام کا دروازہ بند ہے۔“

میں کہتا ہوں کہ مقرر کا کلام غلط ملط ہونے کے ساتھ ساتھ درج ذیل تین

امور پر مشتمل ہے:

**اول:** اس معاملے میں ”بہجة الاسرار“ کی نگاہ یہ کہ حضرت غوث اعظم نے ”قدیمی  
ہذہ علی رقبۃ کل ولی للہ“ فرمایا اور اولیاء نے آپ کے اس فرمان پر سر جھکا دیے۔  
**دوم:** فرض کیا کہ آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے ہوں تو معترض کا آپ کے ان  
کلمات کو مغلوب الحال صالحین کے شیطانیات میں سے قرار دینا۔  
**سوم:** اس فرمان کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مربوط نہ ہونے کی دلیل (برغم معترض)  
حضرت غوث پاک کا بوقت وصال ناز سے عجز و نیاز کی طرف لوٹنا ہے۔

ہم ان تینوں امور کی وضاحت کریں گے اگرچہ اقتباسات کا جائزہ لیتے  
ہوئے کلام طویل بھی اختیار کر جائے، ان اقتباسات میں سے سچے کلام کو غلط نیت اور  
غلط طریقے سے منسوب کئے گئے کلام سے الگ کیا جائے گا۔ اور بعض عبارات کو کھٹنے  
میں معترض کی غلط فہمی کا اظہار کیا جائے گا، تب حق و باطل میں فرق واضح ہو جائے گا،  
غلام فیوض کی جھاگ مٹھ جائے گی اور نفع دینے والی بات باقی رہ جائے گی اور اللہ تعالیٰ  
ہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

#### پہلے اعتراض کی وضاحت:

معترض نے ”بہجة الاسرار“ کی اس روایت کو جھٹلایا ہے کہ حضرت غوث اعظم  
نے فرمایا: ”قدیمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی للہ“ میں کہتا ہوں کہ یہ بات ثابت ہے کہ  
آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں جیسے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی، سیدی احمد زروق،  
امام شعرانی، ظاہر و باطن کے عالم سید مصطفیٰ بکری، محتاج ست وغیرہ کی اسانید میں ابن  
مغرب کے لئے واسطے بننے والی شخصیات حافظ قصار، ملا علی قاری، صاحب ”جامع  
الاصول“ شیخ علی بن عمر مقدسی، شیخ مراد شاہ ولی اور ابن الحاج مانوی (رحمہم اللہ تعالیٰ)

نے ذکر فرمایا، اور حضرت غوث اعظم کے فرمان کی روایت حدیث اتر تک پہنچی ہوئی ہے،  
یہ تمام حضرات اس فرمان کو پورے یقین کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور اولیاء کے  
سامنے سر تسلیم خم کرنا ایسا امر ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں، کیونکہ ان کا کہا قلبیت کی  
زبان سے نکلا ہوتا ہے جیسے کہ سید قیادی نے فرمایا، اور سید مصطفیٰ بکری نے حضرت غوث  
اعظم کے فرمان پر تمام اولیاء کے سر جھکانے کی تصریح فرمائی ہے، اور یہ بات بھی گزر چکی  
ہے کہ قلعہ زمان کے لئے اولیاء کا گردن جھکانا کس قدر ضروری ہوتا ہے، اس موضوع  
پر اتنی گفتگو ہو چکی ہے جو کسی انصاف پسند کے لئے کافی ہے۔“

#### دوسرے اعتراض کی وضاحت:

معترض نے گمان کیا ہے کہ حضرت غوث اعظم کا یہ فرمان اولیاء کی شیطانیات  
جیسا امر ہے اور اس نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی  
نے بھی معترض کی اس رائے کی وضاحت کی ہے۔

معترض کی یہ بات بھی دھوکہ اور فریب پر مشتمل ہے کیونکہ اس نے یہ تاثر  
دینے کی کوشش کی ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے حضرت غوث اعظم کے فرمان  
کو شیطانیات میں سے قرار دیا ہے، یہ اس کی کند فہمی ہے کہ اس نے شیخ شہاب الدین  
سہروردی کی عبارت بھی نقل کر دی، اس ناہنجار کو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ ”عوارف  
المعارف“ میں تواضع کی بحث لانے سے شیخ شہاب الدین سہروردی کا مقصد مبتدی  
مریدین کی تربیت تھا جیسے کہ انہوں نے خود صراحت سے یوں کہا بھی ہے:

”تواضع کی بحث مبتدیین کے خود پسندی اور تکبر میں مبتلا ہونے کے

خوف سے ان کی غس کشی کے لئے لائی گئی ہے۔“



اور (معرض کے بقول) شیخ شہاب الدین سہروردی کا یہ کہنا ہے کہ:  
”بعض مشائخ سے اُن کے من میں بقیہ شکر کی وجہ سے شطیحات صادر  
ہوتی ہیں۔“

اور (معرض ہی کے بقول) شیخ شہاب الدین سہروردی کا یہ کہنا ہے:  
”کیفیات پر قابو رکھنے والے مشائخ نے جب دلوں میں گہجی خود  
پسندی کی بیماری کو پہچانا تو انہوں نے مبتدعین کے لئے بطور دوا  
تواضع اور انکساری کو انتہائی مبالغہ کے ساتھ کھول کر بیان کیا۔“

معرض کا یہ دعویٰ عجیب و غریب بات ہے، کوئی بھی ذوق سلیم رکھنے والا شخص  
یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی حضرت غوث اعظم کو فقط ایک مرید،  
یا درمیانے درجے کے لوگوں یا صرف اولیاء میں شمار کریں گے، جبکہ غوث اعظم اکابر  
اقتلاب کے بھی سردار ہیں۔ نیز کیا یہ ممکن ہے کہ ”عوارف المعارف“ کے مؤلف اپنے  
عہد کے قطب کو نہ جانتے ہوں، جبکہ حضرت غوث اعظم شیخ شہاب الدین سہروردی  
کے شیوخ میں سے بھی ہیں، اور جس کسی نے بھی شیخ شہاب الدین سہروردی کا تذکرہ  
لکھا ہے اُس نے آپ کے شیخ حضرت غوث اعظم کا ذکر خیر بھی کیا ہے، شیخ شہاب  
الدین سہروردی کے استاد اور بچا ابو النجیب جو کہ ہمارے سلسلہ طریقت سلسلہ خلوتیہ  
کے مشائخ میں سے ہیں، حضرت غوث اعظم کے سامنے یوں مؤدب دکھائی دیتے ہیں  
جیسے شاگرد اپنے استاد کے سامنے ہو، حالانکہ آپ حضرت غوث اعظم کے معاصر ہیں،  
نیز دونوں حضرات شیخ حماد وہاس کے شاگرد ہیں، شیخ ابو النجیب اپنے استاد شیخ حماد  
وہاس سے حضرت غوث اعظم کے بلند رتبہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں، اور

آپ کے استاد وہاسی نے اپنے شاگرد کا مرتبہ ظاہر ہونے سے بہت پہلے اُس کے  
مرتبے کی خبر دے دی تھی، میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ شیخ شہاب الدین  
سہروردی کے کلام میں مذکور جس شخصیت نے یہ کہا: ”میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر  
ہے۔“ یا جس نے یہ کہا: ”کوئی میرے سامنے نہیں آیا۔“ وہ ایسے اصحاب شطیحات میں  
سے تھے جو حضرت غوث اعظم کے بعض خواص حوالہ کے درجے تک بھی نہیں پہنچے  
تھے، اگرچہ وہ کبار اولیاء میں سے تھے، اس حوالے سے آئندہ گفتگو آئے گی، حضرت  
غوث اعظم کا فرمان ہے:

التحدث بسر الولاية نقص۔

”ولایت کا راز فاش کرنا نقص ہونے کی علامت ہے۔“

یعنی یہ فعل ایسے ہی لوگوں کا ہو سکتا ہے جو کمال کے بلند ترین درجے تک نہیں  
پہنچے جیسے کہ ہم آپ کے لئے یہ بات بیان کریں گے۔ اور شیخ شہاب الدین سہروردی  
کے قول: ”کیفیات پر قابو رکھنے والے مشائخ“ سے مراد حضرت غوث اعظم ہیں۔“

شطیحات میں سے کونسا امر قابل قبول ہے اور کونسا امر ناقابل قبول ہے؟ اس  
حوالے سے یہ بات سمجھنے کی ہے کہ کسی دلی کی طرف سے اُس کے اپنے ربانی مرتبے کا  
بیان شطیحات میں سے بالکل نہیں ہے، اسی طرح کسی دلی کا اپنے کسی ساتھی کے کمال یا  
نقص پر نظر انداز کرنا بھی شطیحات میں سے نہیں چاہیے اُسے اُس کام کے کرنے کا حکم ہو یا نہ  
ہو، جب اُسے اپنے راز کے افشاء کا حکم ہو تو اُسے تحدیدِ نعت کہا جائے گا، جس شخص  
کے لیے نقصان و فخر میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کے  
انعامات سے پردہ اٹھانا قابل ستائش ہے اور جب (کسی معتبر آدمی کی طرف سے)

ایسے شخص کے کلام کو شیطیات میں سے شمار کیا جائے تو اسے حقیقی طور پر نہیں بلکہ مجازی طور پر شیطیات میں سے شمار کیا جائے گا، اور حضرت غوث اعظم نے حکم کے تحت، ”قد می ہذہ.....“ کے کلمات ارشاد فرمائے تھے، یہ بات شیخ مراد حق شاذلی اور سیدی مصطفیٰ بکری وغیرہ کی اس رائے کے مطابق تھی جو ان کے اساتذہ سے منقول ہے، اس لئے آپ کا یہ فرمان شیطیات میں سے بالکل ٹھیک ہے، آپ نے شور و غوغا کرنے والوں سے جو کچھ سنا اس سے گھبراہٹے گا نہیں، گرد و غبار کے بان چھٹ جائیں گے اور حقیقت سامنے آجائے گی۔

شیخ محی الدین ابن عربی حاتمی نے ”فتوحات مکیہ“ میں شیخ کا باب درج ذیل دو شعروں سے شروع کیا:

السطح دعوی فی النفوس بطبعها لبقیۃ فیہا من آثار الہوی  
هذا اذا شطحت بقول صادق من غیر امر عند ارباب النہی  
”انسانی نفوس میں محبت کے بقیہ آشہد کے باعث دعویٰ کا ظہور شیخ  
ہے، راز افشاء کرنے سے روکنے والوں کی رائے کے مطابق اگر تو نے  
کچی بات بھی امر کے بغیر کہی تو گویا تو نے شیخ کا ارتکاب کیا ہے۔“

پھر شیخ اکبر نے فرمایا:

”ہاں واللہ تعالیٰ آپ کی تائید فرمائے کہ شیخ حق کے دعویٰ پر مشتمل وہ کلمہ ہے جو امر کے بغیر کہا گیا ہو اور وہ دعویٰ کہنے والے کے اس مرتبے سے پردہ ہٹاتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے عطا فرمایا ہو، نیز فخر کی نیت سے کہا گیا ہو اور اگر کہنے والے کو وہ راز افشاء کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو اگر اس نے فخر کا ارادہ کے بغیر امر

ابھی کی تعمیل میں اس راز سے پردہ ہٹایا ہے تو اس نے شیخ کا ارتکاب نہیں کیا، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انا سید ولد آدم ولا فخر۔ (۱)

”میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر کی بات نہیں۔“

گویا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ میں نے اپنے اس قول سے فخر کا ارادہ نہیں کیا بلکہ تمہارے لئے اس خبر میں چھپے ہوئے خاکدوس کی جگہ سے تمہیں آگاہ کیا ہے تاکہ تمہیں جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں تمہارے نبی کو مرتبہ و مقام دے کر تم پر احسان فرمایا۔

شیخ محققین کی دو لغزش (بات) ہے جو انہوں نے امر کے بغیر کہی، یہاں تک کہ (شیخ ابن عربی نے) فرمایا:

”انبیاء کرام علیہم السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر اس چیز کا اظہار کریں جو چھپے دھوکوں میں سے ان پر ظاہر ہو، یا ان سے صادر ہو ایسے چھپے دھوکے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں ان انبیاء کے بلند مرتبہ و مقام پر دلالت کرتے ہیں۔“

شیخ محی الدین ابن عربی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ذکر کیا:

اَلَا اِنِّی الْکِتَابُ وَجَعَلَنِی نَبِیًّا وَجَعَلَنِی حَبِیْرًا اَیْنَ مَا کُنْتُ۔ (۲)  
”اُس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا،

(۱) اس حدیث کی توحیح گذر چکی ہے۔

(۲) (سورہ مریم: ۳۰-۳۱)



اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں۔“

اور پھر فرمایا:

اگر یہ کلمات اللہ تعالیٰ کے امر سے نہ ہوتے تو شیطیات میں سے قرار دیے جاتے، کیونکہ یہ کلمات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند رہے اور دیگر کے حق بنے میں فخر پر دلالت کرتے ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ اللہ والے اپنے جیسے لوگوں پر فخر کریں اور اپنے آپ کو ان پر بلند کر کے دکھائیں، اس لئے کہ شیطان نفس کی رعوت کا نام ہے اور یہ عمل کسی محقق سے ساز و نہیں ہو سکتا۔“

یہ تو شیطان کے حوالے سے ان کلمات سے نفس غفلت و غمی جنہیں معترض نے نفس کیا، مگر اس نے کچھ کلمات کو چھپا دیا، اور صحیح رائے یہ تھی کہ اولیائے کرام کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے مرتبہ و مقام کے حوالے سے تشدد و نفرت کے طور پر کچھ ظاہر کرنا اگر اللہ کے حکم کے بغیر نہ ہو تو نفس کی رعوت کا نتیجہ اور شیطیات میں سے شمار نہیں کیا جائے گا، اور میں نے قارئین کے لئے حرف بحرف اقتباس نقل کر دیا ہے تاکہ وہ جان سکیں کہ معترض نے کس طرح کچھ کلمات چھوڑ کر خیانت کی ہے۔

”فتوحات مکیہ“ میں جو بات کہی گئی ہے ویسی ہی بات عارف کبیر سیدی ابراہیم کورانی مدنی نے اپنے اس رسالہ میں کہی جسے انہوں نے ”جاودا“ سے آنے والے ایک سوال کے جواب میں ”المسلک البجلی فی حکم شططہ ثلوی“ کے نام سے تحریر کیا اور دیکھیں کہ معترض نے شیطان کے حوالے سے ”فتوحات مکیہ“ سے جو اقتباس نقل کیا ہے اس میں رعوت نفس کی قید موجود ہے اور اگر اس نا سمجھ کی توجہ اس طرف ہو جاتی تو وہ اسے بھی حذف کر دیتا، جبکہ معترض نے ”فتوحات مکیہ“ سے شیطان

کے بارے میں جو کچھ نقل کیا اس میں اس نے شیخ اکبر شیخ ابن عربی کا یہ قول قصداً ذکر نہیں کیا:

”ایسا عمل اہل علم کے ہاں شیطاں کہا جاتا ہے جو اللہ کے علم سے نہ ہو،

انبیائے کرام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نفرت کا ذکر کیا ہے۔“

اور معترض نے ”فتوحات مکیہ“ میں سے مقام ہدایت پر قارئین لوگوں کے حوالے سے جو کچھ نقل کیا اور بالخصوص اس نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں جو یہ کہا ہے: ”حق کے ساتھ تحقیق ہونے سے ان پر شیطیات کا غلبہ نہ ہوا، اور یہ بات اولیائے کرام کے نزدیک طریقت میں ہے اولی ہے۔“

میں کہتا ہوں: ”شیخ ابن عربی حاکمی کا کلام گزر چکا ہے کہ اگر کا ملین کا ایسا کلام جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے مرتبے کا اظہار کرتا ہو، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو تو وہ شیطاں نہیں کہلائے گا، حضرت غوث اعظم نے جو کچھ فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا، حضرت ابن عربی کی عبارت میں غوث پاک کے فرمان کو شیطان کہنا مجبوری طور پر تھا، ہماری اس رائے پر خود حضرت ابن عربی کے یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں: ”حق کے ساتھ تحقیق ہونے کی وجہ سے“ اور آپ آنے والے صفحات میں دیکھیں گے کہ حضرت غوث اعظم کا شیخ اکبر کی نگاہ میں کیا مقام ہے۔ جبکہ ان کی نگاہ میں شیطیات کے مرتکب ناقص لوگ ہیں، اس تناظر میں یہ بات طے ہوگی کہ حضرت ابن عربی کا غوث اعظم کے فرمان کو شیطان کہنا مجازاً ہے۔“

اور رہا حضرت ابن عربی کا شیطیات کو سوء ادب کہنا تو اس حوالے سے متفق علماء نے ایک ایسی بات کہی ہے جو سیدی محمد الدین ابن عربی کے سارے کلام سے متعلق ہے،

جو شخص اس بات کو سمجھ لے گا وہ سیدی ابن عربی کے کلام میں الجھنے سے بچ جائے گا۔  
خدا، نے فرمایا:

”ابن عربی کا مقصد کلام ان کے متشابہہ کام کو ختم کر دے گا اور ان کے  
مطلق کلام کو متغیر کی طرف اور مبہم کو واضح اور صریح کی طرف لوٹایا  
جائے گا۔“

علماء اور محققین نے یہی قاعدہ اولیاء اور علماء میں سے ہر شخصیت کے کلام میں  
جاری فرمایا، جو ایسا راستہ ہے جس کے ذریعے افکار حرج کی تنگیوں سے حقیقت کی کھلی فضا  
میں پہنچتے ہیں، ابن عربی کا شطیحات کو بے ادبی قرار دینا ان لوگوں کے حواس سے ہے جو  
انہی طریقہ کی حدود سے حقیقت کے سمندر میں راض نہیں ہوئے، یہ وہی لوگ ہیں جو  
انہی راہ طریقت (سلوک) کی مشقتیں برداشت کر رہے ہیں اور بادشاہوں کے بادشاہ  
کی بارگاہ میں قرب کے مآں تک نہیں پہنچے، اس لئے حضرت ابن عربی نے فرمایا: ”ایسے  
لوگوں سے شطیحات کا ظہور سوئے ادب ہے جو ابھی راستے میں ہیں، کیونکہ طریقت اور  
حقیقت میں فرق ہے، طریقت مجاہدہ اور حقیقت مشاہدہ ہے، اہل حقیقت جانتے ہیں کہ  
حضرت غوث اعظم نے جو کچھ کیا وہ انتہائی ادب ہے (کیونکہ وہ تو سر اسر حکم کی تعمیل ہے)  
اسی ”فتوحات مکیہ“ میں ”ترک ادب کا مقام اور اس کے اسرار“ کے عنوان کے تحت قائم  
کئے گئے باب میں حضرت ابن عربی فرماتے ہیں:

”اس مقام پر فائز لوگوں میں سے کوئی ایک جوابات میں الجھنے ہوئے لوگوں کی  
طرح نہیں بلکہ ایسا ولی کشف کی بدولت تقدیروں کے وقوع سے پہلے انہیں جاری  
کرنے والے اللہ تعالیٰ کے حکم کا موازنہ کرتا ہے تو ان تقدیروں کا اعلان کر رہا ہے، اب

محبوب انسان ایسے شخص پر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سوئے ادبی کا حکم لگاتا ہے جبکہ وہ خود  
غلطی پر ہوتا ہے، اور ایسا شخص حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سراپا ادب و نیاز ہوتا ہے لیکن اکثر  
لوگ اس ادب کا شعور نہیں رکھتے، اور اس مقام پر فائز لوگوں میں سے بہت کم کسی کو  
مقام ناز عطا کیا جاتا ہے جیسے کہ شیخ عبدالقدور جیلانی جو اپنے وقت کے سردار تھے۔“

قارئین کرام! حضرت ابن عربی کے الفاظ ”عطا کیا جاتا ہے۔“ پر غور کریں تو  
آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ حضرت غوث اعظم کا ناز نفس کی رعونت کے سبب نہیں  
بلکہ اللہ تعالیٰ کے امر سے تھا اور اسی کے ذریعے آپ کی رفعت اور سیادت ثابت ہوئی،  
اس کے علاوہ حضرت ابن عربی کے قول: ”جوابات میں الجھنے ہوئے لوگوں کی طرح  
نہیں۔“ میں غور کریں تو آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ حضرت ابن عربی نے جوابات  
میں الجھنے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہی کہا تھا:

”ان سے شطیحات کا ظہور سوئے ادبی ہے۔“

امام و عارف حکیم ترمذی نے ولایت کے دعوی داروں کو آزمانے کے لئے اپنی  
تصنیف ”تختہ الاولیاء“ میں جو مسائل ذکر کئے ان کی شرح کے آغاز میں شیخ اکبر شیخ  
ابن عربی نے ایک اولیائے کبار کی جماعت کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے حضرت غوث  
اعظم اور بایزید بسطامی بھی ہیں، ابن عربی فرماتے ہیں:

”یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ پر بہترین چھنے والے ہیں، اور ان کا شاہدہ

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مطلوب ادب کا پورا خیال رکھا

جائے۔“

یہ امام حنفی کے کلام میں پائے جانے والے اس اجمال کی تفصیل ہے جسے



شہباز کے ملاشی معترض نے ان لوگوں کے راستے پر چلتے ہوئے نقل کیا تھا جن کے دلوں میں کجی ہے۔

شیخ ابو بکر عادی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک خواب بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ”میں نے اپنے آپ کو جامع مسجد اموی دمشق میں یوں دیکھا کہ مسجد عیسائیوں سے بھری ہوئی ہے اور ہر طرف عیسائی ہی دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں غصے میں بھر گیا، اچانک میں نے دیکھا کہ کوئی مجھے کہہ رہا تھا: ”شیخ محی الدین ابن عربی کے پاس جاؤ اور ان سے اپنی کیفیت بیان کرو۔“ میں حزار کے محراب میں داخل ہوا تو میں نے شیخ ابن عربی کو وہاں بیٹھے ہوئے پایا، وہ کچھ لوگوں کو درس دے رہے تھے۔ میں نے ان سے اپنی ولی کیفیت بیان کی تو انہوں نے فرمایا: ”غم نہ کرو تم نے جو عیسائی دیکھے ہیں یہ وہ ہیں جو میری کتب پڑھ کر گمراہ ہوئے ہیں۔ اور جو غشی بحر مسمان میرے سامنے بیٹھے ہیں یہ وہ ہیں جنہوں نے میری کتب سے صحیح استفادہ کیا ہے جبکہ میری کتب کے مطالعہ کے بعد ہلاکت سے دوچار ہونے والے بہت زیادہ ہیں۔“

معترض نے حضرت ابن عربی کے کلام میں سے چند مزید سطور کو راستہ چھوڑ دیا تھا۔ حضرت ابن عربی نے شیوہ ربانی پر گفتگو کے بعد فرمایا:

”اے شیوہ سے سرفراز ہونے والا دنیا میں ”الظہر“ کی برکتوں کے ساتھ ایک بادشاہ کی صورت میں تاثیر، تصرف، حکم، عظیم دعویٰ اور قوت الہیہ کی مدد کے ساتھ ظہور ہوتا ہے جیسے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی بغداد میں اور ابو العباس سہتی مراکش میں ظاہر ہوئے، میں ان سے ملا اور ان کی صحبت اٹھائی ہے، انہیں سخاوت کا ترازو عطا کیا گیا، جبکہ شیخ

عبدالقادر جیلانی کو غلبہ اور ہمت عطا کی گئی، آپ اپنے معاملات میں شیخ سہتی سے زیادہ کمال رکھتے تھے۔“

اس بات سے ظاہر ہوا کہ حضرت غوث اعظم کا فرمان: ”قدمی ہذہ علی رقبۃ کلی ولی للہ“ شطیحات میں سے نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک کمال کا قول ہے، یکتائے روزگار اور غوث زمان شیخ عبدالقادر جیلانی جیسا کمال کون ہوگا؟ نیز حضرت غوث اعظم کو اس بات (قدمی ہذہ.....) کا حکم دیا گیا تھا جیسے کہ بہت لوگوں نے روایت کیا ہے، علاوہ ازیں آپ کا یہ فرمان ہرگز ہرگز شمس کی رعونت کے سبب نہیں تھا۔

امام باغی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جس شخص نے اولیاء کے مقام سے اپنی جہالت اور اپنے دل کی خرابی کے باعث حضرت غوث اعظم کے بارے میں یہ گمان کیا کہ آپ کا فرمان: ”قدمی ہذہ الذی“ باطن میں پوشیدہ نفسانی خواہش کی وجہ سے تھا تو میری رائے میں وہ شخص اولیائے کرام کے بارے میں یہ گمان کرتا ہے کہ وہ بھی ایسے ناپسندیدہ اخلاق کے مالک ہیں، ہم اہل عرفان اولیاء کے بارے میں ہدگمانی کے نتیجے میں رسوائی سے اللہ تعالیٰ کی پندہ مانگتے ہیں، پس کہ جس ہستی کے لئے اکابر اولیاء نے اپنی گردنیں جھکا لی ہوں، عارفین نے ان کی طرف رجوع کیا ہو، قدرت نے ان کو ان کی عظمت اچانک کر کرتے ہوئے یوں نوازا ہو کہ ساری کائنات نے ان کی ولایت کی خوشی منائی ہو، انہیں قطبیت

کی دنیا میں لے جا کر غوثیت کا تاج پہنایا گیا ہو، پوری کائنات میں نافذ ہونے والے تصرف عام کی خلعت پہنائی گئی ہو، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اکابر اولیاء صدیقین اور ابدال اُن کے جلو میں چلے ہوں، اُن کی کائنات دنیا بھر میں مشہور ہوئی ہوں اور جو شخصیت علم ظاہر و باطن کی جامع ہو ایسی ہستی کا نفسانی خواہش کے تحت اتنی بڑی بات کہنا محال ہے۔“

اگر کہا جائے کہ معترض نے ”فتوحات مکیہ“ سے یہ بات بھی نقل کی ہے: ”اولیاء میں سے جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی حکم فرمایا ہے تو یہ اُس کی اپنی سمجھ کا دھوکا ہے۔“

تو میں اس کے جواب میں کہوں گا: ”یہ بات بھی ایک بہت بڑی مصیبت ہے کیونکہ معترض نے اپنی ناپاک خواہش کی حکمیل کے لئے یہاں بھی تحریف اور حذف سے کام لیا ہے، اور جسے اُس کی نفسانی خواہش اندھا کر دے اُسے پتا ہی نہیں چلنا کہ وہ کس سوراخ میں ہاتھ ڈال رہا ہے۔“ ”فتوحات مکیہ“ کے باب نمسویں باب سے لئے گئے اقتباس کی اصل عبارت یوں ہے: ”اہل کشف میں سے جس نے کہا کہ وہ اپنی حرکات و سکنات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے جبکہ وہ شریعت محمدیہ کے کسی نکتہ میں حکم کی مخالفت کر رہا تھا تو (اس کا مطلب یہ ہے کہ) اُسے غلط فہمی ہوئی ہے۔“ اصل عبارت اس طرح تھی جیسے ہم نے ذکر کی ہے لیکن آپ نے دیکھا کہ معترض نے حضرت ابن عربی کی طرف کیا بات منسوب کی۔

اس فہم معترض کو وہ قید مانع فکر نہیں تھی جو شیخ اکبر نے اپنے قول میں ذکر

فرمائی ہے کہ اولیاء کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تشریفی امور میں حکم صادر ہونے کا دروازہ بند ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ غیر تشریفی امور میں اولیاء کے لئے احکام الہیہ کا دروازہ کھلا ہے، معترض نے شیخ اکبر کے کلام سے اقتباس لیتے ہوئے دیباچہ داری کا نہیں بلکہ چوری کا مظاہرہ کیا ہے اُس نے اپنی چوری پر پردہ ڈالنے کا جہر بھی نہیں آیا۔ امام شعرانی کی ”یواقیت“ سے اقتباس لیتے ہوئے بھی معترض کا یہی رویہ تھا کیونکہ اُس نے اُن کا کلام مکمل نہیں بلکہ مبہم صورت میں یہ، اس کا رویہ کچھ یوں تھا کہ جیسے کوئی شخص ”قَوِيلٌ لِلْمُصَلِّينَ“ (۱) (تو اُن نمازیوں کے لیے خرابی ہے۔) پڑھ کر خاموش ہو جائے بلکہ ابتدائی آیتیں بھی نہ پڑھے، تو ایسی صورت میں ”پس بلاکت ہے نمازیوں کے لئے۔“ کا کیا معنی ہوگا؟ امام شعرانی کی پوری بات کچھ یوں ہے:

”اگر بعض متصوف حضرات کوئی عمل کریں اور جب اُن پر اعتراض کیا جائے تو کہیں: ”یہ تو ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے جیسے کہ حضرت غوث اعظم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے“ قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی للہ“ فرمایا تھا۔“

جبکہ معترض نے امام شعرانی کی طرف فقط یہ کلام منسوب کیا: ”اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے کام کے حکم کی نسبت درست نہیں۔“ کیا یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف خلاف شریعت کام کے حکم کی نسبت کی جائے؟! (امام شعرانی پیسہ نے جو بات بعض متصوفین کے بارے میں کہی، معترض نے اُسے حضرت غوث اعظم کے فرمان کی طرف پھیرنے کی ناپاک کوشش کی ہے) جبکہ امام شعرانی نے اپنے ہی قول کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:



”میری بات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو جن احکام کا پابند کیا جانا تھا وہ شریعت کی صورت میں بیان ہو چکے، اب وہی وہی کے لئے شریعت کے احکام ملنا اور ان پر عمل کرنا ہی ہے۔“ (نئے تشریحی احکام نازل نہیں ہوں گے) جس شخص نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے شریعت محمدیہ کے کسی تکلفی امر (ایسا امر جس کا مسلمانوں کو پابند کیا گیا ہے) کے مخالف عقیدہ یہ ہے تو اسے خود غلط فہمی ہوئی ہے۔“

امام شہرانی کی ”الجواهر والندور“ میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

”میں نے اپنے والد و مرشد شیخ علی خواجہ سے پوچھا: دنیا میں بعض اولیاء مقام ناز پر فائز ہوتے ہیں اور ان سے ناز پر مشتمل بعض کلمات نقل کئے جاتے ہیں، کیا یہ کلمات ناگفتگی پر دلالت کرتے ہیں یا کمال پر؟ تو انہوں نے فرمایا: ”اگر یہ کلمات اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوں تو کمال پر دلالت کرتے ہیں اور اگر اذن الہی کے بغیر ہوں تو ناگفتگی کی دلیل ہوں گے۔ جیسے کہ اس بات کی طرف درج ذیل حدیث نبوی میں بھی اشارہ پایا جاتا ہے:

”النا سید ولد آدم ولا فخر۔“ (۱)

”میں اولاد آدم کا سردار ہوں، اور یہ فقر کی بات نہیں۔“

ابریہ شریف میں ہے:

”بعض اوقات ولی کو ناز کی اجازت دی جاتی ہے اور کبھی منع بھی کر دیا جاتا ہے۔“

(۱) اس حدیث کی تخریج کتاب کے آغاز میں گوارہ گئی ہے۔

اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضور غوث اعظم کا فرمان اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور اس بات کی نہ تو عقل تردید کرتی ہے نہ منقولہ روایات۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

تیسرے اعتراض کی وضاحت:

وصال کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سیدنا عبدالقادر جیلانی کے بھڑوا نکسار سے اس بات پر دلیل پکڑنا کہ آپ اپنے فرمان ”قدمی هذه الذی کے حوالے سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے مامور نہیں تھے ناحق ہے۔

میں کہتا ہوں: ”حاصل اپنے محسوس کے کمال کو بھی عیب کی صورت میں پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس شاعر پر مہر فرمائے جس نے کہا تھا:

قلع اللہ عین سبیء ظن یبطل الفضل والتمت قب عیبا  
بجلیل من الصفات فريد تحتویہ ارد سبعین ریباً  
”اللہ تعالیٰ بدگمانی کرنے والے کی آنکھ پھوڑے، وہ فضیلت اور مناقب کو بھی عیب گمان کرتا ہے۔“

”وہ یکتائے روزگار مدوح ایسی اچھی صفات رکھتا ہے جو کثیر شکوک و شبہات کو خود بخود دور کرنے والی ہیں۔“

ورنہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بھڑوا نکسار اور استغفار کا راستہ اپنانا اور سطر آخرت کے وقت اس قدرت والی عظیم ذات کی طرف محتاج ہونے کا اعتراف اصفیاء ہی نہیں انبیاء کے کمالات میں سے ہے، غوث اعظم کا آخری سانس لیتے ہوئے اپنے رخسار کو زمین پر رکھ کر آپ کے مرتبہ و مقام کو کہہ نہیں کرنا اور اسی طرح آپ کا یہ فرمانا:

"هَذَا هُوَ الْحَقُّ الَّذِي يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ فِي هَذِهِ الدَّوَرِ۔"

"مجی وہ حق ہے جسے فانی دنیا میں رہتے ہوئے بندے کو پیش نظر رکھنا

چاہیے۔"

اپنے اندر عموم رکھتے ہیں، اس فرمان میں آپ نے اپنی ذات کو خاص نہیں فرمایا یعنی آپ نے یہ نہیں فرمایا: "مجھے اپنے اختیار کو اللہ جل جلالہ کے اختیار میں فنا کرنے کے لئے اس حق کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔" بلکہ آپ نے اپنے مریدین اور اپنی اولاد کی تربیت کے لئے اپنے قول میں عموم رکھا۔ اور فرض کیا آپ نے یہ کلمات اپنی ذات کے حوالے سے فرمائے ہیں تو اس جگہ کچھ عبارت یوں مقدم رہو گی:

"يَنْبَغِي لَنْ أَكُونَ عَالِمٌ لَوْ لَمْ يَقْنِئْنِي اللَّهُ فِي مَقَامِ الْعِزِّ

وَالْإِدْلَالِ وَالْتَصَرُّفِ السُّلْطَانِيِّ۔"

مجھے اس حق کو پیش نظر رکھنا چاہیے اگر اللہ تعالیٰ مجھے مقامِ ناز اور

سلطانی تصرف کے مقام پر نہ فرماتا۔

شیخ اکبر "فتوحات" کے تہذیبی باب میں اولیاء کے مراتب پر گفتگو کرتے

ہوئے فرماتے ہیں:

"اور ایسے ہی حضرات میں سے ایک شخص ہر زمانے میں پایا جاتا ہے،

اور کبھی اس مرتبے پر عورت بھی فائز ہو سکتی ہے، اس کی نشانی اللہ تعالیٰ

کا یہ فرمان ہے:

وَهُوَ الظَّاهِرُ فَوْقَ جِهَادِهِ۔ (۱)

"وہی غالب ہے اپنے بندوں پر۔"

اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہوتی ہے، اس کا علم نافذ ہوتا ہے، وہ دلیر

اور خوش قدمی کرنے والا ہوتا ہے، وہ ڈکنے کی چوٹ پر حق جیتا ہے،

عدل پر مشتمل فیصلہ کرتا ہے، وہ شیر اند عموماً ہوتا ہے، بغداد میں ہمارے

شیخ سیدی عبدالقادر جیلانی اس مقام پر فائز تھے، آپ کو واقعی مخلوق پر

قدرت اور غلبہ حاصل تھا، آپ بڑی شان والے تھے، آپ کے حالات

مشہور ہیں، میں آپ سے مل تو نہیں سکا لیکن اپنے زمانے کے غوث

سے مایوں، مگر شیخ عبدالقادر جیلانی کہاں میں ان سے براہ کرتے۔

غوثیت کے مقام پر فائز، جس شخص سے میں ملا تھا مجھے علم نہیں کہ ان کے

بعد اس مرتبے پر کون فائز ہوا۔

معتزض نے "فتوحات" سے جو اقتباس لیا ہے اس سے حضرت غوث اعظم

رحمہ اللہ پر آپ کے شاندار الوہود کی اس بناء پر افضلیت سمجھ نہیں آتی کہ ابو سعید نے تمام

عمر عبودیت کا التزام کیا تھا، کیونکہ عبودیت کا التزام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہونا

قطب زمانہ کے احوال میں سے ایک لازمی امر ہے جیسے کہ شیخ اکبر نے فرمایا اور امام

جیلانی اپنے وقت کے قطب تھے شیخ اکبر نے یہ بات "فتوحات" کے تیسرے باب

میں ذکر فرمائی ہے۔

عارف باللہ امام عارف ابن الاوانی فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ غوث اعظم کا معاملہ ترک اختیار اور سب ارادہ

پر مشتمل تھا۔"



میں کہتا ہوں شاید غوث اعظم نے اپنے قصیدہ میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا تھا:

أُصْحَبْتُ لَا أَهْلًا وَلَا أَهْلِيَّةً أَرْجُو وَلَا مَوْعِدَةً لِقَرَبِ

”میں اس حال میں ہوں کہ نہ امید ہے نہ تمنا ہے جس کے پورا ہونے

کی مجھے توقع ہو اور نہ ہی کوئی وعدہ جس کے پورا ہونے کا انتظار۔“

اور وہ شیخ ابوسعود جن کا معترض نے ذکر کیا مفرد لوگوں میں سے تھے، نیز وہ ایسے لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دلوں کے خیالات پر مطلع فرمایا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے سر میں فنایت کے حوالے سے عظیم شان کے مالک تھے، شیخ اکبر نے انہیں اُن کے استاد حضرت غوث اعظم پر فضیلت دینے کا قصد نہیں کیا، کیونکہ حضرت ابن عربی نے ”قوتحات مہیہ“ میں باب القواہم کے تحت ابوسعود کا قصہ اور اس قصے کے ممکنہ اسباب ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسعود کے احوال میں سے کسی ایسے حال پر مطلع

نہیں فرمایا کہ ہم اُن کے مرتبہ و مقام کا تعین کر سکیں۔“

اور شیخ اکبر نے ملاستی گروہ کے احوال میں ایک جماعت کا ذکر کرنے کے بعد حضرت غوث اعظم اور اُن کے تلمیذ رشید ابوسعود کو بھی انہی میں سے قرار دیتے ہوئے کہا:

”یہ دونوں حضرات اللہ تعالیٰ کی معیت میں انفرادیت رکھتے تھے، اُس

کی عبودیت میں ایسے راسخ کہ اُس کی عبودیت سے پلک جھپکنے کی

مقدار بھی غافل نہیں ہوتے تھے، وہ اپنے دلوں پر ربوبیت کی تجلیات

و برکات کے غالب آنے اور اپنے دلوں کی تواضع اور انکساری کے

سبب کسی منصب کی خواہش نہیں رکھتے تھے۔“

جب آپ نے یہ جان لیا کہ حضرت غوث اعظم اور ابوسعود عبودیت کا ملکہ اور فنایت میں سرگرم تھے تو آپ یہ کہہ سکتے ہیں: ”ابوسعود کیوں گمنامی کی نذر ہوئے اور حضرت غوث اعظم گمنامی کا فکار یوں نہیں ہوئے؟“

اس کا جواب جیسے کہ شیخ اکبر نے ارشاد فرمایا ہے کچھ یوں ہے:

”جس مقام پر یہ دونوں حضرات قارئین اُن مقام کے لوگوں کو اللہ جو رک تعالیٰ دنیا میں تصرف کی قدرت عطا فرماتا ہے لیکن امر کے ساتھ نہیں، اُن میں سے کچھ حضرات نے رب کریم کی اس عطا کو دوسروں کے لئے چھوڑا، خود گمنامی کا لباس پہنا اور غیب کے خیموں میں چلے گئے، اور انہوں نے خود کو ”عوامد“ کے حجابات میں چھپا لیا، نیز عبودیت اور فقر کو اپنا لیا، اور ابوسعود بھی گوشتہ گمنامی اختیار کرنے والوں میں سے تھے، اگر انہیں تصرف کا حکم دیا گیا ہوتا تو وہ ضرور تعمیل ارشاد کرتے، جبکہ حضرت غوث اعظم کے حال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تصرف کا حکم دیا گیا تھا، اس لئے آپ کائنات میں ظاہر ہوئے اور آپ جیسے اقطاب کے بارے میں بھی یہی گمان ہے۔“

کیا اس اقتباس کو پڑھنے کے بعد یہ مانا جاسکتا ہے کہ شیخ اکبر بھی الدین

ابن عربی حضرت غوث اعظم کی ہیبت کا مقام گھڑنا چاہتے ہیں جیسے کہ جاش اور حاسد معترض کو گمان ہوا ہے؟

معارض کا امام شعرانی کی آڑ لے کر غوث اعظم پر اعتراض اور اس کا رد:

معارض نے جن اقتباسات کے حوالے سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ امام شعرانی کی "الدرر والجواهر" سے لئے گئے ہیں اُن کی کوئی اصل نہیں ہے، میں نے تین سو سے زائد صفحات پر مشتق اس کتاب کا بغور جائزہ لیا اور اس کے تمام مسائل کو ایک ایک کر کے دیکھا مگر معترض کے دیئے ہوئے اقتباسات کہیں نہیں پائے، بلکہ معترض کے نقل کردہ کلام کی بوجھی سوائے ایک جگہ کے کہیں دستیاب نہیں ہوئی، اس جگہ پر قدمی "ہذه الآية" کا تعین نہیں کیا گیا، نہ ہی حضرت غوث اعظم کے لئے اذان اور مقام نازکی ٹی کی گئی بلکہ نہیں تسلیم کیا گیا ہے، اور میرا اندر نسخہ اس لئے سے نقل کیا گیا ہے جس پر شیخ الاسلام ناصر لہانی اور شہاب فتوحی جنابلی وغیرہما کے دستخط تھے، اور معترض کے خیال میں امام شعرانی کے پیر و مرشد شیخ علی خواص حبیبیہ کا جو قول اُس نے نقل کیا ہے جس میں انبساط اور اترا نے سے منع کیا گیا ہے اور عجز و انکسار کے ساتھ عبودیت کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے وہ اصل صورت میں پیش خدمت ہے، امام شعرانی فرماتے ہیں: "میں نے اپنے پیر و مرشد سے گزارش کی: "لوگوں نے حضرت غوث اعظم سے ایسے بے شمار کلمات روایت کئے ہیں جو (بظاہر) نماز اور فطر پر ولایت کرتے ہیں۔" تو انہوں نے فرمایا: "راویوں نے یہ بات نقل کی ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اذن سے تھے۔"

(حضرت غوث اعظم کی اس عزت افزائی کے باوجود) ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جب آپ کا آخری وقت قریب ہوا تو آپ نے مریدین سے فرمایا:

"میرا رخسار زمین پر رکھو کیونکہ یہی وہ حق ہے جس سے ہم غفلت میں تھے"

تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاملہ دنیا سے آپ کی رحمت سے تپس پایہ تکمیل کو پہنچا دیا، آپ عجز و انکسار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہار گاہ میں حاضر ہوئے، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عنایت اُس کے چنے ہوئے لوگوں کو ہی نصیب ہوتی ہے۔"

قارئین کرام! ذرا دیکھئے کہ معترض نے اپنے گمان میں امام شعرانی کی "الدرر والجواهر" سے کیا نقل کیا تھا اور پھر اس کا پیش نظر اقتباس کے ساتھ تقابل کریں معترض کی نادانی اور پیر و دلیری کھل کر آپ کے سامنے آجائے گی، جبکہ حضرت غوث اعظم کے عجز و انکسار پر مشتمل کلمات حقیقتاً غفلت پر نہیں بلکہ مہم بصری کے درج ذیل شعر کی طرح فقط عجز و انکسار پر ولایت کرتے ہیں۔ (۱)

ولا تزودت قبیل الموت نافلة ولم اصل سوی فرضی ولم اصل  
"(صدافسوس) میں نے موت سے پہلے نوافل کا زور اور اختیار نہیں کیا،

اور فرض کے علاوہ نہ نماز پڑھی نہ روزہ رکھا۔"

یہ بات بعید ترین ممکنات میں سے ہے کہ امام بھیروی رحمہ اللہ جیسی شخصیت نے فرض نمازوں کے علاوہ نوافل ادا نہ کئے ہوں اور فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزے نہ رکھے ہوں، ہر وہم کو ختم کرنے والا قول فیصل یہ ہے کہ اگر دنیاوی زندگی کا خاتمہ اُس حالت میں (جو حضرت غوث اعظم کے حوالے سے ذکر کی گئی ہے) خاتمہ عیب ہوتا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے انبیاء کے سرور و خلیفہ کے لئے ایسی حالت کو اختیار نہ فرماتا کیونکہ آپ تو معصوم عن اخطا اور ہر عیب سے پاک ہیں، اس لئے کہ جب سورۃ نصر نازل ہوئی جس میں اللہ رب اعزت کا یہ ارشاد ہے:

(۱) کیونکہ جس پر اللہ تعالیٰ کے شرف و کرامت اور خاص فضل و کرم ہو وہ اس حقیت کی توقع نہیں کہ وہ حقیت پر کسی تعظیم و تکریم کی ضرورت ہو۔ (مترجم)



”كَسْبُهُ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتِغْفَارِ إِنَّكَ كَأَنَّ تَوَّابًا“ (۱)

”تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اُس کی پاکی بولو اور اُس سے بخشش چاہو بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔“

تب نبی اکرم ﷺ نے جان لیا کہ آپ کو اس سورت کے ذریعے سفر آخرت کی خبر دی گئی ہے اس لئے اس سورت کو الوداعی سورت کا نام بھی دیا گیا ہے اور واقعی آپ اس سورت کے نزول کے بعد کچھ ایام یا ایک ماہ اس دنیا میں تشریف فرما رہے، اور اُس سارے عرصے میں آپ کو متہمم نہیں دیکھا گیا۔

عارف باللہ مامصاوی جلالین پر اپنے حاشیے میں فرماتے ہیں:

”اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو استغفار کا حکم فرمایا حالانکہ آپ تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک تھے اور یہ حکم فقط اس لئے تھا کہ آپ کی تواضع اور فقر میں اضافہ ہو جائے اور اس لئے بھی تھا کہ آپ کی دنیاوی زندگی کا اختتام مزید پاکیزگی اور استغفار کے ساتھ ہو، نیز رب اعزت کی بارگاہ کی طرف آپ کی واپسی تواضع کے ذریعے ترقی سے ہو، اس لئے کہ اگرچہ آپ عمر بھر مخلوق کی ہدایت میں مشغول رہے مقام صفوت و انسیت اور حاضری اس سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ (مختصراً)

چند ضروری تنبیہات۔

پہلی تنبیہ:

وصال کے وقت صوفیہ کرام کا حال متغیر نہیں ہوتا:

صوفیہ کرام کے حلقے میں یہ بات معروف ہے کہ جس نے اپنی جان اور خواہشات کو

معنوی موت کے ذریعے حقیقی موت سے پہلے مار دیا، حقیقی موت کے وقت اس کا حال متغیر نہیں ہوتا، صاحب ”ہواقیہ“ فرماتے ہیں:

”اگر تم یہ کہو کہ صوفیہ کرام کے اس قول کا کیا مطلب ہے: ”اہل معرفت مرتے نہیں بلکہ ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہوتے ہیں۔“

تو اس کا جواب یہ ہے:

جس شخص نے نفسانی خواہشات کی مخالفت کر کے یوں معنوی موت کو حاصل کر لیا کہ اُس نے اپنے آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارادے کے سامنے پوری طرح جھکا دیا، اُس کے لئے روح نکلتے وقت تکلیف کچھ حیثیت نہیں رکھتی، جب اہل اللہ کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ موت کے بغیر اللہ تعالیٰ سے ملاقات ممکن نہیں تو وہ موت کے لئے جدی کرتے ہیں اور اپنی زندگی میں ہی موت کی کیفیت حاصل کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس کی ملاقات کا شوق لے کر حاضر ہوتے ہیں، جب اُن پر اس معنوی موت کے بعد حقیقی موت طاری ہوتی ہے تو جسم کے خول سے نکل کر اُن کے یقین میں اضافہ نہیں ہوتا اور اُن کا حال متغیر نہیں ہوتا، نبی کریم ﷺ نے اس معنوی موت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيَّ مَيِّتٌ يَمْشِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ فَلْيَنْظُرْ  
إِلَيَّ أَيْ بِكَو (۱) (مختصراً)

”جو شخص چاہتا ہے کہ وہ روئے زمین پر چلتے پھرتے مردے کو دیکھے تو وہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے۔“

میں کہتا ہوں: ”جب عساویر کا حال معنوی موت کے بعد حقیقی موت کے وقت متغیر نہیں ہوتا تو اس حقیق معترض نے یہ گمان کیسے کر لیا کہ حضرت غوث اعظم کا حال حقیقی موت کا لائق نہ تھکے وقت متغیر ہوا تھا؟ جبکہ ہمیں ایسی کوئی خبر نہیں می کہ امت کے ادیبائے کبار نے حضرت غوث اعظم کی طرح متعدد میتوں کو گتے سے لٹکا دیا ہو۔“

سیدی مصطفیٰ بکری نے اپنے ”لقید“ کی پہلی فصل میں چار معنوی موتوں کے بارے میں جو ارشاد فرمایا ہے اسے سنو، وہ فرماتے ہیں:

”معنوی موتیں چار ہیں: نفس کی مخالفت، بھوک، لباس میں انتہائی سادگی اور ”تلیف برداشت کرنا“۔ ان کا ارشاد ہے:

والموت عند القوم موت العبد بلا اضطراب بل بمحض القصد  
”اصوفیہ کرام کے نزدیک معنوی موت انسان کا حقیقی موت سے پہلے اپنے ارادے سے مر جانا ہے۔“

پھر سیدی مصطفیٰ بکری نے ”معنوی موت پر گفتگو کرنے کے بعد حضرت غوث اعظم کے حوالے سے کہا:

و أخیر المحقق الزبائی مولای عبدالقادر الجیلانی  
عن نقبه فی حال استوت والیسیر نحو ملک الموت  
بأنه قد مات ألف مرة حتی فنی وجوده بالمرّة  
و بعدما مات بها قد لیساً ثوباً بالف إذ لکنها احتسی  
وهذه فروع ذی الموت ذلتها کالخطر فی الحیاة  
”اور میرے قاتل محقق ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نے خبر دی کہ وہ

بادشاہوں کے بادشاہ کی طرف جانے والے راستے پر چلتے اور سفر کرتے ہوئے ہزار مرتبہ (معنوی) موت سے ہمکنار ہوئے، یہاں تک کہ ان کا وجود بالکل ختم ہو گیا، اور انہی موتوں سے ہمکنار ہونے کے بعد انہوں نے فنی لباس پہنا کیونکہ وہ بارہا موت کا جام پی چکے تھے۔ یہ (معنوی) موت کی ایسی شاخص ہیں جنہیں جھکنے والا زندگی میں خضر جیسا ہے۔“

میں کہتا ہوں:

حضرت غوث اعظم نے اپنے سلوک کے اظہار بیان کرتے ہوئے حکایت کے آخر میں مذکور ہوا اشعار میں پیرائے کے لئے مدح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

”بقایا جنت کو دعا دیا گیا، صفات کو کٹ کر دیا گیا، تب دوسرا وجود نصیب ہوا۔“

اور اس کے باوجود حضرت غوث اعظم کے دل سے خوف خدا اٹھ نہیں ہوا، کیونکہ جس قدر معرفت زیادہ ہوگی اسی قدر خوف کی شدت بڑھ جائے گی۔

امام شعرانی نے ”الجواهر والدرر“ میں فرمایا:

”اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے ساتھ چالیس عہد فرمائے کہ وہ میرے ساتھ فصل ہی فرمائے گا۔“ تب آپ سے پوچھا گیا: ”ان وعدوں کے بعد آپ کا حال کیا تھا۔“ تو آپ نے فرمایا: ”میں پھر بھی بے خوف نہیں ہوں۔“ جن وعدوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان کی تفصیل خاتمہ کے آغاز میں آئے گی۔

حضرت مولانا علی قاری فرماتے ہیں:



”جب دنیا سے سیدی عبدالقادر جیلانی کی رحلت کا وقت قریب ہوا تو آپ کے صاحبزادے سیدی عبدالجبار رحمہ اللہ نے آپ سے پوچھا: ”آپ کے جسم کا کونسا سا حصہ درد کا شکار ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: ”میرے دل کے علاوہ میرے سارے اعضاء درد کا شکار ہیں، اور دل کا تکلیف سے پاک ہونا اس لئے ہے کہ واللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق جیسی نعمت سے، لالہ مال ہے۔“

قارئین کرام! ذرا سلا علی قاری کے ان الفاظ پر غور فرمائیں:

”اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق۔“

ان الفاظ سے تو توجہ الی اللہ، آرزوں کی کامیابی، دروازے کا کھٹنا، قرب کا بڑھنا اور وصل کا عتاب کی آلائشوں سے پاک ہونا سمجھ آتا ہے مگر یہ مغایم اسے بھائی نہیں دیتے جسے جہالت کے زکام اور حسد کی سردردی نے پابند کر رکھا ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی اعتقادی الجھن سے محفوظ رکھے۔

دوسری تنبیہ:

غوثِ اعظم سے منقول کلمات سے مشابہت رکھنے والے دیگر کلمات کے ذریعے معترض کے دعوائے فطہیت کا رد:

امت کے کبار ائمہ سے ایسے کلمات منقول ہیں جو ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کرتے ہیں، معترض نے حضرت غوثِ اعظم کے فرمان کے حوالے سے جو بات کہی اس کی بنا پر ان تمام ائمہ کے جھڑپے نعمت پر مشتمل کلمات نصیانی رعوت کے باعث شطہیات میں سے کہنا نہیں گے اور امت کا کوئی بولی معترض کے اعتراض سے بچ

نہیں سکے گا، اتنے کثیر حضرات کا نہیں بلکہ معترض کا قول باطل ہے، چند اکابرین کے اقوال درج ذیل ہیں:

حضرت ابو العباس مری رحمہ اللہ نے اپنی ریش مبارک پکڑ کر فرمایا:

”اگر عراقی اور شام کے علماء کو پتہ چل جائے کہ ان بانوں کے نیچے کیا ہے تو وہ اسے حاصل کرنے کے لئے ضرور آئیں اگرچہ انہیں چہروں کے بل آنا پڑتا۔“

شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ نقیب کو حکم فرماتے تھے کہ وہ ان کے سامنے یہ اعلان کرے:

”جو شخص قلب وقت سے ملنا چاہتا ہے وہ شیخ ابوالحسن شاذلی سے ملے۔“

حضرت سہل تستری رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

”میں اللہ کی مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کی حجت ہوں، میں اپنے زمانے کے اولیاء کے لئے اللہ تعالیٰ کی حجت ہوں۔“

سیدی ابراہیم دسوقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”میں نے روئے زمین کے ہر ولی کو ولایت کی خلعت اپنے ہاتھوں سے پہنائی ہے، میں جسے چاہتا ہوں ولایت کی خلعت پہناتا ہوں، دوزخ کے دروازے میرے ہاتھ میں ہیں میں نے انہیں بند کر دیا اور جنت کے دروازے بھی میرے ہاتھ میں ہیں میں نے انہیں کھول دیا۔“

سیدی شیخ احمد رقاوی رحمہ اللہ کو جب ان کے شاگرد نے کہا: ”آپ وقت کے غوث ہیں۔“ تو انہوں نے فرمایا: ”مجھے غوث مت کہو۔“ تب اس شاگرد نے پوچھا:

”پھر میں نے آپ کے حوالے سے کیا کہوں؟“ اس کے جواب میں حضرت شیخؒ نے فرمایا: ”میں وہ ہوں جس کا مرتبہ و مقام بیان کرنے سے تمہاری زبان عاجز ہے جس کے فتنہ کل و کمالات کا تذکرہ سنتے سنتے تمہاری سماعت اور تمہارے اعضاء تھک جائیں گے تمہاری عمر تمام ہو جائے گی مگر تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے مرتبے کی پہچان تک پہنچ نہیں پاؤ گے۔“

سیدی رفائی نے یہ سب کچھ فرمایا حالانکہ آپ اپنی کسر نفسی، تواضع اور عبودیت کے حوالے سے مشہور ترین اولیاء میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے فیوض و برکات سے مابل فرمائے۔

سیدی احمد بدوی (اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے اسرار سے نفع عطا فرمائے) نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ اشعار کی صورت میں یوں فرمایا ہے:

اَنَا الْمَلِئَمُ سَلَّ عَنِي وَ عَنِ هَمِي      يَبِينُكَ عِزْمِي بِمَا ذَا قَلْتَهُ بَغِي  
مَذَكَّتْ حَقْلًا صَغِيرًا ذَلَّتْ مَرْتَبَةً      وَهَمَّتِي قَدْ غَلَّتْ عَنْ سَائِرِ الْهَمَمِ  
اَنَا السُّطُوحِي وَ لِسْمِي أَحْمَدُ الْبِدَوِي      فَحَلَّ الرِّجَالُ إِيْمَامَ الْقَوْمِ فِي الْحَرَمِ  
لَكَ الْهِنَا يَا مَرِيْدِي لَا تَخَفْ أَبَدًا      وَاشْطَحْ بِذِكْرِي بَيْنَ الْهَبَانِ وَالْعَلَمِ  
إِذَا دَعَانِي مَرِيْدِي وَهُوَ فِي لَجِجٍ      فِي قَاعِ بَحْرِ نَجَا مِنْ سَاعَةِ الْعَدَمِ

میں چہرے پر کپڑا پہننے ہوئے ہوں تو مجھ سے میرے بارے میں اور میری ہمت کے بارے میں پوچھ، تجھے میرا عزیمتائے گا کہ میں نے اپنی زبان سے کیا کہہ ہے۔

میں نے پہچننے سے ہی مرتبہ و مقام پایا ہے وہ میری ہمت (پہچننے)

میں ہی) عام لوگوں کی ہمتوں سے بلند ہوئی۔

میں سطوحی ہوں اور میرا نام احمد بدوی ہے، میں بلند ہمت مردوں میں سے ہوں اور حرم میں لوگوں کا امام ہوں۔

اے میرے مرید! حیرے لئے خوشخبری ہے تو کبھی نہ گھبرانا، اور فخر سے میرا ذکر بان (ایک درخت کا نام) اور غم (بلند پہاڑ) کے درمیان (یعنی ہر جگہ) کرنا۔

اے میرے مرید! نے سمندر کے بیچ مشکل میں مجھے پکارا (یعنی مجھے رب کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا) تو وہ موت کی گرفت سے نجات پا جائے گا۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:

لِكُلِّ عَصْرٍ وَاحِدٍ يَسْمُو بِهِ      وَأَنَا لِيَاكُنِي الْعَصْرُ ذَاكَ الْوَاحِدِ  
”ہر زمانے کے لئے ایک فرد ہوتا ہے جس کے ویلے سے (سنگ)  
عروج حاصل کرتا ہے اور میں باقی زمانے کے لئے وہ یکتا فرد ہوں۔“

سیدی عبدالغنی نامی فرماتے ہیں:

شَمِعْتِي أَشْرَقَتْ بِنُورِكَ رَبِّي      وَ عَلَيَّهَا حَوْلَسِي كَالْفَرَّاشِ  
كُنْتُ حَاقِلًا بِأَنْ يَضْفُونِي      أُحْرِقُوا بِي فَكُلَّانِ أَمْرِي فَالْشِّ  
وَأَضَاءَاتِ بِالْحَقِّ أَنْوَارِ شَمْسِي      فَوَلُونِي بِأَعْيُنِ الْخَفَافِ  
أَتَضُنُّ الْكَلَابَ إِذَا نَبَحْتَنِي      أَنْ تَعْبِيَهُمْ يَدْنُسُ شَاشِي  
تُوْبَانِي فِي الدَّاسِ أَنْقَضَ قَدْرًا      بِكَلَامِ الْأَرَاذِلِ الْأَوْهَاشِ



لاومن خصنی یزئد عیہ لم یعموا من وبلہ برشاش  
وحیانی رفعا علیہم جمیعاً بمقام عال شریف العواشی  
فانقشوا یہ منافقین او امحوا ساریکم فضیحة النفاش  
اولہ تعلموا ہائی نور لاح لکشف فی الظلام العاشی  
فلتقروا انی ضلعت شہاباً یا شیاطین او خذوا حرب حاشی  
اے میرے رب تیرے نور سے میری شمع روشن ہوئی اور اس پر  
میرے حاسدوں کی نگاہیں اٹھ اٹھ گئیں۔

انہوں نے جب مجھے بجھانا چاہا وہ خود میری او سے جل گئے اور میری  
روشنی میں اضافہ ہو گیا۔

اور (جب) میرے سوچ کی کرنیں حق کے نور سے مزید روشن ہوئیں  
تو میرے حاسدوں نے مجھے چمکا دلوں کی نظر سے دیکھا۔

اب میرے شعر پڑھنے والے جب کہتے مجھے بھونکتے ہیں تو کیا تو یہ  
سمجھتا ہے کہ ان کا بھونکنا میری عزت کو کم کر دے گا؟

یا کہنے اور اوہاش لوگوں کی باتوں کی وجہ سے میری عزت کم ہو  
جائے گی؟

برگز نہیں مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے کثیر علم سے نوازا  
حاسدین پانی کی پھوار کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی موملہ دھار بارش سے  
بوھ نہیں سکتے۔

اُس رب نے مجھے اُن سب حاسدوں پر ایسا بلند مقام عطا فرمایا

جو محترم کناروں والا ہے۔

اے منافقو! تم چاہے نقش و نگار کر لو یا اُسے مٹا دو، میں تمہیں تمہارے  
نقش و نگار کی رسوائی دکھا دوں گا۔

کیا تمہیں خبر نہیں کہ میں ایسا نور ہوں جو گھٹا ٹوپ اندھیروں میں  
روشنیاں نکھیرنے کے لئے چمکا ہے۔

اے شیطانوں! میں نے پیرہ نکالی ہے، لہذا تم بھاگنا چھوٹنے کے لئے  
ڈھال سنبھالو۔

سیدی عبدالسلام اسمر کا قصیدہ "ان الاسمر انا الالاسمر" بھی چھ بیت  
نعت کی بہترین مثال ہے۔

سیدی مصطفیٰ بکری نے فرمایا:

"اگر شہر کے بڑے چھوٹے سب لوگ میرے ساتھ مکالمہ کے لئے  
جمع ہو جائیں تو وہ میرے دل کو پلک جھپکنے کی مقدار میں بھی اللہ تعالیٰ  
کی دے غافل نہیں کر سکتے۔"

اور اُن کے شاگرد کے شاگرد ہرے شیخ ابن عبدالرحمن فرماتے ہیں:

"دس سال سے میری یہ کیفیت ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری  
آنکھوں سے پلک جھپکنے کی مقدار میں بھی او جھل ہو جائیں تو میں  
بچے آپ کو مسلمانوں میں سے گمان نہیں کرتا۔"

ایسا ہی ارشاد گرامی حضرت ابو العباس مرسی رحمہ اللہ کا بھی ہے مگر انہوں نے فرمایا

"چالیس سال سے میری یہی کیفیت ہے۔"

اور تینوں کے غوث سیدی احمد بن عروس نے فرمایا:

"میں مشرق سے آئے کہ مغرب تک دنیا کا عظیم مردوں، میں دنیا کا دل ہوں، میرے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی ستر ہزار لوگوں کی سفارش کرے گی۔"

سیدی شیخ احمد تھانی فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے یوم ولادت سے میرے یوم وفات تک میرے زمانے کے گنہگاروں کی سفارش کی اجازت فرمائی۔"

امام جلال الدین سیوطی نے گزشتہ صدیوں کے مجددین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وهذه تاسعة المنين قد انت ولا يخلف ما نجاهي وعد

وقد رجوت اني تمجد فيها فضل الله ليس يبعد

یہ نوں صدی ہے جو آجکل ہے، اور باقی عالم میں تیری تہ کا وعدہ کا خلاف

نہیں ہو سکتا۔

میں امید کرتا ہوں کہ میں نوں صدی کا مجدد ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ

نے فضل و مہم کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

تیسری تنبیہ:

حکایت قدم کا منکر اگرچہ آخر زمانے میں دعائے کی وائے سب ہو جائے گی:

یہ جو صدق میں آئے ہیں شیخ سیدی سید محمد بن ابی القاسم سے برابر است حضرت

غوث اعظم کے قول "قدمي هذه الآية" کے بارے میں پوچھ تو انہوں نے فرمایا:

"جس نے آپ کے اس فرمان کو جھٹلایا وہ خواہ آخر زمانے میں بھی ہوا تو اس کا سزا دی ہوگا جو حضرت غوث اعظم کے زمانے میں اس قول کے منکر کا ہوا تھا۔"

اسی طرح کا ارشاد نرائی قلوب وقت سیدی علی بن عمر مقدسی شاذلی کا بھی ہے، آپ نے فرمایا:

"جس نے حضرت غوث اعظم کے فرمان کا ہمارے زمانے میں یا

قیامت تک کسی بھی زمانے میں انکار کیا وہ ولایت سے انکی صرح

محروم ہو جائے گا جیسے اصحاب کائنات محروم ہوں۔"

نفع بخش اختتام اور بلند رتبہ الہام (قدم غوث اعظم کے بارے میں قصیدہ)

میں نے کئی سال پہلے حضرت غوث اعظم کے مبارک قدم و وسیلہ بناتے ہوئے

ایک مکتوب لکھا تھا جس میں خوش عقیدہ لوگوں کے لئے یہاں نقل کرتا ہوں، تاکہ وہ بھی

اس قصیدے کی برکتوں کا مشاہدہ کریں اور انہیں بھی کرب سے نجات حاصل ہو۔

مسحت بالقدم الشریف ناظری و حشاشتی فی باطنی مع ظاہری

"میں نے اپنی آنکھیں حضرت غوث اعظم کے قدم شریف پر نہیں۔

اور میرا باطن بھی میرے صابر کے ساتھ تھا۔"

قدم الامام المجتبیٰ غوث الوری مولای محی الدین عبدالقادر

"وہ قدم شریف جو چنے ہوئے امام، غوث الوری میرے آقا مکی

الدین شیخ عبدالقادر جیلانی کا ہے۔"

قدم لقا ہام الفحول تصاحبات و بیہا ارتقاوا معربو قرب قاصر



”وہ قدم جس کے لئے بڑوں بڑوں کے سر جھک گئے اور اس قدم کے احترام میں سر جھکانے کی برکت سے انہیں عزت والے قرب کا معراج نصیب ہوا۔“

قدم لہا سکان قاف اذعنوا والسید من یناجوہ دون مکابر  
”وہ قدم جس کے احترام میں کوہ قاف کے رہنے والوں اور  
”پاجوہ“ کے سردار نے کسی بڑائی کوٹھیر کیے بغیر سر جھکایا۔“

قدم حماہا اللہ من سعی الی ما فیہ شوب من مساس صغائر  
”وہ قدم جسے اللہ تعالیٰ نے ہر ایسے کام کی طرف اٹھنے سے محفوظ فرمایا  
جس میں تغیر و گما ہوں کا شائبہ بھی ہو۔“

قدم لہا من مہدھا حفظ فلم تعبنا بالعب الصبا کاصاغر  
”وہ قدم جسے ماں کی گود میں ہی اللہ تعالیٰ کی حفاظت عطا ہوئی تو اس  
نے بچوں کی کھیل گود میں حصہ نہیں لیا۔“

قدم لقد احیت لیائی عمرہا فی روضة تسفی بجفن ہامر  
”وہ قدم جس نے اپنی عمر کی راتیں ایسے باغیچے میں گزاریں جسے  
مسلل بہتے ہوئے آنسوؤں سے سیراب کیا گیا۔“

قدم مشت حفیاً علی شوك الغلا للہ دھرا تحت قلب شاکر  
”وہ قدم جو ایک ضویل عرصہ شکر گزار دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا  
کے لئے جوتے کے بغیر جنگل کے کانٹوں پر چلتا رہا۔“

قدم لہا شہدت بصدق سیاحۃ بید العراق وکل بیت دائر

”وہ قدم جس کی چنگی سیاحت کی گواہی عراق کے بیابانوں اور تباہ  
حال مکانوں نے دی۔“

قدم افاضت کل خیر عم مذ دانت مدارج فوق شہ منابر  
”وہ قدم جس نے منبر پر چڑھتے ہی پہلے دن سے ہی بھائی کو پھیلایا۔“  
قدم لہا انکادات ملوک الجن لا تدنوا بقوتھا لخلق اوامر  
”وہ قدم جس کے احترام میں جنات کے بادشاہ جھک گئے اور وہ  
اس قدم کی قوت کے سبب نافرمانی کے قریب بھی نہیں پہنچتے۔“

قدم لہا فی الجو عطاوات علت حسا تشاھدھا عیون الباصر  
”وہ قدم جو حسی طور پر فضا میں چلتے ہوئے یوں بلند ہوا کہ اسے  
بصیرت رکھنے والی آنکھیں دیکھتی تھیں۔“

قدم کم انتصرت لداعی غوثھا برکاب عز تحت نغم شاکر  
”وہ قدم جس نے بار بار اڑتے ہوئے غبار میں عزت کی رکاب کے  
ساتھ مدد و نصیب کرنے والے کی مدد کی ہے۔“

قدم تجیر من استجار فہن طفی یمسئ ثری واللہ اعظم ناصر  
”وہ قدم جو پناہ مانگنے والے کو پناہ دیتا ہے، اور جو اس کے سامنے  
سرکشی کرتا ہے وہ منی میں مل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم ترین مددگار  
ہے۔“

قدم مزایاھا الجمیلة طبیعت برا وبحرا من شذاھا العاطر  
”وہ قدم جس کی دلکش خوبیوں نے بحر و بر کو اپنی خوشبو سے بھر دیا ہے۔“

قدّم لها الأعلام ثلاثاً حمصها من قاطن أو وارث أو صادر  
”ووقدم جس کے تلوے کو بغداد کے رہنے والوں، اُس میں باہر سے  
آنے والوں اور اُسے باہر جانے والوں نے چوما۔“

مسحت ثلاث على فوائد يستضي وعلی مدارستی وکھنی الفائد  
”میں نے اُسے اپنے دل پر ماسا کیا کہ وہ روشنی حاصل کرے اور اپنے  
پائیم پر غنّے پر اور اپنے کمزور ہاتھ پر بھی ملا۔“

وعلى العلوم وما حفظت وفتحها والعقل والتوحيد زاد العايد  
”اور علوم پر اور جو کچھ میں نے یاد کیا اُس پر (یعنی علوم و عقول رکھنے  
کے باوجود اُس قدم کا احترام بجا دینا) اور ہاں عقل و توحید راہ آخرت  
کے مسافر کو ز اوراد ہے۔“

والعرض والأهلين مع ذیبتی وصاکنی ومجانسی والدار  
”اور اُسے مال و اسباب، اہل و عیال اور اپنی رہائش گاہوں پر اور اپنی  
مجانس پر اور صلوات دے کر پر (اُس کی برکات کا سایہ کیا)۔“

وعلى لسانی وشفاه وراحتی والرزق والرائی الکلیل القاصر  
”اور اُسے اپنی زبان، ہونٹوں، اپنی پتھلی، رزق اور قاصر رائے پر  
پھیرا۔“

وعلى حیاتی کلها وترحلی أعضی لغردوس هتیء الخاضر  
”نیز اُسے اپنی ساری زندگی اور موت پر رکھا (اس عمل کی برکت  
سے) میں جنت الغردوس میں خوش و خرم دل کے ساتھ جاؤں گا۔“

وعلى الأحبة أجمعین وکل ما ینمی لنا من غائب أو حاضر  
”اپنے تمام اور غائب و حاضر متعلقین پر بھی رکھا، اور اپنے متعلقین  
میں سے ہر شخص پر خواہ وہ میرے پاس موجود ہو یا غیر موجود۔“

وبها رددت إلى الحسود شروره وبها أبرد نار مکر الماکر  
”اور اُس مبارک قدم کے ذریعے میں نے حاسد پر اُس کے شر و رو کو  
لونا دیا اور میں اُسی کے ذریعے دھوکہ باز کے مکر کی آگ بجھا دیتا  
ہوں۔“

وبها قصمت ظهور أعدائی وقد صاروا بسطوتها کأمس اندابر  
”اور اُس قدم کے ذریعے میں نے اپنے دشمنوں کی کمر توڑ دی، وہ  
اُس قدم شریف کے حملے کی وجہ سے گزرے ہوئے گل کی طرح  
ہو گئے۔“

وبها سعیت إلى المقاصد کلها وبها ظفرت بكل غیر نافذ  
”اور اُس قدم کی برکتوں کو ساتھ لئے میں اپنے تمام مقاصد کی طرف  
بڑھا، اور اسی کی برکت سے مجھے ہر چمکتی و کتی خیر نصیب ہوئی۔“

وبها تسارعت الاجابة فی الدعا حصل المنا فی حین حسوة ضائر  
”اور اُسی کی برکت سے قبولیت تیزی سے دعاء کی طرف بڑھی، چونچ  
کے ذریعے پرندے کے پانی لینے کے وقت کی مقدار میں دلی مراد  
برآئی۔“

نبی بذل الم محبوب تاج الأصفیا وبجدة سر الوجود الطاهر



”اے میرے رب! اُس محبوب، اصفاء کے تاج، اُن کے مانا کے طفیل جو کہ باعثِ تخیلِ کائنات ہیں۔“

برضوان و لطف شامل و بلوغ ما ترجوا بطن ضمائر  
”(ہمیں) اپنی رضا اور وسیع لطف سے نواز دے، اور ہر رے دلوں  
میں چھپی ہوئی آرزوؤں اور تمناؤں کو پورا فرمادے۔“

ثم الصلاة على الحبيب و الله والصحب والجيلي كنز الذاخر  
”پھر صلاۃ وسوم ہو جو حبیبِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بھائیوں کا ذخیرہ  
کرنے والے کے لئے خزانے کی حیثیت رکھنے والی آتی حضرت غوث  
اعظم پر۔“

معترض کا یہ کہنا کہ حضرت غوث اعظم اللہ تعالیٰ کے لئے جہت کے قائل تھے:

معترض نے اپنے اعتراضات کے انتقام پر جو کچھ کہا اُس کا خدا نہ کچھ  
یوں ہے:

”اس ساری گفتگو کے بعد اس بات کے سوا کوئی قائلِ اعتراض امر نہیں بچا کہ  
حضرت غوث اعظم اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے جہت مانتے تھے، انہوں نے ”غنیۃ  
الطالبین“ میں فرمایا:

”وہ بلندی کی جہت میں عرش پر مستوی ہے، مالک الملک ہے، اُس کا علم تمام  
اشیاء کو محیط ہے، اُس کی طرف کلماتِ طیبہ بلند ہوتے ہیں۔ اور صالح علم اُسے بلند  
کرتا ہے۔“

انہوں نے آیات اور احادیث ذکر کیں، اللہ تعالیٰ کی صفاتِ استواء کو تاویل کے

بغیر اُس کے اطلاق پر رکھنا مناسب ہے، اور اُس کا عرش پر مستوی ہونا گزشتہ انبیاء و  
مرسلین میں سے ہر نبی اور رسول پر نازل کی گئی کتاب میں مذکور ہے مگر کیفیت کی  
صراحت کے بغیر، اور معترض نے تمام صفات کے حوالے سے ایسی ہی گفتگو کی۔

میں کہتے ہوں: ”غنیۃ الطالبین“ کی مذکورہ عبارت سمجھنے میں ناکامی پر معترض کو  
ملامت کا نشانہ نہیں بنانا چاہیے، ایسے شخص کی غلطی کی نشاندہی نہیں کی جاتی، اگر اُسے  
ایسے تنگ راستوں میں گھسنے کا شوق نہ ہوتا جن پر چلنے کی اُس میں اہمیت نہیں ہے تو  
اُسے کبھی جاتی کہ ”غنیۃ الطالبین“ کی عبارت بھی اسی تقویٰ (۱) پر دلالت کرتی ہے  
جو صفات کے متعلق امت کے سلف صالحین کا مسلک ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے  
پیروکاروں کا مسلک بھی یہی ہے، اور اس تقویٰ کے مقابل تاویل ہے جو کہ بعد و انوں  
کا مسلک ہے۔

قدوة العارفين، رئیس المتكلمين، محي السن، علامہ امام سیدی محمد سنوی ”شروح  
الوسطی“ میں فرماتے ہیں:

”اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے اہل سنت میں سے کسی نے جہت کا قول  
نہیں کیا، بلکہ اہل بدعت میں سے کچھ لوگوں نے ایسی بات کہی ہے۔  
اہل بدعت حشویہ اور کرامیہ ہیں، فرقہ حشویہ کے لوگوں نے اہل سنت  
کے بعض ائمہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کر کے اُن کا دامن بھی آلودہ  
کیا ہے، چونکہ وفروع میں امام احمد بن حنبل کے مقلد ہیں لہذا انہیں

(۱) تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا تو معلوم ہے مگر اس استواء کی کیفیت یہ ہے  
یہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی جانتا ہے، اس کیفیت کا ہم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا تقویٰ ہی کہلاتا ہے۔ (حرم)

یہ وہم ہوا کہ وہ اصول میں بھی انہی کے مقتد ہیں جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ امام احمد بن حنبل کے عقائد حشو یہ کے عقائد سے موافقت رکھتے ہوں کیونکہ اہل سنت کے طریقے پر علم تو حید میں آپ کی امامت پر امت کا اجماع ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق اہل بدعت کے ساتھ امام احمد بن حنبل کے منظرہ کا واقعہ مشہور ہے۔“

سیدی محمد سنوی نے مزید فرمایا:

”بعض کتب میں ایسا جو مواد پایا جاتا ہے جو بعض سلف صالحین کے دامن کو آلودہ کرتا ہے وہ غلط طریقے سے اُن کی طرف منسوب کیا گیا اور اس قابل نہیں کہ اُسے کوئی اہمیت دی جائے، جس نے آیات صفات الہیہ کے حوالے سے سلف صالحین کا بعض مستحیل ظواہر جیسے درج ذیل آیت میں استواء کا مسئلہ ہے کہ:

عَلَى الْعَرْشِ السُّتُوَى۔ (۱)

”اُس نے عرش پر استواء فرمایا۔“

اور اس جیسی دیگر آیات کی تاویل سے توقف کرنا نقل کیا ہے۔ اُسے یہ گمان ہوا کہ سلف صالحین نے آیات متشابہات کے ظواہر پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھتے ہوئے ان آیات کی تاویل میں توقف کیا ہے، جبکہ وہ ایسے کسی عقیدے سے بری ہیں، حالانکہ انہوں نے ان آیات کی تاویل سے توقف اس لئے کیا ہے کہ ان آیات کے حتمی معنی کی پہچان نہ ہونے کی وجہ سے ان کی متعدد تاویلات ہو سکتی تھیں، اور سلف صالحین کی

طرف سے یہ بات قطعی طور سے کہی گئی کہ ان آیات کے ظاہری معانی قطعاً مراد نہیں ہیں، پارس لوگوں کے بارے میں بدگمانی کتنی بری بات ہے۔“

عظیم علامہ مشہور ولی، مدفون بقیع سیدی ابراہیم حسن کورانی شہر زوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ: ”إفاضة العلاء في مسئلة الكلاہ“ میں حنبلہ اور اشاعرہ کے درمیان نخل نزاع مسئلہ پر زبردست تحقیق کی ہے، انہوں نے عقائد میں شواہد کی طرف سے حنبلہ کی مذمت اور حنبلی محققین کی تحقیقات کا بغور جائزہ لینے کے بعد شواہد کی تنقید کو بے جا قرار دیتے ہوئے دونوں کو سنت پر قائم قرار دیا ہے، اور اس تحقیق کے دوران ایسی گفتگو فرمائی ہے جو قلب کو طمانیت بخشتی ہے، اور اس رسالے کا خلاصہ سیدی ابراہیم کورانی کے شاگرد رشید علامہ ابو سالم العیاش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد کے حالات زندگی کے ضمن میں پیش کیا ہے اور کئی صفحات تحریر کئے ہیں۔

میں نے محسوس کیا ہے کہ سیدی ابراہیم کورانی نے مذکورہ بالا مسئلہ کی گہرائی میں جا کر مطالعہ کرنے کے بعد دونوں مذہبوں کو درست قرار دیا، اور اُن دونوں مذہبوں میں سے ایک نے اُس ”تفویض“ کو اختیار کیا ہے جس کی طرف ”غنیۃ الطالبین“ میں اشارہ کیا گیا، جبکہ دوسرے مذہب کے پیروکاروں نے ”تاویل“ کو اختیار کیا، مذہب سلف میں آیات متشابہات کے حوالے سے ”تفویض“ کو اختیار کرتے ہوئے درج ذیل آیت کو دلیل بنایا گیا:

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ۔ (۱)

”اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے۔“



اُن کا موقف تھا کہ اسمِ جلالت پر وقف کیا جائے گا اور "وَالْاِسْمُ الْخُفُوْنُ" سے نئی بات شروع ہو رہی ہے، جبکہ بعد والوں (خلف) کی دلیل یہ ہے کہ "وَالْاِسْمُ الْخُفُوْنُ" کا اپنے ماقبل پر عطف ہے (۱) اور نیا کلام:

بِقَوْلِهِمْ آمَنَّا بِهِ۔ (۲)

”کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔“

سے شروع ہوتا ہے، میری (مصنف علیہ الرحمہ کی) رائے میں مذہبِ تقویٰ سے زیادہ سلامتی والا ہے جبکہ مذہبِ تاویل زیادہ محکم ہے، اور یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ سلف صالحین کے مذہب میں تاویل کی مکمل نفی نہیں کی گئی بلکہ وہ اجمالی تاویل کے قائل ہیں، جبکہ خلف (بعد والے) تفصیلی تاویل کے قائل ہیں، جیسے کہ عقد الدین کی "مواقف" میں ہے، اور جب سلف کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تاویل کے قائل نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ تفصیلی تاویل کے قائل نہیں۔ معترض نے آیاتِ تقابہات کی تاویل کے حوالے سے حضرت غوثِ اعظم پر جو بہت لگائی ہے اس کے رد میں مشہور عالم شیخ محمد نسوی مغربی نے:

”جهد العقل القاصر في نصرة الشيخ عبدالقادر“

کے نام سے اُس وقت لکھا جب انہوں نے سنا کہ اُن کے عہد میں کسی عالم کے سامنے کسی ناخوار نے آیاتِ تقابہات کے حوالے سے حضرت غوثِ اعظم پر اعتراض کیا تو انہوں نے اُس کو جواب دینے کی بجائے اُس کی تائید کی۔ تب شیخ محمد نسوی نے

(۱) اس کا مطلب یہ ہوا کہ تقابہات کا علم اللہ تعالیٰ رکھتا ہے اور عوامی رسوم رکھنے والے بندگان خدا انکی اپنی شانِ بزرگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور انصاف و کرم سے تقابہات کا علم رکھتے ہیں۔ (مترجم)

(۲) سورۃ آل عمران ۷۷

مذکورہ بالا رسالہ لکھا۔

اور اس رسالے کا ایک اور نام یوں رکھا:

”رسالة النصرة لحامل راية كمال العرفان ومزيد الشهرة“

علاوہ ازیں انہوں نے اس رسالے کا نام ”تنزيه ذوى الولاية والعرفان عن عقائد ذوى الزيغ والخذلان“ بھی رکھا، میں نے یہ تینوں نام شیخ محمد بن مسعود جزائری رحمہ اللہ کے اس قسمی نسخے میں دیکھے جسے انہوں نے شیخ منساوی کے ہاتھ سے لکھے ہوئے نسخے سے نقل کیا تھا۔

شیخ منساوی نے اپنے رسالے کے آغاز میں خطبہ اور سببِ تصنیف بیان کرنے

کے بعد کہا:

”حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں جو کچھ کہا گیا میں نے اُسے نقل کر کے اس مسئلے پر اہل علم کی آراء کا مطالعہ کیا اور غور و فکر کرنے کے بعد اس کا رد کرنے کا ارادہ کیا، اور مجھے اس بات نے اس عمل سے نہیں روکا کہ یہ غلط بات کہنے والا کتنا بڑا آدمی ہے، کیونکہ عقل مند آدمی کے نزدیک کہنے والے حق کی پہچان نہیں ہوتے بلکہ حق کہنے والوں کی پہچان ہوا کرتا ہے اور حق کو کہنے والوں کے ذریعے پرکھنا جاہلوں کا کام ہوتا ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

لست بأكف في الرجال أسائل هذا وفا ما الخير؟

”میں مردوں کے درمیان سنی سنائی باتوں پر چلنے والا نہیں ہوں کہ ہر

ایسے غیرے سے پوچھتا پھر دوں کہ کیا خبر ہے؟“

اور کہتے ہی لوگوں کو یہ بات ناگوار گزرتی ہے تو وہ معرفة النعمان کا یہ شعر پڑھتے دکھائی دیتے ہیں:

لری العناء تکبر أن تصادا فعائد من تطيق له عنادا  
"میں عناء کو دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو شکار سے محفوظ سمجھتا ہے،  
ہی تو بھی جس سے عناد رکھ سکتا ہو اس سے عناد رکھ۔"

جابل مضر علی کو یہ بات سمجھائی نہیں دی کہ ہر کسی کے کلام میں سے کچھ حصہ لیا اور کچھ ٹوٹا دیا جاتا ہے مگر وہ کلام جو صحت کے ساتھ رحمت عالم سے نقل ہوا ہے، علماء علمی موضوعات پر ایک دوسرے سے بات چیت کرتے رہے ہیں، کبھی کوئی فاضل اپنے جیسے کے ساتھ اور کبھی اپنے سے کم علمی درجہ والے کے ساتھ، اور یہ بات بڑوں کی تعظیم سے کسی کو نہیں روکتی اور بڑوں کی شان بھی کم نہیں کرتی، اسے مضر علی تحقیق اور بات چیت کے میدان میں کوئی منفرد حیثیت نہیں رکھتے کہ تمہیں بڑوں کا احترام ٹوٹا خاطر نہ رکھنا پڑے۔

شیخ ذروق علیہ السلام نے اپنے قواعد میں فرمایا:

"علماء جو کچھ نقل فرماتے ہیں ان کی امانت داری کے پیش نظر اس کی تصدیق کی جاتی ہے، وہ جو کچھ فرماتے ہیں اس پر بحث اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ ان کی عقول کا شرع ہے، چونکہ علماء کے لئے عصمت ثابت نہیں ہے اس لئے تنقیدی نکتہ نظر سے نہیں بلکہ حق طلب کرنے اور تحقیق کے لئے جانچ پرکھ لازم ہے۔"

شیخ کامل حضرت غوث اعظم کی حمایت میں رسالہ لکھنے کا مقصد ان کی بلند مرتبہ شخصیت سے ان الزامات کو دور کرنا تھا جو آپ سے کٹر لوگوں میں بھی نہیں سوچے

جاسکتے۔ شاید میرا یہ عمل آپ کی بارگاہ میں قبولیت حاصل کر لے میں اسے تو شیعہ آخرت سمجھتا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ میں قیامت کے دن اس کا اجر پاؤں گا۔  
شاعر نے خوب کہا ہے:

فحن عبيد الدار حقا ولم نزل نوالی موالیها و نحرس بانها  
"ہم اس گھر لانے کے سچے خادم ہیں، اس گھر لانے سے عقیدت کا تعلق نبھاتے اور اس در کی در بانی کرتے رہے ہیں۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے میری یہ کاوش قبول و منظور فرمائے اور اپنی توفیق اور امداد اس رسالے کے آخر تک شامل حل رکھے، اس شخص رسالہ میں جواب کی بنیاد پر حق ذیل چار وجوہ پر رکھی گئی ہے:

آیات متشابہات کے حوالے سے حضرت غوث اعظم

پراعتراض کا چار وجوہ سے جواب:

پہلی وجہ: وہ حوالہ جن میں سے حضرت غوث اعظم بھی ہیں آیات متشابہات کے حوالے سے تفویض کے قائل ہیں جو کہ سلف کا مذہب ہے۔

دوسری وجہ: اگر ہم آیات متشابہات کے حوالے سے ان طواہر کو تسلیم کر بھی لیں جنہیں شوافع نے حوالہ کی طرف منسوب کیا ہے تو پھر بھی شوافع نے یہ اشارہ کم و بیش کے لوگوں کی طرف کیا ہے۔ افاضل حوالہ پر یہ تہمت نہیں لگائی جیسے کہ امام سبکی نے "طبقات الشافعیہ" اور اپنی دوسری کتاب "مفید النعم و مفید النقم" میں تصریح کی۔

تیسری وجہ: اگر ہم اپنے موقف سے پیچھے ہٹتے ہوئے یہ تسلیم بھی کر لیں کہ شوافع کا کلام افاضل حنبلیوں کو بھی محیط ہے اور ہم ایسے حال کا داعی ہونا یوں مان لیتے جیسے کہ محال امر



کا واقع ہونا فرض کیا جائے تو ہم پھر بھی یہ بات تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اس حکیم کا اشارہ حضرت غوث اعظم اور ان جیسے دیگر لوگوں کی طرف ہوگا کیونکہ اصحاب و دست کبریٰ شارح علیہ السلام کے علاوہ کسی کی عقیدہ کے پابند نہیں ہوتے۔ شیخ منساوی نے اس حوالے سے بعض حضرات جیسے ابو طالب مکی، امام مغربی، شیخ اکبر امام سیوطی، امام شعرانی وغیرہ کا کلام نقل فرمایا ہے، بلکہ امام شعرانی نے تو حضرت غوث اعظم اور محمد غفرلہ شہابی کا نام ایسے لوگوں میں دیا ہے جو غیر شارح کی عقیدت سے نکل جاتے ہیں۔

چوتھی وجہ: اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ حضرت غوث اعظم فروع میں اپنے مذہب کی عقیدہ سے نکلے ہیں تو یہ قطعاً تسلیم نہیں کریں گے کہ آپ نے عقائد اور اصول میں بھی جنسی مذہب (جو کہ سلف کے قریب ترین ہے) کو چھوڑا ہو کیونکہ آپ کی مشہور و معروف وزارت اور بلند مرتبہ مقام کا ہر کوئی معترف ہے، آپ یقیناً خصوصیت کبریٰ اور صدیقیت عظمیٰ کے اس مقام پر فائز ہیں جس کے بعد فقط نبوت کا درجہ رہ جاتا ہے، اس مرتبہ پر فائز ہونا معرفت کے کمال کو لازم کرتا ہے جو کہ مقام مشہود پر فائز ہونے کا ایک منطقی نتیجہ ہے، جو معرفت دلیل اور برہان کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے اس سے کہیں بلند درجہ معرفت مشہود کے ذریعے حاصل ہوتی ہے، اس صورت حال میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معرفت کے کمال اور بدعتیہ لوگوں کے عقیدے میں سے تھوڑے سے حصے کو کیسے سمجھ کیا جاسکتا ہے؟ (یاد عقیدہ کی نہیں ہوگی، یا معرفت کا کمال نہیں ہوگا، دونوں چیزیں یکجا نہیں ہو سکتیں) اس طرح شیخ منساوی نے عبقری روایتی بلند مرتبہ بلاغت اور سخانی فصاحت کے ساتھ تحریر فرمائے، پھر انہوں نے ”رسالہ قشیریہ“ اور ”القواعد الزرقیہ“ سے اقتباسات نقل کر کے اکابر صوفیہ کرام کے

عقائد کی محفوظیت کو واضح کیا، اور شیخ منساوی نے شیخ محمد بن ابوالفضل جونی کی تصنیف ”تحریر المطالب علی عقیدۃ ابن الحاجب“ سے بھی اقتباسات نقل کئے ہیں۔ اگرچہ ہم نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ ”غنیۃ الطالبین“ میں حضرت غوث اعظم نے آیات تشابہات کے حوالے سے تنویض کا مسلک اختیار فرمایا تھا جو کہ سلف کا مذہب ہے مگر امام سیوطی فرماتے ہیں:

”حضرت غوث اعظم کا اس عقیدہ سے رجوع ثابت ہے، آپ نے آیات تشابہات کے حوالے سے تنویض کے مسلک سے تاویل اجمالی کے مسلک کی طرف جو اشاعرہ کا مذہب ہے رجوع فرمایا تھا، شاید بعد میں خواہشات کے پیچھے چلنے والوں کے ظاہر ہونے اور اپنی فاسد آراء کے مطابق آیات و احادیث کی تاویل کرنے والوں کے تلاش نظر آپ نے خلف (بعد والوں) کا مسلک اختیار کیا اور خلف نے بھی اجمالی تاویل کا دروازہ ہی وجہ سے کھولا تھا۔“

جبکہ امام شعرانی فرماتے ہیں:

”آیات تشابہات کے حوالے سے ”غنیۃ الطالبین“ کا کلام حضرت غوث اعظم کی طرف بدعتی سے منسوب کیا گیا ہے۔“

اب اس ساری گفتگو کے بعد میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت غوث اعظم کے کلام کی کافی و شافی تخریج کر دی ہے، اب الحمد للہ سارے اشکالات زائل اور حقائق واضح ہو گئے اور معترض کے اعتراض کا بے بنیاد ہونا کھل کر سامنے آ گیا۔

## خاتمہ

حسب وعدہ ”بہجۃ الاسرار“ کے بارے میں باقی مباحث پر مشتمل خاتمہ پیش خدمت ہے۔ تعجب ہے کہ اس معترض اور اس جیسے لوگوں کو ”بہجۃ الاسرار“ میں مذکور حضرت غوث اعظم کے ارشادات میں نہ تو قاسب، لطافت، شیرینی دکھائی دی، اور نہ ہی دقائقی کی تلاوت اور حقائق کی کثرت نظر آئی، معترض اور اس کے ہم خیال لوگوں کا یہ منہ پی رو بہ دو میں سے کسی ایک وجہ سے ہی ہوگا: یا تو انہیں ان کے ذی علم ہونے کے باوجود تعصب نے ارشادات غوثیہ کی خوبیاں دیکھنے سے روک دیا، یا پھر انہوں نے یہ خوبیاں دیکھی تو ہیں مگر وہ اپنی بیمار ذہنیتوں اور بصارتوں کی وجہ سے ان خوبیوں کا ادراک ہی نہیں کر سکے، اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اور انہیں معاف فرمائے۔ جن مباحث کی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا وہ آٹھ ہیں اور درج ذیل ہیں:

پہلی بحث:

شیخ شطونی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت غوث اعظم کے استاد شیخ حماد الدباس سے حضرت غوث اعظم کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ:

”أخذ من العوالم ألاممكر به“

”انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد لئے کہ وہ ان کے ساتھ خفیہ تدبیر کا

معاملہ نہیں فرمائے گا۔“

میں کہتا ہوں: لفظ ”مکر“ ذکر کرنے کا اصل مقصد انجام سے ڈرانا ہے جیسے

کہ ارشاد باری ہے:

فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَالِسُونَ۔ (1)

”تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر جاہلی والے۔“

لیکن ہر جگہ کے لئے مختلف بات ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف منسوب لفظ ”مکر“ کی تفسیر اور تشریح کے لئے علمائے باطن کی طرف رجوع کرنا چاہیے جن میں سے حضرت بایزید بسطامی بھی ہیں، آپ کا ارشاد گرامی ہے:

”تم نے اپنا علم موت کا ذائقہ چکھنے والوں سے لیا اور ہم نے اپنا علم

اُس ذات سے لیا جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور اُسے کبھی موت نہیں

آئے گی۔“

علامہ اسماعیل حقی نے اپنی تفسیر روح البیان میں عظیم ولی اللہ شیخ نجم الدین کبریٰ کی تفسیر ”التاویلیات النجمیہ“ سے یہ عبارت نقل کی ہے:

”اللہ تبارک و تعالیٰ کا ”مکر“ (خفیہ تدبیر) اہل قبر کے ساتھ اور اہل

لطف کے ساتھ لطف و کرم ہے، اللہ تعالیٰ کے مکر (قبر) سے وہ اہل قبر

محفوظ نہیں رہتے جو دارین کے خسارے سے دوچار ہوتے ہیں، اور

اللہ تعالیٰ کے مکر (لطف و کرم) سے وہ اہل لطف محروم نہیں ہوتے

جنہوں نے دنیا اور آخرت کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر قربان کر کے اپنے

رب کو پالیا، اس پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اہل اللہ حضرات اللہ تعالیٰ

کے مکر (کی پہلی قسم یعنی قبر) سے محفوظ ہیں اور اس بات پر درج ذیل



ارشاد ربانی دلالت کرتا ہے:

أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ۔ (۱)

”انہیں کے لئے امن ہے اور وہی راہ پر ہیں۔“

علامہ اسماعیل حقی نے یہ اقتباس نقل کرنے کے بعد فرمایا:

”جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے مکر (تہر) سے بے خوف ہونے کو کفر شمار

کیا گیا ہے مگر یہ بات اہل اہل تہر کے لئے ہے اہل کرم کے لئے نہیں اس

لئے کہ کامل اولیاء کو ان کی دنیوی زندگی میں ہی سلامتی کی خوشخبری

دے دی جاتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ۔ (۲)

”انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی حوالے سے ہے:

إِلَّا إِنَّ أُولَئِكَ اللَّهُ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ (۳)

”سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔“

لیکن اہل اللہ حضرات اپنی سلامتی کا علم ہونے کے باوجود اس بات کو چھپاتے

ہیں، کیونکہ انہیں یہی حکم ہوتا ہے اور ان کے لئے اپنی سلامتی کا علم ہی کافی ہوتا ہے۔

اور علامہ حقی نے جو یہ فرمایا ہے کہ:

”انہیں اپنی سلامتی کو چھپائے رکھنے کا حکم ہوتا ہے۔“

(۱) سورہ النور ۸۴

(۲) سورہ بقرہ ۲۴۷

(۳) سورہ بقرہ ۲۴۷

تو اس سے مراد اکثر اولیاء ہیں تمام اولیاء مراد نہیں، بعض اولیاء کو تو اس نعت کے

اظہار کا بھی حکم ہوتا ہے جیسے کہ ہم نے پہلے صفحات میں تحریر کیا، ایسے ہی لوگوں میں سے

شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی بھی ہیں، آپ نے تمام انبیاء و مرسلین کے ساتھ اپنی

ملاقات اور اپنے سر کی آنکھوں سے ان کی زیارت اور ان سے بعض فوائد کے حوالے

سے استفادہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھے کشف و ایضاح اور دن رات کو

پھیرنے کا علم عطا فرمایا۔۔۔ یہ کشف میرے لئے اس بات کی علامت

تھا کہ میرے لئے آخرت میں بد نصیبی نہیں ہے۔“

میں کہتا ہوں: ”حضرت غوث اعظم کا وہ مقام ناز جس کا تذکرہ کرتے ہوئے

اہل علم نے کتابوں نے کثیر صفحات بھر دیئے ہیں، اس بات کا عظیم قرینہ ہے کہ آپ کو

وہ وعدے اور عہد عطا کئے گئے تھے جن کی طرف سابقہ سطور میں اشارہ کیا گیا۔

دوسری بحث:

شیخ شطرنوی کا یہ کہنا کہ ماہ و سال اور سورج و بارگاہِ غوثیت میں سلام عرض کر کے

بات چیت بھی کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ الاسلام ابو حفص عمر بلخینی سے

حضرت غوث اعظم کے اس فرمان:

”ماہ و سال اور دن میرے پاس آتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک

مجھے سلام کرتا ہے، سورج ہمیشہ طوع اور غروب سے پہلے مجھے سلام

کرتا ہے۔“

کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

”اے اللہ! ہمیں صالحین کی جماعت میں شامل فرما، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ۔“ (۱)

”اُن پر سلام ہوگا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔“

ایک اور ارشاد ربانی ہے:

”وَاللّٰی یُکَلِّمُ الَّذِیْنَ عَلَیْہُمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَیْہُمْ بِمَا

صَبَّوْا۟ فِیۡہِمْ عَقِبِی الدَّارِ۔“ (۲)

”اور فرشتے ہر دروازے سے اُن پر یہ کہتے ہوئے آئیں گے:

”سہمٹی ہو تم پر۔“

جب اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں نے اولیاء کو سلام فرمایا ہے تو چاند

سورج اُس کے اولیاء کو سلام کیوں نہیں عرض کریں گے؟! اس بات کے منکر کو اللہ تعالیٰ

کی رحمت سے محروم سمجھتے ہوئے نظر انداز کیا جائے گا۔

تیسری بحث:

شیخ سلطونی نے ”ہجۃ الاسرار“ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں:

”میں اپنے نانا رحمت عالم علیہ السلام کے نقش قدم پر ہوں، اور یہ بات

مشہور و معروف ہے کہ ہر وہ کسی نبی کے نقش قدم پر ہوتا ہے، اور

اولیاء میں سے جو بھی رحمت عالم علیہ السلام کے نقش قدم پر ہوتا ہے اُسے

”محمدی“ کہا جاتا ہے۔“

(۱) سورہ بقرہ: ۵۸

(۲) سورہ زمر: ۲۳-۲۴

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی نے فرمایا:

”محمدی اقطاب وہ ہیں جنہیں ایسے شرعی احکام اور احوال عطا کئے

گئے جو سابقہ انبیاء میں سے کسی نبی اور سابقہ شریعتوں میں سے کسی

شریعت کو عطا نہیں کئے گئے اور اگر یہ احکام و احوال آپ کی شریعت

اور ذات کے علاوہ کسی پہلی شریعت اور کسی پہلے نبی اور رسول میں بھی

پائے جاتے تھے تو ایسے احکام و احوال کا مالک اُسی رسول اور شریعت

کی طرف منسوب ہوگا۔ اگرچہ وہ امت محمدیہ میں سے ہو، اگر وہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نقش قدم پر ہے تو اُسے موسوی اور اگر حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کے نقش قدم پر ہے تو اُسے عیسوی اور اگر وہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر ہے تو اُسے ابراہیمی کہا جائے گا۔ اور

اگر کسی دوسرے نبی یا رسول کے نقش قدم پر ہے تو اُسے اُسی کی طرف

منسوب کیا جائے گا اور محمدی فقط وہ کہلائے گا جو آپ ﷺ کے نقش

قدم پر ہو اور اُسے آپ کی شریعت کے احکام و احوال عطا کئے گئے

ہوں۔“

اس قول کی روشنی میں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ہر غوث محمدی نہیں ہوتا بلکہ کتنے ہی

انغوث کو یہ مرتبہ و مقام نصیب نہیں ہوا ہوگا، کیونکہ یہ مرتبہ و مقام تو فقط اکابر اولیاء کے

لئے ہے اور حضرت غوث اعظم قطبیت کبریٰ کے بعد محمدی بھی ہیں۔

ہمارے استاد سیدی سید محمد بن ابی القاسم جن کا ذکر پہلے بھی کئی بار گزرا، نے

اپنی بعض جگہس میں ارشاد فرمایا:



”سیدی شیخ عبداللہ در جیلانی نبی کریم ﷺ کی ذات میں ذوبے

ہوئے تھے، ایسے ہی بعض لجات میں آپ نے فرمایا:

انا كنت مع نوح بأعلى سفينة بحارا و طوفانا على كف قدرة

و كنت و ابراهيم ملهى بناره وما برد النيران الا بدعوتي

و كنت و موسى فى مناجاة ربه و موسى عصاه من عصاى استمدت

میں دریاؤں اور طوفانوں کی صورت میں قدرت کی ہتھیلی پر تھا، میں

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ اُن کی کشتی پر تھا۔

میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اُن کی آگ میں ڈالا گیا، وہ آگ

میری دعاء سے ہی تو ٹھنڈی ہوئی۔

اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا جب وہ اپنے رب سے

منجات کر رہے تھے اور حضرت موسیٰ کے عصا نے میرے عصا سے

مدد حاصل کی۔

استاذ محترم سیدی سید محمد بن ابی القاسم نے ان اشعار کے حوالے سے فرمایا:

”ان اشعار میں حضرت غوث اعظم نے جو کچھ بظاہر اپنی طرف

منسوب کیا ہے درحقیقت اُس ذات کی طرف منسوب ہے جس میں

حضرت غوث اعظم کی سستی ذوبی ہوئی اور غایت سے سرشار تھی،

میری مراد رحمت عالم ﷺ کی ذات گرامی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں انبیاء مرسلین اور جمیع مقررین کا وسیلہ ہیں۔“

سیدی محمد بن ابی القاسم کے اس فرمان کی روشنی میں شیخ شبلی کا وہ قول بھی واضح

ہو گیا، آپ نے اپنے شاگرد سے پوچھا:

”کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟“

تو اُس شاگرد نے مثبت جواب دیا (۱) اولیائے کرام سے ایسے ہی کی اور

اقوال بھی روایت کئے گئے ہیں۔

علامہ سیدنا عبدالقادر گیلانی اپنی تصنیف ”المواقف الروحیہ“ میں فرماتے ہیں:

”مجھے بچپن سے ہی صوفیہ کرام کی کتب پڑھنے کا شدید شوق تھا مگر میں عملی طور

پر اُن کے راستے پر گامزن نہیں تھا، میں مطالعہ کے دوران اُن کی ایسی باتوں پر مطلع ہوتا

تھا کہ میں اُن حضرات کے بعض کلمات سے اُن کی مراد پر یقین، اُن کے کامل آداب

اور فضیلت والے اخلاق کا علم ہونے کے باوجود اُن بعض باتوں پر تنگدل ہوتا اور

میرے رونگٹے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ ایسے ہی کلمات میں سے حضرت غوث اعظم

کا انبیاء کے ساتھ ملنا۔ اور یہ فرمانا:

”اے انبیاء کرام آپ حضرات کو لقب دیا گیا اور ہمیں وہ کچھ دیا گیا

جو نصیب نہیں ہوا۔“

یہ اور دیگر اولیاء کے ایسے کلمات مجھے پریشان کیا کرتے تھے، صوفیہ کرام

نے ان کلمات کی تاویل کرتے ہوئے جو کچھ کہا میرا دل اُس پر مطمئن نہیں ہوتا تھا، یہاں

تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے مدینہ منورہ کی حاضری اور وہاں قیام کی سعادت نصیب

فرمائی، اس دوران ایک دن میں خلوت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے اُس کی طرف

(۱) یہاں بھی رحمت عالم ﷺ کی اطلاع اور آپ کی ذات و تعلیمات میں لائیت کی گواہی تھی، اور وہی گئی ہے۔

منوجہ تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے یوں اپنی رحمت کی آغوش میں لیا کہ میں دنیا اور اپنے آپ سے غافل ہو گیا۔ پھر اُس نے مجھے پہلی والی کیفیت پر لوٹا دیا، مجھے ہوش آیا تو میں بریکسل حکایت نہیں بلکہ بریکسل انشاء کہہ رہا تھا:

لو كان موسى بن عمران حيا ما وسعه الا اتباعي۔ (۱)

”اگر آج موسیٰ بن عمران زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کرنی پڑتی۔“

تب مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں آغوش رحمت کے زیر اثر یہ بات کہہ گیا تھا اور میں اُس وقت عبدالقادر گیلانی الدین نہیں تھا بلکہ اُس وقت جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات میں قنایت کی لذت سے سرشار ایک انسان تھا۔ ورنہ میں نے جو کچھ کہا وہ میرے لئے فقط بریکسل حکایت کہنا ہی جائز ہوتا، اور اسی طرح ایک مرتبہ پھر میری زبان سے حضور رحمت عالم ﷺ کا یہ قول ادا ہوا:

”انا مہید ولد آدم ولا فخر۔“ (۱)

”میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر کی بات نہیں۔“

تب مجھے صوفیہ کرام کے وہ اقوال سمجھ آئے جن پر میں شگدل ہوا کرتا تھا، میرا مطلب یہ ہے کہ یہ میرے لئے دو عملی مثالیں اور نمونے تھے ورنہ یہ مراد نہیں کہ میں اپنے حال کو اُن حضرات کے حال سے تشبیہ دے رہا ہوں، ہرگز ہرگز ایسا نہیں، اُن کا مقام تو بہت اعلیٰ، بہت محترم اور بہت مکمل ہے۔“

(۱) سید رحمت اللہ علیہ کے کلمات ہیں۔ کنز العمال (حدیث رقم ۱۰۰۰۰۰۰۰)

(۱) امجد رک (حدیث رقم ۷۱۰۲۲)

چوتھی بحث:

سیدی عبدالقادر جیلانی کا یہ قول:

”تمام مردانِ حق جب تقدیر تک پہنچتے ہیں تو اسے تمام لیتے ہیں مگر میں جب اُس تک پہنچا تو میرے لئے اُس میں ایک روزن کھول دیا گیا تب میں نے حق تعالیٰ کی اقدار کا حق کے لئے حق کی قوت کے ساتھ مقابلہ کیا، مردِ تقدیر کا مقابلہ کرنے والا ہوتا ہے اپنے آپ کو اُس کے سپرد کرنے والا نہیں ہوتا۔“

شیخ محمد بوئی تمیمی نے سیدی علی عزوز کے رسالے کی شرح میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

”تقدیر کو تمام لینے سے مراد کو ان عطاء اللہ سکندری کا قول واضح کرتا ہے:

”پست ہستیں تقدیر کی دیوار میں روزن نہیں بنایا تیں۔“

اور حضرت غوثِ اعظم کا فرمان: ”مگر میں...“ درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ ہے:

الدعاء جند من أجناد الله مجند يرد القضاء بعد أن يبصر۔ (۱)

”دعا اللہ تعالیٰ کے ایسے لشکروں میں سے ہے جو تقدیرِ مہرم کو ٹال

دیتی ہے۔“

میں کہتا ہوں: ”شیخ بوئی تمیمی نے سید عزوز کی کے رسالہ پر اپنی شرح میں جو

حدیث ذکر کی ہے اسے ابنِ عساکر نے روایت کیا ہے، جیسے کہ یہ حدیث امام بیہقی کی

”جائعہ“ میں بھی روایت کی گئی ہے اور ہم حضرت غوثِ اعظم کے جس فرمان پر بات



کر رہے ہیں۔ امام شعرانی نے اُس کی زیادہ بہتر اور زیادہ دقیق تشریح کی ہے جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

امام شعرانی فرماتے ہیں:

”میں نے اپنے پیر و مرشد حضرت علی خواص سے پوچھا:

”کیا اولیاء میں سے کوئی مخلوقات کی تقدیر کے راز پر مطلع ہوا ہے؟“

تو انہوں نے فرمایا:

”ہاں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے (روحانی اور معنوی) وارث ہونے کی حیثیت سے

بعض اولیاء کو بالیق یہ علم عطا ہوتا ہے، کیونکہ یہ علم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا و کسی اور کو (مستقل طور پر) عطا نہیں کیا گیا۔“

میں نے پوچھا:

”اولیاء کو براہِ راست یہ علم کیوں نہیں دیا جاتا؟“

تو انہوں نے فرمایا:

”کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امر بالمعروف اور نہی

عن المنکر اور ایسی دیگر ذمہ داریاں جو دی ہیں اُن کے لئے آپ کو

خاص قوت بھی عطا کی گئی ہے، اگر اولیاء میں سے کوئی اُن بھاری ذمہ

داری پر فقط مطلع بھی ہو تو اُس کی بہت جواب دے جائے گی، اس

لئے اللہ تعالیٰ عام اولیاء سے مخلوقات کی تقدیر کے راز اور جمل رکھتا ہے

تاکہ وہ اپنی وہ ذمہ داریاں نبھاتے رہیں جو انہیں سونپی گئی ہیں،

اگر بندے کو یہ دکھا دیا جائے کہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کی مشیت اس

حال تک لائی ہے جس میں وہ مبتلا ہیں تو بندہ اس انکشاف کے بعد

مدافعت سے رک جائے گا۔“

بندہ جیسے کہ حضرت غوث اعظم نے فرمایا:

”حق تعالیٰ کی اقدار کا حق کے لئے حق کی قوت کے ساتھ مقابلہ کرتا

ہے اور اپنے آپ کو اقدار کے حوالے نہیں کرتا۔“

اس کلام کی تشریح میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ:

”اُن اقدار سے مراد جن کا بندہ مقابلہ کرتا ہے اس معاملے سے

متعلق ارادے کا موجود ہونا ہے، تب بندہ شرعی امور کے ساتھ اُس

امر کا مقابلہ کرتا ہے، پس ارادہ اقدار حق کا ترجمان ہے اور اس طرح

بندہ حق یعنی شرع کے ذریعے اقدار کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اگر وہ شرع

کے ذریعے اقدار کا مقابلہ نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔“

میں کہتا ہوں: ”اس بات کو مزید سمجھنے کے لئے ہمیں صوفیہ کرام کا یہ قول پیش

نظر رکھنا چاہیے، وہ فرماتے ہیں: ”جس شخص نے مخلوق کو حقیقت کی نظر سے دیکھا وہ

اُسے معذور جانے لگا، اور جس نے حقوق کو شریعت کی نظر سے دیکھا وہ مخلوق کے

گناہوں سے ناراض ہوگا۔“ حضرت غوث اعظم تقدیر کی حقیقت کا انکشاف ہونے

کے باوجود اپنے کمالات کے عروج کے باعث اپنے اس کشف کے ہوتے ہوئے بھی

شریعت کے ذریعے عملی مدافعت سے دستبردار نہیں ہوئے، اللہ تبارک و تعالیٰ زیادہ

یا نچو بس محبت:

حضرت غوث اعظم کا یہ فرمان:

”میرا دل اللہ عزوجل کے علم کنون میں ہے۔“

اور پھر آپ کا اپنے قلب اطہر کے اوصاف ذکر کرنا یہاں تک کہ آپ نے

مزید فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک پر یہ کرم فرمایا کہ اُسے دنیا اور

آخرت کے درمیان مخلوق اور خالق کے درمیان، ظاہر اور باطن کے

درمیان اہل یقین کے ساتھ بٹھا دیا۔“

حضرت غوث اعظم علیہ السلام کے بقول آپ کے دل کا اللہ تعالیٰ کے علم کنون میں

ہونا اُس حدیث کی طرف اشارہ ہے جسے صاحب ”مسند اغردوس“ نے اپنی سند کے

ساتھ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ہم نے صاحب ”مسند الفردوس“ تک اپنی سند

سے روایت کیا ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن من العلم كهيئة المكنون لا يعلمه إلا العليم بالله فإذا

نطقوا به لم ينكروا إلا أهل الغرة بالله۔ (۱)

”علم کا ایک حصہ ایسا مستور ہے جس پر اللہ کی معرفت والے ہی مطلع

ہوتے ہیں اور جب یہ اللہ والے اس علم کا اظہار کرتے ہیں تو بارگاہ

الہی کے ادب ناشناس ہی اس علم کا انکار کرتے ہیں۔“

شیخ اکبر شیخ محمد الدین بن عربی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا:

”یہ وہ علم ہے جس کے اظہار کی اجازت ہے تمہارا اُس علم کے بارے

میں کیا لگنا ہے جس کے اظہار کی اجازت نہیں اس بارے علوم عبارات

کے تحت نہیں ہیں بلکہ بہت سے علم اذواق سے تعلق رکھتے ہیں۔“

اور غوث اعظم کا اپنے دل کے بارے میں یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے فلاں

اور فلاں کے درمیان بٹھایا ہے تو اس کا معنی بھی آپ کے کلام سے ہی ظاہر ہوتا ہے یعنی

آپ کو مخلوق کی رہنمائی خالق کی طرف توجہ سے اور نہ ہی خالق کی طرف توجہ مخلوق کی

رہنمائی سے غافل کرتی ہے اور اس طرح ظاہر یعنی شریعت کی پابندی باطن سے اور

باطن میں مشغولیت ظاہر کی پابندی سے غافل نہیں کرتی اور باطن میں مشغول ہونے کا

مطلب حقیقت کے دریاؤں میں اہل حقیقت کا غوطہ لگانا اور فائدہ حاصل کرنا ہے،

”بہجة الاسرار“ میں آپ کے کلام کا ایسا ہی معنی بیان کیا گیا ہے اور عارف باللہ کے

لیے فتوحات الہیہ کے تحت آپ کا یہ قول بھی ذکر کیا گیا ہے:

”اللہ تعالیٰ اُس کے لئے دو نئے پر پیدا فرما کر اُسے مخلوق کی طرف لوٹا

دیتا ہے اور وہ اُن (دو پروں) کے ذریعے دنیا و آخرت کے علاوہ

مخلوق اور خالق کے درمیان اڑتا پھرتا ہے۔“

پیشک یہ پاکیزہ وصف حضرت غوث اعظم کے قلب اطہر کو سلوک کے آغاز میں

حاصل ہوا کیونکہ یہ پاکیزگی رکاوٹوں کو عبور کرنے والے اور راضی برضا رہنے والے

حضرات کو حاصل ہوتی ہے اور راضی برضا رہنے کا مقام چھٹا درجہ ہے جو کہ نفس کاملہ کے

حصول سے پہلے آتا ہے، جبکہ نفس کاملہ ساتواں مقام اور مثالی سلوک کی انتہاء ہے

جیسے کہ ہمارے استاد سیدی سید محمد بن ابی القاسم نے اپنے بعض رسائل میں تحریر کیا۔



چھٹی بحث:

شیخ طسوفی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت غوث اعظم کے بارے میں شیخ "یعنی" کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے جاگتے ہوئے رحمت عالم ﷺ کی زیارت کی، نیز انہوں نے آپ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:

"میں ملائکہ کو بھی دیکھتا ہوں۔"

بیداری میں رحمت عالم ﷺ کی زیارت کا مسئلہ علمائے کبار کی طرف سے جواز اور عدم جواز کی بحثوں کے باعث بہت واضح ہو چکا ہے، جبکہ بعض محققین نے نبی کریم ﷺ کی زیارت اور فرشتوں کو دیکھنے کے حوالے سے مستقل سن ہیں بھی لکھی ہیں، ہمیں اس موضوع پر امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی تصنیف:

"تنویر الحلت فی رؤیة النبی والملك"

کافی ہے، اس کتاب نے صحیح بخاری و مسلم کی احادیث نقل کر کے علمی پیاس بجھا دی ہے، پھر امام سیوطی نے امت کے اُن برگزیدہ لوگوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے بیداری کی حالت میں رحمت عالم ﷺ کی زیارت کی، ایسے ہی لوگوں میں سے حضرت غوث اعظم بھی ہیں، امام سیوطی نے امام سراج الدین ابن الملکن کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت غوث اعظم اُن لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے رحمت عالم ﷺ کو بیداری کی حالت میں دیکھا، اور اس بات کو علامہ لقاؤی نے بھی "الجوہرۃ" پر اپنی شرح میں نقل کیا ہے، انہوں نے یہ بات "الجوہرۃ" کے اس قول کے تحت ذکر کی:

"و تابعہ لہجہ من ائمہ۔"

"اور آپ کے کلمے کی امت میں سے (کچھ افراد) نے بیرونی کی"

ساتویں بحث:

شیخ طسوفی نے شیخ عبدالرحمن طسوفی کی یہ حکایت نقل کی ہے کہ شیخ طسوفی نے فرمایا:

"میں نے شیخ عبدالقادر کا ذکر زمین میں ہی سنا جبکہ میں چالیس سال درکات قدرت میں رہا میں نے آپ کو وہاں آتے جاتے نہیں دیکھا۔"

حضرت غوث اعظم نے اس بات کو کشف کے ذریعے معلوم کر لیا۔ تب آپ نے شیخ طسوفی کو پیغام بھیجا۔

"آپ درکات قدرت میں تھے اور جو اُس مقام پر ہو وہ اُسے نہیں دیکھ پاتا جو بارگاہ رب العزت میں ہوتا ہے اور جو اُس مقام پر ہے وہ اُسے نہیں دیکھ پاتا جو مقام "مخدرع" میں ہوتا ہے، میں "مخدرع" میں ہی تھا۔ میں وہاں سے ایک ایسے خفیہ راستے کے ذریعے آتا جاتا تھا کہ آپ مجھے دیکھ اور پہچان نہیں سکتے تھے، آپ کے لئے میرے ہاتھوں ولایت کی خلعت بھیجی گئی جس پر سورۃ اخلاص نقش تھی۔"

شیخ طسوفی نے یہ بات سن کر فرمایا:

"حضرت غوث اعظم نے سچ فرمایا وہ سلطانِ وقت ہیں۔"

میں کہتا ہوں: "اس واقعہ کو مولانا علی قاری، سیدی مصطفیٰ بکری وغیرہا نے بھی روایت کیا ہے، بلکہ شیخ اکبر نے شیخ محمد بن قاسم اوانی کے حوالے سے ذکر کیا کہ اُن کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا، وہ فرماتے ہیں:

”ابن قائد بارگاہی میں اپنے شکر پر نازاں تھے۔ انہوں نے کہا: ”میں حق کی طرف چلا تو میں نے اُس راستے پر کسی قدم کا نشان تک نہیں دیکھا، ہاں ایک قدم کا نشان دیکھا جو میرے آگے آگے تھا، تب مجھے تشویش ہوئی کہ یہ کس کا قدم ہے؟ اُس وقت مجھے کہا گیا: ”یہ تمہارے نبی کا قدم ہے۔“ یہ سن کر میرے دل کا اضطراب ختم ہو گیا، جب میں قریب ہوا تو پیرے لئے منبر دکھا گیا، میں اُس پر بیٹھ گیا۔ تب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے خلعتیں بھیجی گئیں جو مجھے پہنائی گئیں۔“ حضرت غوث اعظم نے فرمایا: ”ابن قائد مسکین ہے۔ میں بھی اُس مجلس میں موجود تھا اور وہ نوالہ یعنی خلعتیں میری طرف سے دی گئی تھیں۔“ تب آپ سے پوچھا گیا: ”آپ کہاں تھے کہ ابن قائد آپ کو دیکھ نہیں سکے؟“ تو آپ نے فرمایا: ”میں مقام ”مخدع“ میں تھا۔“ پھر آپ نے اُن خلعتوں کی نشانیاں بیان کیں جنہیں ابن قائد نے پہچان لیا اور کہا:

”شیخ عبد اللہ در نے سچ فرمایا۔“

”مخدع“ میم کے نیچے کسرہ اور وال پر فتح کے ساتھ یہ خزانہ ہے، ہیدی مصطفیٰ بکری کے ”افیہ“ میں صوفیہ کرام کی اصطلاحات کی فہم میں ہے:

وَّ مَخْدَعٌ مَوْضِعٌ يَتَرَدَّدُ لِقُطْبٍ وَ الْكَلْبُ سِرَّةٌ لِّلْكَلْبِ

”مخدع“ قطب کے چھپنے کی جگہ ہے اور جو کسی چیز کا راز ہے اُسے راز ہی رکھا جاتا ہے۔“

اور نوالہ اُن خلعتوں کا نام ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے اہل قرب کو پہنائی جاتی ہیں۔

پھر شیخ اکبر (اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے اسرار کے ذریعے نفع دے) نے فرمایا:

”ابن قائد نے جو قدم دیکھا تھا اور اُسے حقیقی طور پر نبی اکرم ﷺ کا قدم گمان کیا تھا، حالانکہ وہ آپ کے روحانی و معنوی وارث (حضرت غوث اعظم) کا قدم تھا اور اسی طرح اگر کسی دوسرے کو بھی کہا جائے تو محمدی قطب میں سے کسی کا قدم مراد ہوگا۔“

پھر شیخ اکبر نے مزید فرمایا:

”حضرت غوث اعظم علیہ السلام نے اُس مقام کا نام ذکر نہیں فرمایا جس پر وہ فاضل تھے بلکہ لفظ ”مخدع“ فرمایا تاکہ ابن قائد کو بتایا جاسکے کہ وہ اُس وقت دھوکہ کھا گئے جب انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت غوث اعظم کو بارگاہ رب العزت میں نہیں دیکھا (۱) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت انہیں حاصل تھی اُس کے مطابق اسی مقام کو بارگاہ رب العزت میں گمان کیا جس تک اُن کی رسائی تھی، انہوں نے بارگاہ رب العزت کو اُس معرفت الہیہ کے مطابق نہیں دیکھا جو حضرت غوث اعظم یا دیگر اکابر کو حاصل تھی۔ یوں حضرت غوث اعظم کا مقام ابن قائد کی نظروں سے اوجھل رہا، آپ نے جب فرمایا کہ آپ مقام ”مخدع“ میں تھے تو آپ نے ابن قائد کو یہ بات سمجھا دی کہ وہ دھوکے میں رہے ہیں اور حضرت غوث اعظم کا یہ فرمانا: ”میرے پاس سے ابن قائد کو نوالہ یعنی خلعتیں دی گئیں۔“ اس بات پر دلست کرتا ہے کہ آپ اُس مجلس میں ابن قائد کے شاگرد تھے اور انہوں نے آپ سے یوں استفادہ کیا کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلا۔ آپ اپنے اور

(۱) مخدع کا بارہ ۶۰۰۰ ہے جس کا لغوی معنی قریب اور دھوکہ دینے کے ہیں، یہاں مطلب یہ ہے کہ حضرت غوث اعظم علیہ السلام ایسے بلند مرتبہ مقام پر فائز تھے کہ بڑے بڑے اولیاء بھی آپ کا بخیر و نیاز دیکھتے اور آپ کا بلند مقام نہ دیکھ سکتے کہ سب دھوکے میں آگئے، غالباً اسی وجہ سے اس مقام کو ”مخدع“ سے تعبیر کیا گیا۔ واللہ اعلم ورسولہ بالصواب (مترجم)



دوسروں کے جو احوال بیان فرماتے لوگ اسے تسلیم کرتے تھے کیونکہ آپ کے گواہ آپ کے دعویٰ کی سچائی پر اپنی گواہی کے ساتھ ہر تصدیق ثبت کرتے تھے۔

ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ محمد بن قائد جن کا ذکر علامہ امینیہ میں سے ہیں جو کہ صوفیہ کرام میں پہلے درجے کے لوگ ہیں اور شیخ اکبر نے یکتائے روزگار افرود کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

”محمد بن قائد انہیں میں سے ایک ہیں۔ امام عبد القادر جیلانی جن کے اقوال پر رجال کو پرکھا جاتا ہے، انہوں نے اس بات کی گواہی دی ہے۔“

پھر شیخ اکبر نے مزید فرمایا:

”یہ یکتائے روزگار لوگ قطب سے فروتر درجہ کے ہیں۔“

سیدی مصطفیٰ بکری نے ”ورد السحر“ کی شرح میں فرمایا:

”شاید شیخ طحطاوی اور شیخ ابن قائد کے واقعے حضرت غوث پاک کو ”قدیمی ہذہ الہ“ کا اعلان کرنے کے حکم سے پہلے کے ہوں کیونکہ آپ کے اس ارشاد پر تمام معاصر اولیاء نے اپنے سر جھکا دیے تھے، اُس وقت کوئی ولی آپ کے نام اور مقام سے ناواقف نہیں رہا تھا اور حضرت غوث اعظم کے اس قول کو بھی اسی تناظر میں سمجھا جائے گا۔ آپ نے فرمایا تھا:

”دو مردوں نے کسی حال کے حوائے سے میرے ساتھ جھگڑا کیا تو

میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہی اُن کے سر تن سے جدا کر دیے

تھے۔“

یقیناً یہ واقعہ بھی اُن دونوں کی لاعلمی میں ہوا ہوگا اور انہیں آپ کے مرتبہ و مقام کے حوالے سے علم نہ ہوا ہوگا کہ آپ زمانے کے غوث اور قطب وقت ہیں کیونکہ اکابر اولیاء تو انتہائی ادب والے تھے اور کسی صورت میں آپ سے آگے قدم نہیں بڑھاتے تھے۔

آنکھیں سمجھتے:

حضرت غوث اعظم کا اپنے عبادات بیان کرتے ہوئے یہ فرمان:

”پھر غصے کی بیماریاں شفاء میں تبدیل ہو گئیں، خواہشات مر گئیں اور شیطان مسلمان ہو گیا۔“

یہاں شیطان کے مسلمان ہونے سے مراد اُس کا حضرت غوث اعظم کے سامنے ہتھیار ڈالنا اور یوں سر جھکانا ہے کہ وہ پھر آپ کو کسی حال میں بھٹکانے کی کوشش نہیں کرے گا، کیونکہ وہ آپ کو پھسلانے سے مایوس ہو چکا تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کے بارے میں شیطان کا قول ذکر فرمایا:

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ۔ (۱)

”مگر جو اُن میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔“

اور خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے شیطان کو اپنے مخلص بندوں کے حوالے سے

فرمایا:

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ۔ (۲)

(۱) سورہ زمر ۳۰

(۲) سورہ زمر ۳۲

”بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔“

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت غوث اعظم کے فرمان میں مذکور شیطان کے اسلام کو ایمان سے کیوں تعبیر نہیں کیا گیا؟ حالانکہ یہ ممکن تھا کہ شیطان سے انسان کا ہمزاد مراد لے لیا جاتا اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا شیطان مسلمان ہو گیا تھا، جیسے کہ حدیث میں ہے، اور جو چیز معجزہ ہو سکتی ہے وہ کرامت بھی ہو سکتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے شیطان کے اسلام لانے کا مسئلہ جیسے کہ امام مسلم اور امام احمد بن حنبل نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے درج ذیل ہے:

عن ابن مسعود أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما منكم من أحد إلا وقد وكل به قرينه من الجن و قرينه من الملائكة، قالوا: وإيأت؟ قال: وإيأى، إلا أن الله أعانني عليه فأسلم فلا يأمرني إلا بخير۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جنات اور ملائکہ میں سے ایک ایک قرین مقرر کیا جاتا ہے۔“

صحابہ نے پوچھا:

”کیا آپ کے ساتھ بھی؟“

(۱) اس حدیث کو امام مسلم (۲۲۸، ۲۶۷، ۱۳) نے و امام احمد نے (۲۸۵، ۲۵۷) میں اور شیخ نے اپنی سند (۲۵۱۲) میں اور طبرانی نے کبیر (۱۰۱۲) اور معجم (۹۲۱۳) میں اور بیہقی نے کنز (۵۲۸/۹) اور سنن ترمذی نے (۲۱) میں روایت کیا۔

تو آپ نے فرمایا:

”ہاں میرے ساتھ بھی مگر اللہ تعالیٰ نے (میرے جن کے خلاف)

میری مدد فرمائی تو وہ اسلام لایا اور وہ مجھے نیکی کا ہی حکم دیتا ہے۔“

اس حدیث میں لفظ ”اسلم“ بمعنی پر فتح اور ضمہ کے ساتھ دونوں طرح آیا ہے، بمعنی پر ضمہ کی صورت میں معنی ہوگا: ”تا کہ میں اس کے فتنے اور مکر سے محفوظ ہو جاؤں۔“ جبکہ قاضی عیاض اور امام نووی نے دوسری روایت یعنی بمعنی پر فتح کو ترجیح دی ہے اور یہی روایت مختار بھی ہے۔ اب اس کا معنی ہوگا: ”پس وہ جن ایمان لے آیا۔“ اور اس روایت کو ترجیح دینے کی دلیل رحمت عالم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ”پس دو مجھے شہر کا ہی حکم دیتا ہے۔“ ان الفاظ میں جو بات اشارہ میں کہی گئی وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں صراحت سے کہہ دی گئی۔ اس حدیث کو بزار نے یوں روایت کیا ہے:

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

فصليت على الأنبياء، بخصلتين، كان شيطاني كما فدا

فأعانني الله عليه فأسلم، قال: ونسيت الأخرى۔ (۱)

”مجھے (گذشتہ) انبیاء پر دو چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی، میرا شیطان کا فر تھا، تو اللہ نے میرے قرین کے خلاف میری مدد فرمائی تو دو مسلمان ہو گیا راوی کہتے ہیں میں دوسری فصلت بھول گیا۔“

یہ حدیث ہمزاد شیطان کے ایمان پر توجہ دلاتی کرتی ہے مگر حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی: ”مجھے انبیاء پر فلاں چیز کے ذریعے فضیلت دی گئی“ نے مجھے

(۱) شرح مسند للنووی: ۱/۱۵۷



حضرت غوث اعظم کے مذکورہ بالا فرمان میں ہمزاد شیطان کے اسلام کو ایمان سے تعبیر نہیں کرنے دیا، اس لئے اُن کے فرمان میں ”اسلمہ“ کا معنی سر جھکانا اور ہتھیار ڈالنا سلامتی کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری گفتگو اپنے اختتام کو پہنچی، بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر اس کتاب کی تالیف کے بعد نظر ثانی اور ترمیم میں بہت عرصہ لگ گیا اور کئی احباب نے اس کی تکمیل کے لئے اشتیاق ظاہر کیا، اس سلسلے میں میرے ساتھ میرے زمانے کے افضل اور بڑے علماء نے مراسلت بھی کی، اور جن لوگوں نے نظم کے ذریعے مجھے کتاب کی تکمیل پر ابھارا اُن میں سے ہمارے عالم دوست فصیح و بلیغ شاعر سید محمد گیلانی ابن ولی کامل سیدی سید ابراہیم قادری ہیں، انہوں نے اپنے مکتوب میں سلام و دعا کے بعد لکھا:

”محترم مجھے یاد پڑتا ہے کہ عربی کی ضرب الامثال میں سے ہے:

”بہترین نیکی وہ ہے جو جلدی ہو اور کم از کم نیکی وہ ہے جو بے شک تاخیر سے ہی ہو۔“

بادشاہوں کی خدمت انتہائی چابکدستی سے سرانجام دی جاتی ہے، یہ چابکدستی کیوں نہ ہو؟ ایسے شخص کے لئے انتہائی قرب اور محبت ہوتی ہے، ایسے لوگ ہر انعام کے مستحق ہوتے ہیں اور ہر مقصد کو آسانی سے حاصل کر لیتے ہیں۔

فسارع لجنات النعیم فمهرها و ربك ذب عن كرام الله  
فقابل ردودات الحسود بقوله من الحق تنفي كل ليس و فرية  
وقل إن عرضي والأحبة كلهم وقاء لعرض القطب تاج الأجلة

تکن و حیاة الشیخ أقرب خادم لیدیہ و تکی العز لی کل وجهہ  
فدیتک لا تزهد فبأر هدهم هدی و داو کلوم الدین و اقبل وصیتی  
فلو کان رد بالممات لمتها ولكن بالنصاف وجوده فکرة  
و حیث عدمنا من یدافع مثلكم طلبتم بفرض لا یفعل وسنة  
خصصت بفضل فاحمد الله انها لعزة مجدها کلها دون شرکة

نعمتوں والی اُس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا میرا تمہارے رب کی قسم عزت والے اس کا دفاع کرنا ہے۔

حاسد کے اعتراضات کا مقابلہ حق پر مبنی ایسے قول کے ساتھ کرو جو ہر ابہام اور تہمت کی نفی کر دے۔

اور یہ کہو: میری اور میرے تمام احباب کی عزت اُس قطب ربانی کی عزت کے لئے ذوالحال ہے جو عظیم لوگوں کے سر کا تاج ہے۔

غوث اعظم کی پاکیزہ زندگی کی قسم آپ اُن کے قریب ترین خادم بن جائیں گے اور آپ کو ایسی خلعت پہنائی جائے گی جو ہر جگہ قابل عزت ہوگی۔

میری جان آپ پر غار ہو، آپ غوث اعظم کے گستاخوں کو بے لگام نہ چھوڑیں، ایسے لوگوں کا محاسبہ نہ کرنا مناسب نہیں، میری گزارش قبول فرمائیں اور دینی اعتبار سے بیمار شخص کا علاج کیجئے۔

اگر موت سے اس بد نصیب کا رد ممکن ہوتا تو میں خود اس مقصد کے لئے مرجاتا، لیکن اس بے ادب کا علاج تو انصاف اور جولانی فکر سے ہی

ہو سکتا ہے (اور وہ آپ ہی کر سکتے ہیں)

✽ اور جب ہمیں ایسا شخص نہیں ملا جو آپ کی طرح غوثِ اعظم کا دفاع کرے تو آپ سے سنت یا نقل نہیں فرض کی اور اپنی کا مطالبہ کیا گیا۔  
✽ آپ کو (غوثِ اعظم کے دفاع کی سعادت) عطا کی گئی پس آپ اس سعادت پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں، کہ آپ کو دی گئی فضیلت ایسی عزت ہے جس میں کسی کی شراکت نہیں۔

یہ سب ہمارے فاضل دوست سید محمد گیلانی کا حسنِ نظر ہے ورنہ میں (حضرت مصنف) اس قابل نہیں اور اللہ تعالیٰ کا فضل بہت وسعت والا ہے۔

میں نے اس کتاب کی تالیف کے دوران حضرت غوثِ اعظم کی کثیر کرامات کا مشاہدہ کیا، ان کرامات سے مجھے بیشِ نظر کتاب کی قبولیت کا اندازہ ہوا اگرچہ اس کتاب کا مؤلف حقیر ترین، انتہائی عاجز اور کمزور انسان تھا، خود حضرت غوثِ اعظم ﷺ نے مجھے ایسی بشارتیں عطا فرمائیں جن میں ان شاء اللہ دونوں جہاں کی بھلائی ہے، اللہ تعالیٰ مجھے آپ کی ہر کتیں نصیب رکھے، مجھ پر اور میرے جملہ جنوں پر اُن کے فیوض و برکات کی بارشیں برستی رہیں، بعض مؤلفین کا معمول ہے کہ وہ اپنی تالیفات بادشاہوں اور امراء کو پیش کرتے ہیں جبکہ میں اپنی کتاب اس بارگاہ میں پیش کرتا ہوں جس کے دفاع میں یہ کتاب لکھی گئی۔

من يقدم مهديا للأمرأ      مابہ الفكر هي والهمرا  
فأنا أهدي كتابي للذي      هو سلطان جميع الكبر  
غوث أهل الله والكل له      خضع انهام نهى أو أمرا

من یکن یعزل بالموت فذا      نافذ الحکم وہبہ قبرا  
یا سلیل المصطفیٰ رغما لمن      یخذل الحق وما أن قدرا  
جنت من ریحانیہ زهرة      ظاہل منها الکیون عرفا نشرا  
سیدی اقبل من مقل جہدہ      حرکتہ غیرہ فانتصرا  
وورائی ناصرہ دین الہدی      نفعہم عم الفضل مبتکرا  
کلہم أبرء علما وحجا      ویراعا من عبید بدرا  
عارفاً معترفاً أنَّ حبا      کم الی تصنیفہ ما افترا  
کلنا نقدی لسم هذا الغوث ابن      رامہ غیر بهضم وازدرا  
بل تراب النعل نرعی قدرہ      واکتحال منہ یشفی البصرا  
وعلی الجبلی بأجلال تحیا      ت حب واعتقاد کبرا  
تنتحی بغداد شوقا ما سری      بالرسالات نسیم سحرا

✽ جو شخص امراء کو تحفہ پیش کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے (مجھے لگتا ہے کہ) اُسے عقل سے کچھ حصہ نہیں ملا۔

✽ میں اپنی کتاب انہیں پیش کرتا ہوں جو تمام اولیائے کبار کے سلطان ہیں۔

✽ وہ تمام اہل اللہ کے غوث ہیں وہ حکم دیں یا منع کریں، سب کی گردن اُن کے سامنے خم ہے۔

✽ یہ کون ہے جو موت کے سبب معزول ہوا اُن کا تو اپنے مزار مبارک میں بھی حکم نافذ ہے۔



اے مصطفیٰ کریم ﷺ کی نسل، اس شخص کی خواہش کے برعکس جو حق کو رسوا کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ (یعنی جو آپ کی سیادت کا انکار کرتا ہے)

آپ حسین کریمین کے گلشن کا ایسا پھول ہیں جس کی خوشبو کائنات میں مہک رہی ہے۔

میرے آقا ایک بے مایہ کی کوشش قبول فرمائیں اسے قادر کی غیرت نے مجبور کیا تو وہ دفاع کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

اور میرے پیچھے دین ہدایت کے وہ مددگار تھے جن کا نفع پہلے ہی فضا میں پھیلا ہوا تھا۔

وہ سب اس غلام سے بڑھ کر علم و محبت اور تحریر میں ماہر تھے جس نے (بارگاہِ غوثیت کے دفاع میں) ثجالت سے کام لیا۔

وہ (غلام) جانتا ہے اور اس بات کا مغرّف ہے کہ آپ کی بارگاہ اس کی تصنیف (کے ذریعے دفاع) کی محتاج نہیں۔

ہم سب اس غوث کے نام پر قربان ہوں جن کی عزت پر ایک جاہل نے کچھ اچھا لئے کا ارادہ کیا۔

بلکہ ہم تو ان کی اس پاپوش کا بھی احترام کرتے ہیں جس کی خاک کا سرمہ آنکھ کو شفا دیتا ہے۔

اور غوثِ اعظم کی بارگاہ میں احترام کے ساتھ عقیدت اور محبت سے بھرپور سلام پیش ہیں۔

جب بھی نسیم سحر بغداد سے پیغامات لاتی ہے ہم بغداد کی طرف شوق سے بڑھتے ہیں۔

”الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ“ (۱)

”سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ نہ دکھاتا۔“

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ (۲)

”اے ہمارے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔“

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (۳)

”اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔“

”اے اللہ ہم تجھ سے دنیا اور آخرت میں مقبوضانیت اور معافی کا سوال کرتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد اور آپ کی آل و اصحاب پر سلام بھیجے،

اس کتاب کی تکمیل ماہ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ میں آنے والی میلاد شریف کی رات مکمل ہوئی

(۱) سورہ اعراف: ۴۳

(۲) سورہ آل عمران: ۸۰

(۳) سورہ بقرہ: ۲۰۱

اے اللہ اہم تیرے شکر کے ذریعے انواع و اقسام کی خوبیاں حاصل کرتے ہیں اور تیری شانہ کے ذریعے اپنی طبائع کو ایسی جگہوں سے موڑتے ہیں جہاں ملامت کا سامان کرنا پڑے۔

صلوات و سلام ہو اولاد آدم کے سردار، آپ کی آئی و اصحاب اور اُن لوگوں پر جو تیز دھار تلواروں سے ہر الم کا سر تن سے جدا کرتے ہیں، نیز اُن لوگوں پر جو مضبوط نیزوں کے ذریعے حق سے پر گشتہ ہونے والوں پر وار کر کے کئی کو دور کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام کے بعد دُر الطباع کا پروف ریڈر کہتا ہے: اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی توفیق کے ساتھ "السيف الرباني في عنق المعترض على الغوث الجيلاني" کی پرنٹنگ کو خوبصورتی بخشی، یہ رسالہ اسم باسملی ہے اور یہ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اسے فاضل ترین شخصیت نے تحریر کیا، وہ شخصیت جس کی تصنیفات اپنی خوبیوں کی خود بہترین دلیل ہیں، مصنف خود اہل علم و تقویٰ کی اولاد ہیں، انہیں کامیابی کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا ہوئی، میری مراد فاضل اور عظیم انسان شیخ سید محمد علی ابن ولی کامل، مشہور استاد سیدی مصطفیٰ بن عزوز ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ ہمیں اُن کے طفیل نفع عطا فرمائے، رحمت عالم ﷺ اور آپ کی آئی کے صدقے اُن کی اولاد میں برکتیں عطا فرمائے اور اس کتاب کی پرنٹنگ ٹیونس کے سرکاری پرنٹنگ پریس سے ماہ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ میں ہوئی۔

ملحق جو کہ درج ذیل امور پر مشتمل ہے:

**مقدمہ ناشر اول:** علامہ علی الرضا بن الحسین تیوسی۔

**مصنف کتاب:**۔۔۔ حالات و خدمات، ڈاکٹر ممتاز احمد سیدی لازہری

**تقریظ:** معروف ادیب سید محمد الاکھر بن سیدی سید الحسین بن علی بن عمر علوی عزوزی۔

**تقریظ:** تیونس کے شیخ الاسلام علامہ احمد بن خوجہ۔

**تقریظ:** مفتی اعظم تیونس علامہ احمد الشریف ماسکی۔

**تقریظ:** عالم جلیل، فاضل نبیل سید محمد سنوسی۔

**تقریظ:** عظیم شاعر و ادیب، عالم جلیل سید محمد شیخ الاسلام الخوجہ

**تقریظ:** عالم جلیل سید محمد بیرم (رحمۃ اللہ علیہ)

**تقریظ:** عالم جلیل، ادیب شہیر سید یوسف بن عوفی زبیدی۔

**تقریظ:** سید احمد جمال الدین

**تقریظ:** سید محمد العربی داود



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## مقدمہ ناشر اول

علامہ علی الرضا بن الحسن تیسوی

میں ایک طویل عرصے سے عالم اجل سیدی علامہ محمد کی بن مصطفیٰ بن عزوڑیؒ کے حالات زندگی بہت کوشش کے ساتھ تلاش کر رہا تھا اور میری اس جستجو کے فقط دو سبب تھے۔

پہلی وجہ تو خالفتنا اسلامی تھی، میرے دل میں یہ احساس پوری شدت سے چل رہا تھا کہ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور عربی زبان کی گہرائیوں سے علم و حکمت کے موتی نکالنے والے علماء نے جو علمی ورثہ چھوڑا ہے، اُسے زندہ کیا جائے جو اُن کے عہد میں طباعت کے وسائل آسانی سے میسر نہ ہونے کے سبب زیور طبع سے آراستہ نہ ہوئے کیونکہ عصر حاضر میں طباعت کے جو وسائل مہیا ہیں وہ حضرت مصطفیٰ علیہ الرحمۃ کے عہد تک بہت زیادہ عام نہ تھے۔

دوسری وجہ قرابت داری کا وہ حق ہے جس کی ذمہ داری میں اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں، مجھے اُس وقت تک چین نہ آئے گا جب تک میں اپنی اُس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہو جاؤں جسے میں نے اپنے ولید گرامی سیدی علامہ زین العابدین تیسوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ارشاد اور اُن کی حوصلہ افزائی کی بنیاد پر اپنے ذمے لیا تھا اور یہ ذمہ داری

درج ذیل حضرات کے علمی آثار کو زیر طبع سے آراستہ کرنے کی تھی۔

- (۱) والد گرامی کے ماسوں علامہ محمد کی بن مصطفیٰ بن عزوز
- (۲) گرامی قدر ماسوں امام اکبر شیخ الازہر شیخ محمد خضر حسین
- (۳) گرامی قدر چچا علم لغت کے عظیم عالم محمد کی بن احسین تیونس
- (۴) والد گرامی سیدی علامہ زین العابدین بن حسین تیونس

میں نے اپنے وقت اور مالی سرمائے کو خرچ کر کے دن رات کوشش کی کہ میں مذکورہ ہاں حضرات کے علمی سرمائے کو زیر طبع سے آراستہ کروا سکوں، تب میں نے اپنے علم اور اپنی استطاعت کے مطابق علم شریعت کی باریکیوں اور علم لغت کی گہرائیوں سے آگاہ اپنے ماسوں امام اکبر شیخ الازہر شیخ محمد خضر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے سارے علمی اور فکری کام کو مرتب کر کے طبع کروایا۔ یوں میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایک علمی اور خاندانی ذمہ داری نبھائی۔

جبکہ میں نے سیدی حسین کے دو بیٹوں سیدی محمد کی اور سیدی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات جمع کر کے ان میں سے اکثر کو تو چھپوا دیا ہے جبکہ بعض کتب زیر طبع ہیں۔

سیدی محمد کی رحمۃ اللہ علیہ کے آثار علمیہ کی تلاش میں مجھے بہت محنت کرنا پڑی۔ مجھے جستجو کے اس سفر میں جہاں کہیں جانا پڑا، میں گیا۔ میں نے مخطوطات کے ماہرین اور لائبریریوں کی خبر رکھنے والے اہل علم سے معاونت اور رہنمائی طلب کی۔ میری جستجو مجھے اکھاں کشاں استنبول، دمشق، بغداد، قاہرہ، تیونس، رباط اور قنطوان کی اہم لائبریریوں میں لے گئی، آپ کے علمی آثار مخطوطات کے تاجروں نے قنطوان نامی شہر تک پہنچائے جو وہاں کی قومی لائبریری کا حصہ ہے، میں نے انتہائی توجہ سے استنبول میں آپ کی علمی تحقیقات

کو تلاش کیا جہاں آپ نے اپنی حیات مستعار کا آخری حصہ گزارا تھا، اگرچہ مجھے آپ کا علمی ورثہ بہت کم ملا مگر مجھے جو کچھ دستیاب ہوا اس کے سبب انتہائی خوشی نصیب ہوئی۔

میں نے اپنے تمام وسائل صرف کر کے پیش نظر کتاب قارئین کی خدمت میں پیش کی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کر کے اس کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میں اسی کی توفیق سے اپنی ذمہ داری پوری کر سکا ہوں۔ ذمہ دار یوں کے حوالے سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔

میں اس مقدمے کو ہرگز طول نہیں دوں گا کیونکہ میرے پاس حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و علمی خدمات کے حوالے سے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے جو میں نے پیش نظر کتاب کے شروع میں شامل کر دیا ہے۔ (۱) میں اپنی اس علمی خدمت کے بدلے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلبگار ہوں۔

علی الرضا احسین تیونس

دمشق

۲۰ رجب ۱۴۰۴ھ اپریل ۱۹۸۴ء

(۱) علامہ علی الرضا احسین کو علامہ محمد کی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے جو مواد دستیاب ہوا انہوں نے اسے جوں کا توں کتاب میں شامل کر دیا، جس کی آئندہ صفحات میں راقم نے تفصیل پیش کر دی ہے۔ (ملاز احمد مدنی)



## مصنف کتاب۔۔ حالات و خدمات

ڈاکٹر ممتاز احمد سیدی (ایم اے، پی ایچ ڈی جامعہ الازہر)

یوں تو پیش نظر کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے کتاب کی ہر ہر سطر سے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت علمی، کثرت مطالعہ، فکری وسعت اور روحانیت آشکار ہوتی رہی مگر کتاب کے دستیاب دونوں (ہندوستانی اور تیوسی) میں ان کے حالات زیادہ تفصیل سے دستیاب نہیں تھے، اس لیے مجھے مصنف علیہ الرحمۃ کے تفصیلی حالات کے بغیر کتاب چھاپنا کسی قدر ادھورے پن کا احساس دل رہا تھا۔ مجھے بار بار یہ خیال آتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس منتخب بندے کو محبوب سبحانی، شہباز لامکانی سیدنا غوث اعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع کرنے کی سعادت بخشی ہے، اس عظیم ہستی کا مفصل تعارف کروانا ہماری اخلاقی ذمہ داری ہے، میں اسی فکر میں غلطاں یہ سوچ رہا تھا کہ عرب تذکرہ نگاروں نے اپنی کتب میں اس عظیم شخصیت کا تذکرہ کیا ہے یا نہیں؟ اس دوران ترجمہ کی کمپوزنگ بھی مرتبہ پروف ریڈنگ کے بعد فائنل پرنٹ کے لیے تیار تھی تب ایک عجیب اتفاق ہوا جو بظاہر اتفاقیہ امر تھا مگر وہ مشیت ایزدی کا حصہ تھا، میں والد گرامی حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ کی لائبریری میں کوئی کتاب تلاش کر رہا تھا مگر تلاش بسیار کے باوجود مجھے وہ کتاب تو نہ ملی مگر السیف الربانی کا وہ نسخہ میرے سامنے آ گیا جسے دمشق سے حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے بھائی علامہ زین العابدین بن حسین تیوسی کے بیٹے

علامہ علی الرضا بن الحسن تیسوی نے ۱۹۸۴ء میں طبع کروایا تھا اور اس کا عکس لے کر اُسے ہمارے فاضل دوست مولانا صلاح الدین سعیدی نے ۲۰۰۰ء میں لاہور سے طبع کروایا تھا۔ مجھے یہ نسخہ کیا ملا کہ میرے دل کی مراد بر آئی۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے ذی علم نواسے علامہ علی الرضا نے تقریباً چھ کتب سے آپ کے حالات حاصل کر کے جوں کے توں کتاب میں شامل کر دیے۔ اس کے علاوہ تینوں کے بڑے بڑے اہل علم کی نثری اور منظوم تقریظات بھی اس کتاب میں شامل تھیں جن میں سے چند منتخب تقریظات ہم نے بھی ملحق کے عنوان سے کتاب کے ترجمہ میں شامل کر دی ہیں۔ ان علماء میں سب سے بڑا نام امام اکبر سابق شیخ الاسلام شیخ محمد انظر الحسین رحمہ اللہ کا ہے، جو حضرت مصنف کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔

حضرت مصنف کا اسم گرامی ابو عبد اللہ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز (رحمہ اللہ) تھا (۱) آپ کا نسب چونتیس واسطوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ (۲) آپ رمضان المبارک ۱۲۷۰ھ بمطابق ۱۸۵۴ء کو نطفہ میں پیدا ہوئے۔ (۳) آپ کی پیدائش ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جس کے بارے میں تینوں کے سابق مفتی اعظم علامہ محمد بن عاشور لکھتے ہیں: ”اس گھرانے کی قدروقیمت مصنف علیہ الرحمۃ کے دادا سیدی محمد بن عزوز رحمہ اللہ کے تقویٰ و طہارت اور علمی رسوم کی وجہ سے تھی، آپ نے الجزائر کے مشہور ترین صوفی بزرگ شیخ محمد بن عبد الرحمن ازہری کے ہاتھوں اپنی تعلیم مکمل کی۔“ (۴)

حضرت مصنف کے گھرانے کو مزید علمی اور روحانی شہرت اور عزت اُن کے والد گرامی علامہ مصطفیٰ بن محمد بن عزوز رحمہ اللہ کے سبب ملی، آپ کے حوالے سے تینوں

کے وزیر قلم و مشاورت علامہ احمد بن ابی ضیاف لکھتے ہیں: ”ابو الخبہ سیدی مصطفیٰ بن عزوز (رحمہ اللہ) ایک عالم دین، ولی اللہ اور عارف باللہ شخصیت تھے، آپ علم و فضل اور تقویٰ و طہارت سے مزین ایک گھرانے میں پیدا ہوئے، آپ (اصل الجزائر کے ایک شہر البرج سے تعلق رکھتے تھے) تینوں تشریف لائے جہاں آپ نے سلسلہ خلوتیہ رحمانیہ کو فروغ دیتے ہوئے امت کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ نے لفظ نامی شہر میں خانقاہ قائم کی۔۔۔ آپ ایک متقی اور پرہیزگار صوفی اور فقیہ تھے، آپ نے اپنی زندگی ذکر و فکر، عبادت و ریاضت، وعظ و تبلیغ، اصلاح احوال، ضرورت مندوں کی مدد، مساکین پر شفقت، سالکین کی تربیت اور صالحین کے اخلاق اپنانے اور پکھیلانے کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ آپ قرآنی اسرار بیان کرتے ہوئے فصیح زبان اور بلیغ اسلوب سے مالا مال تھے، مقام عرفان میں عظیم ذوق کے مالک اور عظمت کے باوجود محض وانکسار سے متصف تھے، نیز ہر شخص کے لیے بلا تفریق سراپا شفقت اور ہیکر خیر و برکت تھے۔ آپ اللہ کے بندوں کو ہدایت، ایمان اور احسان کی طرف بلاتے تھے، اُن کی ذات میں اہل اللہ کی خوبیاں اور اُن کے انوار و اسرار اور زہد کے مظاہر بخوبی دیکھے جاسکتے تھے۔ آپ اپنے چھوٹے سے چھوٹے اعمال کا محاسبہ کرتے رہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری آپ کی بہترین آرزو تھی۔ آپ اپنے انجام (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری) کو سامنے رکھ کر اپنے حال میں مست رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیر کی شب اور ماہ ذوالحجہ ۱۳۱۲ھ کی آخری رات میں آپ کی ملاقات کو پسند فرمایا تو آپ کی روح آپ کے قفسِ عنبری کو چھوڑ کر رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئی۔ آپ کو تینوں کے شہر لفظ میں واقع آپ کی خانقاہ میں دفن کیا گیا، آپ نے دنیا



کو اس حال میں چھوڑا کہ آخرت تو آپ کے لیے سراپا خیر تھی مگر اہل دنیا بھی آپ کا ذکر خیر کر رہے تھے۔ (۵)

حضرت مصنف سید محمد کی رحمۃ اللہ علیہ کے سراپا علم و عمل اور بیکر عجز و نیاز والد گرامی اُن کے پہلے استاذ تھے، اس حوالے سے علامہ محمد بن محمد مخلوف لکھتے ہیں:

”آپ کے والد گرامی نے آپ کی بہترین تربیت فرمائی، آپ نے اپنے والد گرامی سے ظاہری اور باطنی علوم حاصل کیے۔“ (۶)

تیونس کے مفتی اعظم علامہ محمد بن عاشور نے حضرت مصنف کے والد گرامی کا تقویٰ و طہارت اور علم و فضل بیان کرنے کے بعد فرمایا:

”اپنے اس عظیم والد کے زیر سایہ تقویٰ، مردت اور عزت سے مالا مال ماحول میں آپ نے پرورش پائی۔“ (۷)

سیدی محمد کی رحمۃ اللہ علیہ نے گیارہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔ (۸)

آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والدین کی آغوش میں حاصل کی مگر بعد میں دیگر علمی اساتذہ سے بھی اکتساب علم کیا، ذیل میں اُن حضرات کے اسماء درج ہیں:

- (۱) آپ کے چچا زاد بھائی نور آپ کے استاذ شیخ محمد بن عبدالرحمن ہارزی بن عزوز
- (۲) شیخ مدنی بن عزوز
- (۳) علامہ عمر بن اشج
- (۴) مفتی محمد انصار ماکلی
- (۵) سیدی محمد البشیر توانی رحمۃ اللہ علیہ (۹)

سیدی محمد کی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا اساتذہ سے اکتساب فیض کے بعد اپنے ذاتی

مطالعہ کی بدولت علوم عقلیہ اور نقلیہ کے ساتھ ساتھ اصول اور فروع میں مہارت سے تمامہ حاصل کرنے کے بعد منصب تدریس پر فائز ہوئے اور آپ سے علماء کی بہت بڑی تعداد نے استفادہ کیا۔ (۱۰)

علاوہ ازیں آپ ۱۲۹۷ھ میں تیونس کے شہر نقطہ میں پہلے مفتی اور پھر قاضی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ (۱۱)

۱۳۱۳ھ میں ترکی کے شہر آستانہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں آپ کو دارالافتون میں حدیث کا استاذ مقرر کیا گیا جبکہ بعد میں مدرسۃ الموعظین میں استاذ کی حیثیت سے آپ کی تعیناتی ہوئی۔ اہل آستانہ میں بالعموم اور آستانہ کے اہل علم میں بالخصوص آپ کو انتہائی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ (۱۲) آپ دونوں مدرسوں میں عربی اور ترکی زبان میں درس دیا کرتے تھے۔ آپ نے آستانہ میں قیام کے دوران تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، بلاغت، ادب، جغرافیہ اور فلکیات کا درس دیا۔ (۱۳)

سید محمد کی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کا ذکر شیخ محمد بن مخلوف نے شجرۃ النور الزکیہ فی طبقات المالکیہ میں، خیر الدین زرنکی نے الاعلام میں، عمر رضا کحالی نے معجم الموعظین میں، محمد الفاضل بن عاشور (مفتی اعظم تیونس) نے تراجم الاعلام میں انتہائی اختصار سے کیا مگر آپ کے تمیز رشید محسن ذکر کرنے آپ کی تصنیف عقیدۃ الاسلام طبع کی تو اُس کے آغاز میں ایک طویل مقدمہ لکھا جس میں اُنہوں نے اپنے استاذ کی تقریباً چھتیس تصنیفات کی ایک فہرست دی۔ وہ لکھتے ہیں:

سید محمد کی رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف علوم و فنون میں رسائل اور کتب کی صورت میں نفیس تصانیفات ساٹھ سے زیادہ ہیں، اُن میں سے کچھ تو وہ ہیں

جنہیں آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں خود طبع کروایا جبکہ باقی بعض کتب کی طباعت کے لیے راقم الحروف اور سید کی بن اکامل بن عزوز کو سعادت حاصل ہوئی۔ آپ کی نفیس تالیفات رسائل اور کتب کی صورت میں ہیں اور مختلف علوم و فنون جیسے کہ توحید، حدیث، تفسیر، فقہ، اصول، تجوید و قرأت، تصوف، ہیئت، توقیت، ادب، تاریخ پر مشتمل ہیں۔ ہم وہ کتب ذکر کرتے جو ہمارے علم میں ہیں، پھر انہوں نے تقریباً چھتیس کتب کے نام ذکر کرنے کے بعد کہا اس کے علاوہ آپ کے کئی مضامین ہیں جو مختلف اخبارات اور مجلات میں طبع ہوئے اگر انہیں جمع کر دیا جائے تو یہ مضامین بھی ادب، اخلاق، تاریخ اور فلسفہ پر مشتمل ایک عظیم علمی خزانہ ہوگا۔ (۱۳)

سید محمد کی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید محسن ذکر یا نے آپ کی تقریباً چھتیس تالیفات کے نام ذکر کئے تھے مگر اسماعیل بغدادی نے اپنی کتاب ایضاح المکنون فی الذیاء علی کشف المکنون عن اسامی الکتاب والفنون کی پہلی اور دوسری جلد کے مختلف صفحات پر سید محمد کی رحمۃ اللہ علیہ کی چھپا سنہ کتب کے اسماء تحریر فرمائے ہیں۔ یہ فہرست درج ذیل ہے اور ہر کتاب کے سامنے ایضاح المکنون کا جلد اور صفحہ نمبر درج ہے:

- (۱) ارشاد الحیران فی خلاف قالون لعثمان . فی القراءۃ . تالیف السید محمد مکی بن مصطفی بن محمد الشریف أبی عبد اللہ الحسنی الإدریسی المالکی التونسی المعروف بابن عزوز ولد سنة ۵۴۷ھ . (۶۰/۱)
- (۲) إسعاف الأخوان فی جواب السؤال الوارد عن داغستان (۷۸/۱)

- (۳) أصول الطرق و فروعها و سلسلہا (۹۲/۱)
- (۴) إقناع العاتب فی آفات المکاتب (۱۱۳/۱)
- (۵) الإنباء فی معنی الحب فی اللہ و البغض فی اللہ (۱۴۹/۱)
- (۶) الإنصاف فی تحریم الصور و لو مأخوذة بالفوتو غراف (۱۳۴/۱)
- (۷) بروق المیاسم فی ترجمة الشیخ سیدی محمد بن أبی القاسم (۱۷۷/۱)
- (۸) بطاقة العقائد (۱۸۵/۱)
- (۹) بهجة الشائقین . منظومة لمصطفی بن عزوز الشریف الإدریسی التونسی المالکی . بشرح ولده محمد المکی (۲۰۱/۱)
- (۱۰) التخت فی إرشاد المنتقب عن معنی البخت (۲۶۹/۱)
- (۱۱) تذکرة المنصفین فی أن المکشفات الجدیة لا تکذب الدین (۲۷۷/۱)
- (۱۲) التفریہ بحل الإشکال فی صلاة التراويح (۳۰۱/۱)
- (۱۳) التفہیم لمن جہل معنی القلب السليم (۳۱۳/۱)
- (۱۴) تنخیص الأسانید . و هو الثبت المختصر لابن عزوز محمد مکی (۳۱۷/۱)
- (۱۵) التنزیہ عن التعطیل و التشبیہ . (۳۲۹/۱)
- (۱۶) تنظیف الوعاء من سوء الفہم فی آية: (و ان لیس للإنسان إلا ما سعى) (۳۳۰/۱)
- (۱۷) تنویر الحوالم فی أن رفع الیدین فی الصلاة هو الراجع فی مذهب الإمام مالک . (۳۳۳/۱)



(١٨) تهذيب التفاسير القرآنية - (٣٣١/١)

(١٩) الجواب المنصور عن سؤال الدكتور - (٣٤٣/١)

(٢٠) الجواهر المرتب في العمل بالرياء المنيب - (٣٨٣/١)

(٢١) حزم البهظان في أن الصلاح و الفساد يسريان من الخلق - (٣٠٢/١)

(٢٢) القول الصريح في المناسك على القول الصحيح - (٣٠٩/١)

(٢٣) حقيقة الأمر في تحريم البيرة والتداوى بما فيه الخمر - (٣١١/١)

(٢٤) ديوان ابن عزوز - (٣٨٦/١)

(٢٥) "ذخيرة العكية في الخزانة المدنية" - (٥٣٢/١)

(٢٦) الرحلة الجزائرية - (٥٥٠/١)

(٢٧) ردة المذاهب فيما يقلد و ما يقلد من مسائل المذاهب - (٥٥٣/١)

(٢٨) الرشقة الهنية في المذاكرة المأمونية - (٥٤٥/١)

(٢٩) رفع اللكة في المحاكمة بين عالمي مكة - (٥٨٠/١)

(٣٠) رفع الهوس في صلاة الصبح وقت الفل - (٥٨١/١)

(٣١) الرياض اليواسم في رواية حفص عن عاصم . في الفراء - (٦٠٠/١)

(٣٢) "زاهر في إجابة الأخ محمد ظاهر" - (٦٠٤/١)

(٣٣) المؤلف في ترجيح تقويض السلف على تأويل الخلف - (٦١٣/١)

(٣٤) السلوى و الأمن في مواضع حسن النظر و سوء النظر - (٢٦/٢)

(٣٥) السيف البرائى في عنق المعترض على الفوت الجيلاني - (٣٥/٢)

(٣٦) شارقة الأنوار بالأدعية الصحيحة بالآثار - (٣٨٨/٢)

(٣٧) طبقات المحدثين نظماً - (٨٠/٢)

(٣٨) طريق السلامة في هيئات الناس يوم القيامة - (٨٥/٢)

(٣٩) طريق الجنة في تحلية المؤمنات بالفتة و الستة - (٨٥/٢)

(٤٠) طي المسافة إلى دار الأمن من الخلاف - (٨٩/٢)

(٤١) العلم الأخضر في مطارحات السيد الأخضر - (١١٨/٢)

(٤٢) الفائدة في معني و إعراب آية المائدة - (١٥٣/٢)

(٤٣) فتح الخلاق في استكمال الإسلام لمحسن الأخلاق - (١٢١/٢)

(٤٤) فتح السلام في نجات من لم تبلغهم دعوة الإسلام - (١٢٦/٢)

(٤٥) فتح القيوم في وجوب الفائحة على المأموم - (١٢٩/٢)

(٤٦) الفراند في شرح بطاقة العقائد - (١٨٣/٢)

(٤٧) القول القيم في حال ابن تيمية و ابن القيم - (٢٥١/٢)

(٤٨) كشف الياس في كلمات بقولها كثير من الناس - (٣٥٤/٢)

(٤٩) المبرة في أن القبض في الصلاة هو مذهب إمام دار الهجرة - (٣٢٢/٢)

(٥٠) مجموع الأسانيد و هو الثبت الكبرى - (٣٣٦/٢)

(٥١) المرشد لمن يجد المرشد - (٣٦٤/٢)

(٥٢) مروى الظماء في قوله تعالى: ((إنما يخشى الله من عباده العلماء)) - (٣٤٠/٢)

(٥٣) مزيل الإشكال في آية و لو أسمعهم في سورة الأنفال - (٣٤١/٢)

(٥٤) المسألة المهمة في سبب اختلاف الأئمة - (٥٤٤/٢)

(٥٥) المسك الأوفر في بيان الحج الأكبر - (٣٤٩/٢)

(۵۶) مقائم السعادة في أن العلم أفضل أنواع العبادات۔ (۵۱۹/۲)

(۵۷) المقالات العزوية في الأدب۔ (۵۳۳/۲)

(۵۸) مقامه المفاخره بين الصيف والشتاء۔ (۵۳۹/۲)

(۵۹) مناقب الرجال الخلوتية۔ (۵۶۱/۲)

(۶۰) المنبهات لحكم ذبائح القيور والمزارات۔ (۵۶۶/۲)

(۶۱) مورد المحبين في أسماء سيد المرسلين۔ (۶۰۵/۲)

(۶۲) التجدة في زجر من يتهاون بأحكام العدة۔ (۶۴۶/۲)

(۶۳) النشر والظي في حبلى ماتت و جنتها حي۔ (۶۳۸/۲)

(۶۴) النفع المسكي في قراءة ابن كثير المسكي۔ (۶۱۸/۲)

(۶۵) النفعة الحجازية في الأجوبة الهندافية۔ (۶۱۸/۲)

(۶۶) الهدال في بيان حركة الإقبال من علم المعقات۔ (۷۲۹/۲)

سید محمد کی سید کتاب و سنت کی تعلیم دینے اور سلسلہ خلوتیہ کے مطابق مریدین کی روحانی تربیت کرتے ہوئے ایک کامیاب زندگی گزارنے کے بعد ۲ صفر ۱۳۳۳ھ کو رب کریم کی بارگاہ میں سرخو ہو کر حاضر ہوئے (۱۵) اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو قبول فرما کر انہیں بروز قیامت ان کے نامہ اعمال میں شمار فرمائے۔

ممتاز احمد سیدی الازہری

## حوالہ جات

(۱) سیف الربانی (مطبوعہ، دمشق) ص: ۷۷ (حوالہ: شجرة النور الزكية في طبقات المالکيہ، علامہ محمد بن مخلوف)

(۲) مصنف علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید علامہ محسن ذکر یانے آپ کی تصنیف عقیدۃ الاسلام مطبوعہ تونس ۱۳۶۹ھ ۱۹۴۷ء کے مقدمہ میں وہ پچیس واسطے ذکر کئے ہیں جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ بحوالہ: سیف الربانی، ص: ۱۳

(۳) مرجع سابق، ص: ۹ (حوالہ: معجم المؤلفین، عمر رضا کحالیہ)

(۴) مرجع سابق، ص: ۱۱ (حوالہ: تراجم الاعلام، علامہ محمد الفاضل بن عاشور)

(۵) یہ حالات الہدایۃ الاسلامیہ (جلد: ۸، شمارہ: ۸) سے نقل کئے گئے ہیں جسے قہرہ سے امام اکبر شیخ الازہری شیخ محمد انصر احسن رحمۃ اللہ علیہ شائع کیا کرتے تھے۔ بحوالہ: مرجع سابق، ص: ۳۱

(۶) مرجع سابق، ص: ۷۷ (حوالہ: شجرة النور الزكية في طبقات المالکيہ)

(۷) مرجع سابق، ص: ۱۰ (حوالہ: تراجم الاعلام، علامہ محمد الفاضل بن عاشور)

(۸) مرجع سابق، ص: ۱۵ (حوالہ: مقدمہ رسالہ عقیدۃ الاسلام)

(۹) مرجع سابق، ص: ۱۵

(۱۰) مرجع سابق، ص: ۱۵

(۱۱) مرجع سابق، ص: ۸ (حوالہ: الاعلام، محمد الدین زرنکی)

(۱۲) مرجع سابق، ص: ۱۳ (تراجم الاعلام)

(۱۳) مرجع سابق، ص: ۱۶ (حوالہ: مقدمہ رسالہ عقیدۃ الاسلام، تالیف سید محمد کی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۴) مرجع سابق، ص: ۲۰، ۲۱، ۲۲ (ملخصاً، بحوالہ: مقدمہ عقیدۃ الاسلام)

(۱۵) مرجع سابق، ص: ۱۹ (مقدمہ رسالہ عقیدۃ الاسلام)



تقریظ: ارغ بہ تمام طبع الکتاب و نظمہ الشاہ النجیب الامعی  
الادیب السید محمد الاخضر (۱) نجل سیدی الحسین بن علی بن  
عمر الشریف العلوی الغزوی۔

صلی و سلمی آل المجاہدۃ عن ذکرہ  
أدو شرف ہمیشی لدینہم ہذا لفظہ

اصیل کریم النفس ذو ہمت سعت  
و ذو ولع بالمکرمات و بالذعر

عبوس علی اهل الضلال غصنفر  
و ائی مع القوم الہدایۃ لذو بر

و حتی نجاد السیف للعرز مقبل  
و لست علی کأس البذلۃ ذا صبر

فکیف وآبا ئی الأ شرف سادۃ  
سرات ا ولوالعجد المؤمن والذکر

(۱) هو العلامة الامام الاکبر محمد خضر حسین شہید الجماعۃ الزہریہ و کان ہذا الاسم يطلق فی اول  
حیاتہ و هو ابن اخت المؤلف السیدۃ حلیمۃ السعدیۃ بنت مصطفی بن عزوز المشہود لها بالتصانف  
والتقوی والنسب و قد تخرج عنہا الاولاد فیادی العیوم الشرعیۃ والتقویۃ یعنی کریم الحسین المتوسر

كرام المعالي مديم الفضل من سمو  
بمجد لهم كالشمس بين الوري يسرى

أدب عن المظلوم بالمال ناصراً  
و إلا سيف في رقاب العدا يفرى

أجول به بين الأسود ولم أخف  
أذى بل به يسمو لدى و فدهم ذكرى

ولكن سيف العلم أعطب فائت  
وأعظم رزء للمعت ذو أزر

وأشرف ما يسمو به المرء رتبة  
يعز بها فالجهل عارٌ على الحر

فإن رمت نيل المعارف دونكم  
ومنعها السامى فناء البحر كالنهر

ألا إن ينبوع العلوم وسعدها  
يحيد المكي الرضا غرة العصر

كريم الوري كنز المعارف من غدت  
مفخرة تنمو عن العدّ والحصر

فمن جاء يحكيه يُقال له لقد  
حكوت و ما تدري بما قيل في الشعر

فما كل من قاد الجواد يسومها  
وما كل من يجرى يقال له يجرى

فمالك يا هذا باي فضائل  
تقيس وهل تيس المنة بالتبر

ألا فهو سحبان البلاغة مطلع  
السيادة ينبوع المجادة والبر

فكم من عويصات أمطت حجابها  
وكم ملئت منك الحضائب بالدر

وكم أثمرت منك الثغروس وزخرفت  
بأنفخر آداب ويا لك من فخر



تأليفه منها الأباطم اشرفت

كما يشرق الليل البهيم من البدر

فانعم بما أبداه رداً على ذوى

اعتراض على الآل المحلين بالسر

بمطلعه لاح الكمال يتونس

وأصبح سعد الدين مبتمم الشفر

وناظره أمسى كذاظر روضة

ببهجتها زاه ومشرح الصدر

هو السعد إرشادا هو اثروض مرتعا

هو العضب للأعداء تآزر بالنصر

أيا حيدا التأنيف عقداً مرصعاً

تهلل من حلى الجواهر والدر

إيا حيدا سيفاً يزين نجادة

حزق نحوى ما بدا سالف الدهر

أيا حيدا روضاً غداً اليوم مشمراً

عراس أفكار تبتت من الخدر

ألفار تشف كأس المدامة واقتطف

من أزهاره زهر الربى طيب الثبر

هو الرشيد لا تفتح لقول معنت

عليه اثثنى حيث الثغامة بالشر

فتعساً له هلا وقى دينه بكى

عليه كميكن تحت صخر على صخر

يحاول أن يطفى سنا الشمس بينما

نحاه لقد غابت مقاصد دالغمر

أيطفا نور الله مالك آفكاً

تهيم بأفاق ظلام ولا تدرى

ألا ليت شعرى هل دريت عذابي

لك الأليم ومأوك الجحيم ألافار

فلما لا وقد ضلت يداك و سطرت سوادًا  
به مست خمي مفرد القدير

إمام الهدى الجبلى من شاعر صيته  
وسارت به الركبان فى البر و البحر

ولكن ضيا سيف الكمال محال لما  
له رقت أیدی اجهالة والوزر

ولاح جمال الطبع بالنفع شاملًا  
جميع الورى لا سيما شارد الفكر

ولو لا انتشار الطبع بين اولى النهى  
لما بان كنه العلم من شامع البصر

فقلت وفى طبع الكتاب مورخا  
بذا البيت تاريخ بكل من الشطر

بدا سيف نصير فى بدء الطود دوحه ال ۱۳۱۰

كمال الهدى محيى العلوم أبى الف ۱۳۱۰

### طباعت کتاب کا تاریخی مادہ۔

سعادت مند نو جوان، معروف اربیب سید محمد الانصحر (۱) بن سیدی سید المحسن  
بن علی بن عمر علوی عزیزی نے السیف الربانی کی طباعت کا تاریخی مادہ لکھتے ہوئے کہا:  
(۱) معزز لوگوں سے میں کران سے پوچھو: کیا قصیدہ علم میں مجھ جیسا عزت و عظمت والا کوئی ہے؟  
(۲) کوئی ایسا جو شریف النسب اور بلند ہمت ہو، عزت اور فخر کے اسباب اپنانے والا ہو۔  
(۳) کوئی ایسا جو گمراہیوں کے مقابلے میں بھاری بھر کم وجود والا شیر ہو، اور میں  
ہدایت یافتہ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے والا ہوں۔

(۴) میری تلوار کی میان فقط عزت کو قبول کرتی ہے، اور میں ذلت کے پیالے پر صبر  
کرنے والا نہیں ہوں۔

(۵) ایسا کیوں نہ ہو کہ میرے آباؤ اجداد معزز ترین سردار تھے، وہ بڑھتی ہوئی عزت  
اور شہرت والے تھے۔

(۶) وہ عزت اور سر بلندی والے آباؤ اجداد فضیلت کا سرچشمہ تھے، اُن کی فضیلت  
مخلوق میں سورج کی طرح چلتی ہے۔

(۷) میں یا تو مال کے ساتھ مظلوم کی مدد کرتے ہوئے اُس کا دفاع کرتا ہوں، یا پھر تیز  
دھار تلوار کے ساتھ دشمنوں کی گردنیں اُن کے تن سے جدا کر دیتا ہوں۔

(۱) یہ سید محمد الانصحر حسین علی ازبیری، جس کو ہوائی میں محمد الانصحر کے نام سے ہی پکارا جاتا تھا، آپ  
مؤلف کتاب سید محمد کی بہن سیدہ حلیمہ سعدیہ کے بیٹے ہیں، سیدہ حلیمہ سعدیہ ایسی خاتون تھیں جن کے تقویٰ اور علم  
کی مائیں دینی سید محمد الانصحر حسین نے اپنی والدہ محترمہ سے بدلتی شرعی اور دنیوی علوم سمجھے۔ (علی الرحمن السبیل)



(۸) میں اپنی اس تلوار کے ساتھ شیروں میں بے خوف ہو کر گھومتا ہوں بلکہ اس تلوار کی بدولت شیروں کی آمد پر میرا ذکر بلند ہو جاتا ہے۔

(۹) لیکن علم کی تلوار بہت مضبوط اور خاموشی سے موت کی وادی میں اتارنے والی ہے، جبکہ جھگڑا انسان کو عظیم نقصان پہنچانے والی ہے۔

(۱۰) اور علم کی تلوار ایسا انتہائی محترم ہتھیار ہے جس کے ذریعے انسان عزت والا رتبہ حاصل کرتا ہے، جبکہ جہالت تو آزار و منش انسان کے لیے سراپا شرمندگی ہے۔

(۱۱) اگر تم بھلائیوں حاصل کرنا چاہتے ہو تو انہیں ان کے بلند پایہ سرچشموں سے حاصل کرو کیونکہ سمندر دریا کی طرح محدود نہیں ہوتا۔

(۱۲) سنو! علم کا سرچشمہ اور اس کی برکت ہمارے عہد کی معزز شخصیت علامہ محمد کی ہیں۔

(۱۳) ہمارے ممدوح زمانے کی عزت اور علم کا خزانہ، ان کی خوبیاں بے شمار ہیں۔

(۱۴) جو ان کی خوبیاں گنوانے کی کوشش کرے گا اسے کہا جائے گا: تم نے شعر تو پڑھا ہے مگر خود تمہیں اس کی سمجھ نہیں آئی۔

(۱۵) ہر گھڑ سوار گھوڑا دوڑانا نہیں جانتا اور ہر دوڑنے والے کو دوڑنے والا نہیں کہا جاتا۔

(۱۶) اے مخاطب تو کن فضائل کی بنیاد پر جانچ کر رہا ہے، کیا کبھی کھوکھلے کو سونے کے ساتھ تولا اور شمار کیا گیا ہے؟

(۱۷) سنو! ہمارے ممدوح علامہ محمد کی توبہ نعت کے میدان میں بلند مرتبہ پر فائز ہیں، یہی نہیں بلکہ وہ عزت اور بھلائی کا ایک سرچشمہ ہیں۔

(۱۸) کتنی ہی الجھی ہوئی گتھیوں کو آپ نے سلجھا کر رکھ دیا، آپ سے فیضیاب ہونے والوں نے علم و حکمت کے موتیوں سے کتنے ہی تھیلے بھر لیے۔

(۱۹) آپ کے لگائے ہوئے کتنے ہی پودے شربار اور قابل فخر آداب سے آراستہ ہوئے اور آپ کی قابل فخر خدمات کتنی زیادہ ہیں؟

(۲۰) آپ کی تالیفات سے علم کی وادیاں یوں جگمگا اٹھیں جیسے رات کے چاند کی بدولت تاریک رات چاندنی میں نہا جاتی ہے۔

(۲۱) کیا ہی خوب ہے جو آپ نے اسرار معرفت سے آگاہ سادات پر اعتراض کے جواب میں لکھا۔

(۲۲) اس کتاب کے طبع ہوتے ہی تیونس میں کمال کا ظہور ہوا۔ پھر دینی حلقوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

(۲۳) اس کتاب کو پڑھنے والا باغیچے کے منظر سے لطف اندوز ہونے کی طرح شاد کام اور فراخ سینہ والا ہے۔

(۲۴) یہ بابرکت کتاب رہنمائی کرنے والی ہے، یہ علمی نکات کا خزانہ ہے، نیز یہ ایسی کاٹ دار تلوار ہے جسے کامیابی کی قوت بھی حاصل ہے۔

(۲۵) یہ تصنیف کس قدر خوبصورت اور آراستہ ہمارے جس کے علمی جواہرات اور موتی نگاہوں کو خیرہ کر رہے ہیں۔

(۲۶) یہ کیا ہی عمدہ تلوار ہے جو اپنی میان کو خوبصورتی بخشتی ہے، اور ایسی طرز کی تلوار ہے جس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔

(۲۷) یہ کیا ہی خوبصورت باغیچہ ہے جو آج شربار ہو گیا ہے، نوخیز افکار بے نقاب ہوئے ہیں۔

(۲۸) آؤ شرب معرفت کے کچھ جام نوش کر لو اور اس باغ کے کچھ پرکشش پھول لے لو۔

(۲۹) یہ کتاب سراپا ہدایت ہے۔ اے محترم قاری! آپ اس معرض کی بات پر کان نہ دھریں جو کینہ لگی اور فساد کا سنگم ہے۔

(۳۰) وہ معرض ہلاک ہو اس نے اپنے دین کی حفاظت کیوں نہ کی؟ وہ کل کو اپنی غلطی پر یوں روئے گا جیسے حضرت خنساء بنت خزیلہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی صخر پر روتی تھیں۔

(۳۱) وہ سورج کی روشنی کو بجھا دیتا چاہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے روشن فرمایا ہے۔ اس کینہ پروردگار کے عزائم ناکامی سے دوچار ہوئے۔

(۳۲) اے معرض کیا اللہ تعالیٰ کا نور بجھایا جاسکتا ہے؟ تو سنبھل گیا ہے اور تاریکیوں میں یوں بھٹکتا پھر رہا ہے کہ تجھے شعور ہی نہیں۔

(۳۳) اے نادان افسوس تو نے اپنے دردناک عذاب کو اور اپنے ٹھکانے جہنم کے حوالے سے سوچا ہی نہیں۔ من اب بھی باز آ جا۔

(۳۴) تیرا یہ انجام کیوں نہ ہوگا جبکہ تیرے دونوں ہاتھ بھٹک گئے تو نے اپنے ہاتھوں سے ایک منفرد شخصیت کی بے ادبی کی ہے۔

(۳۵) ہدایت کے امام شیخ عبدالقادر جیلانی جن کی شہرت کے ڈنکے بجے اور ان کی عظمت کے جھنڈے بحر دیر میں گڑے ہوئے ہیں۔

(۳۶) کمال کی تلوار (السيف الرباني) نے گنہگار اور جہالت کے ہاتھوں کو لکھے اعترافات کو مٹا کر رکھ دیا۔

(۳۷) طلبہ عمت کی خوبصورتی ایسے نفع کے ساتھ ظاہر ہوئی جو ساری مخلوق کو بالعموم اور خاص طور پر بکھری سوچ کے مالک معرض کو پہنچنے والا تھا۔

(۳۸) اگر یہ کتاب اہل علم و فہم لوگوں تک نہ پہنچتی تو ایک دور افتادہ شخص کی علمی بصیرت آشکار نہ ہوتی۔

(۳۹) میں نے کتاب کا تاریخی مادہ لکھتے ہوئے کہا تھا اور اس شعر کے ہر مصرعے کے ساتھ تاریخی مادہ تشکیل دیا تھا۔

(۴۰) اللہ کی نصرت سے شاد کام تلوار ایک پہاڑ (جیسی شخصیت) کے ہاتھ میں ایک عظیم درخت کمال ہدایت کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ ابو الفخر (مصنف کی طرف اشارہ ہے) علوم و زندہ کرنے والے ہیں۔

شیخ نظر الفخر سے آری شعر کے کردہ مصرعوں سے تاریخی مادہ نکل رہا ہے۔ پہلے مصرعہ کا عدد ۱۳۰۰ ہے اور دوسرے مصرعے کا ۱۳۱۰، لیکن عدد ہے۔ سیف الربانی کا پہلا ایڈیشن جنوری ۱۳۱۰ھ میں شائع ہوا تھا۔ (مترجم)



## تقریظ

نیوٹن کے شیخ الاسلام علامہ احمد بن حنبلہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ اُس عظیم ہستی کی بارگاہ میں پیش ہے جن کی شریعت آج تک رہنمائی مہیا کرتی ہے، نیز آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کی خدمت میں بھی یہ ارغوانِ محبت پیش کیا جاتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد: رحمت عالم ﷺ کی رسالت تو قطعی دلائل کے ساتھ ثابت ہے، ان دلائل نے رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا جہاں مشرق و قاف دید کے لیے بے نقاب کر دیا ہے، یہ دلائل گفتی اور شمار کی حدوں سے وراہ ہیں، اور انہی تابندہ اور روشن دلائل میں سے ایک دلیل ان اولیاء کا وجود بھی ہے جو معارفِ رسالت کے سمندروں میں غوطہ زن ہوئے تو اُس سے موتی لے کر نکلے، ان اولیاء کا بلین کے ہاتھوں محیر العقول کرامات ظاہر ہوئیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچانے والے واضح ترین راستے کے راہبوں میں نمایاں ترین شخصیت ہمارے پیر و مرشد کی ہے جن کے مرتبہ و مقام تک کسی کی پہنچ نہیں اور آپ کی محبیت کے انکار کی کسی میں تاب نہیں، جو پاکیزہ نسب والے، لامحدود شہرت والے، حسنی اور حسینی نسب والے ملت اور دین کوئی زندگی بخشے والے، اکابر اولیاء کے سلطان، میرے پیر و مرشد اور میرے آقا و مولیٰ شیخ عبداللہ درجیلانی رضی اللہ عنہ ہیں۔

جب انسانی آنکھ بعض اوقات بیماری کے سبب سورج کی روشنی کا بھی انکار کر چمکتی ہے اور حسد کے مارے ہوئے انسان کی زبان جو منہ میں آئے کہہ دیتی ہے، تب علماء ایسے گمراہ کی ہدایت اور لوگوں کو اُس کی گمراہی سے بچانے کے لیے سب لکھتے ہیں۔ ایسے ہی رہنمائی اور اصلاح کرنے والے علماء میں سے عظیم عالم و فاضل سید ابو عبداللہ محمد کی بن عالم جلیل و فاضل نبیل سیدی مصطفیٰ بن عزوز ہیں، انہوں نے مذکورہ بالا ہدف کو حاصل کرنے کے لیے پیش نظر کتاب لکھی اور لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ وہ فنِ تصنیف میں کتنی مہارت والے اور وسیع علم والے ہیں؟ اللہ انہیں بہترین اجر عطا فرمائے۔

میں اس کتاب کو چھپوانے اور نشر کرنے اور اس میں درج تعلیمات کو اپنانے کی اجازت دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ غوثِ اعظم کے صدقے ہم پر فضل و کرم فرمائے۔

والسلام

احمد بن الحنبلہ

۷ اذولحج ۱۴۰۹ھ

تقریر

مفتی اعظم تونس شیخ احمد الشریف باگلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وصلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ وسلم  
 بسم اللہ اور صلاۃ و سلام کے بعد: تمام تعریفیں اسی اللہ ہی کے لیے ہیں جس  
 کے کلمات سے حق کی حقانیت کھر کر سامنے آ جاتی ہے اور اُس کی آیات کی زد میں آنے  
 والا باطل دم توڑ جاتا ہے۔ درود و سلام کا نذرانہ پیش ہے آقا و مولا کی بارگاہ میں جن کی  
 برکتیں آج بھی عشاقِ جمال کے دلوں کا سکون ہیں اور آپ کے معجزات آپ کی امت  
 کے احمد کی کرامات کی صورت میں ظہور پذیر ہو رہے ہیں، نیز یہ نذرانہ آپ کی آل اور  
 صحابہ کی بارگاہ میں بھی پیش خدمت ہے۔ جو بہترین فضائل سے آراستہ اور معارفِ  
 نبوت سے آگاہ تھے، جنہوں نے تعلیماتِ نبویہ کو اگلی نسل تک پہنچایا۔

میں نے شیخ العارفین، امام النواصلین، قبلۃ المقربین، سیدی شیخ عبدالقادر  
 جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نسب کے حوالے سے لکھی گئی کتاب (السیف الربانی) کا مطالعہ کیا جسے  
 ولی کامل، معرفت میں رسوخ اور اہل علم و فضل میں شہرت رکھنے والے سیدی محمد مصطفیٰ  
 بن عزوز (اللہ تعالیٰ اُن پر رحمتیں نازل فرمائے) کے صاحبزادے فاضل ادیب  
 فضیلت رکھنے والے بزرگوں کے فرزند سید محمد کی نے تحریر کیا، میں نے اس کتاب میں

ایسے علمی فوائد دیکھے ہیں جو حضرت غوث اعظم کی ذمت کے حوالے سے اعتراضات کا  
 رد کرتے ہیں اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہیں، مجھے زندگی بخشنے والے رب کی قسم  
 ہے یہ کاوش اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت اور اُس کے فضل و کرم کا وسیلہ بننے  
 والی ہے، جو اللہ کے دین کا خادم ہے اللہ تعالیٰ اُس کا حامی و ناصر ہے۔

بلاشبہ اللہ والوں کی شان میں کمی کی کوشش کرنا مصائب کو دعوت دینے والی  
 آفت ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے اسی کی پناہ مانگتے ہیں اور اُس سے اُس کے  
 محبوبین کے ادب کی توفیق کا سوال کرتے ہیں، نیز شکر کی توفیق کے طالبگار ہیں۔

۲۹۔ ۱ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ

العبد الفقیر الی ربہ احمد الشریف



تقریظ

عالم جلیل، فاضل نبیل سید محمد سلوی۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ درود و سلام بھیجے رحمت عالم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل و اصحاب پر۔

تمام تعریفیں اُس ذات کے لیے ہیں جس کے فضل و کرم نے جن اولیاء کو چاہا جن لیا، اہل فضل کو فضیلت والے ہی پہچانتے ہیں، وہ اللہ ہے جس نے دنیا کا نظام اپنے عدل کی بنیاد پر استوار کیا، اُس کی قدرت عظمت سے ہم کتر رہو کی تو اس نے اپنے بندوں کے لیے جہنمیں چاہا انبیاء اور مرسلین بنا لیا، اُن انبیاء نے شریعتوں کو فروغ دیا اور وہ اپنے ہر کاروں کو ہدایت کے راستے پر لے کر چلے، وہ انبیاء قرب خداوندی کے طلبگاروں کے لیے بہترین نمونہ تھے، اللہ تعالیٰ اُن پر مدار و دو سلام بھیجے۔ نیز اُن لوگوں پر بھی جو ہدایت کے راستے کھولنے کے لیے انبیاء کے نقش قدم پر چلے اور انہوں نے ہدایت کے دلائل کو بہت وسیع رقبہ تک پھیلا دیا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کو بے مقصد نہیں چھوڑا، ہدایت کے اِن راستوں کی جسے توفیق نصیب ہوئی اُس نے اُن کی اتباع کی اور ہدایت کے راستوں سے وہی واپس ہوا جس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ (سورة انفال: ۸)

جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو۔

وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى۔ (سورة مريم: ۷۶)

اور جنہوں نے ہدایت پائی اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت میں اور بڑھائے

رَبَّنَا لِلَّهِ وَإِلَى اللَّهِ رَاجِعُونَ۔ سورة البقرة: ۱۵۶

ہم اللہ کے مال میں ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف پھرنا۔

اُس شخص کے لیے ہلاکت ہے جس نے اولیاء کو اذیت دی، اور اُس شخص کے لیے ہلاکت و درہلاکت ہے جس نے اولیاء کے راستے کو تسخیر کا نقشہ بنایا تو وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے دشمنوں میں سے شمار کیا گیا۔

وَلَا تَحْسِبَنَّ اللَّهُ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ۔ سورة ابراهيم: ۳۴

اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جانتا ظالموں کے کام سے۔

وہ گروہ گمراہی میں مبتلا ہوا اور جو مذموم دنیاوی مقاصد کے لیے اولیاء کی بے ادبی کا مرتکب ہوا اور اُس نے اعتراضات اور جھوٹے بہتانوں کے ذریعے اولیاء کی بے ادبی کی، اس بے ادبی کے باعث اس بے ادب گروہ میں کئی بیماریاں پھیلیں، انہی بیماریوں میں سے ایک ایسی بیماری بھی تھی جس کا علاج مناسرہ اعضاء کو کاٹنے بغیر ممکن نہیں تھا، ایسے لوگوں کی بیماری کی جز کو تیز دھار تلوار ہی کاٹ سکتی تھی۔

نہیں ہرگز نہیں! مجھے اُس رب کی قسم ہے جو جسے حق کا مددگار بنا کر کھڑا کرتا ہے اُس کے ذریعے باطل کو نیست و نابود ہوتا ہے اور اُس کی بے ادبی کے لیے حق واضح فرماتا ہے جو اپنے رب کی رضا کے لیے کھلی آنکھوں اور ناقہ اندہ صلاحیتوں کے ساتھ اٹھتا ہے، میں نے اپنے ماصر عالم دین کی تصنیف "السيف الرباني في علق المحتوض على القوٹ العیلائی" دیکھی جو اپنے موضوع پر ایک پیاس بجھانے والی اور چری کو دور

کرنے والی کتاب ہے، اور یہ کتاب اس عظیم غوث کی برکت سے کبھی گئی جن کی شہرت زمین کے چپے چپے پر ہے، ان کے علم و فضل کے مشہور ہونے کے باوجود ان کے صالح ہونے پر فقط نصیرت کے اندھے کوئی شک ہو سکتا ہے، اس بے بصیرت معترض کی ہرزہ سرائی کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث اعظم کے حسب نسب کا دفاع کرنے کی سعادت علمی اور روحانی گھرانے کے چشم و چراغ، علم و فضل کے حوالے سے شہرت رکھنے والی شخصیت، عالم جلیل ہمارے فاضل دوست سیدی محمد کی بن عزوز (اللہ ان کا فیض ہمیشہ جاری رکھے) کو عطا فرمائی، آپ اپنے موضوع سے متعلق ایسے دلائل چن چن کر لائے ہیں جو حسب و نسب پر اعتراض کرنے والوں کے رد کے لیے ضروری تھے، خاص طور پر اغواٹ و اقطاب کے نسب پر زبانِ طعن دراز کرنے والوں کے رد کے لیے مضبوط دلائل لائے ہیں۔

مصنف نے ایک شمشیر بے نیام کے ذریعے ایک مجہول اور جاہل کے اعتراضات کے بچے ادھیر کر رکھ دیئے، اس کے ہر ہال کی کھال اتر گئی اور صراطِ مستقیم کے ذریعے حق واضح ہو گیا، حضرت مصنف نے کندہ بن معترض کی سعی خامیاں کھول کھول کر بیان کیں اور کھل کر حق کا بیان کیا، انہیں اس کتاب کی تہنیت کے لئے دھوکے اور شر نے برا بیختہ نہیں کیا بلکہ اہل اللہ حضرات کے حوالے سے دینی غیرت ان کے محبین کو حق اور یقین کے مقامات میں ڈٹ جانے پر مجبور کرتی ہے، اولیاء کے خمین کے لیے یہ فرض کفایہ تھا جو ایسے لوگوں کے لیے شکر کی ادائیگی لازم کرتا ہے جو اس دینی خدمت کی سعادت حاصل کرتے ہیں، یہ فریضہ خاص طور پر ان کے لیے اعزاز کا باعث ہے جو غوث اعظم کے دامن سے سچی وابستگی رکھتے ہیں، حضرت مصنف نے اقتباس

لینے میں علمی مہارت کا مظاہرہ کیا ہے، ان کے ذکر کئے ہوئے حوالے عقلی اور فطری تائید رکھتے ہیں۔ یہ امر ان کی علیت اور علمی وسعت پر دلالت کرتا ہے، ہر ناحق کا رد کرتا ہے اور حق کی ایسی وضاحت کرتا ہے جو ظلم کی آمیزش سے پاک ہے، یہ عظمت کی وہ نشانی ہے جو جانی پہچانی ہے، علاوہ ازیں ہمارے پیر و مرشد حضرت غوث اعظم کے اقوال و احوال کی ایسی تشریح ہے جو آپ کے نام و حرمت عالم سے لڑنے والی ہوئی شریعت کے مطابق بھی ہے، اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کی اس آل پر ہمیشہ صلاۃ و سلام بھیجے جو ہر ناپاکی سے محفوظ ہیں، اے عظیم عالم اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی اس عظیم علمی کاوش پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ ایسی علمی کاوش جس کے ساتھ آپ نے فرض کفایہ ادا کر دیا۔ آپ کے کمالات سے سرور ہونے والے شخص کی طرف سے سلام عرض ہے۔

نیم ربیع الاول ۱۳۱۰ھ

مخامہ العلماء الشریف

عبد الضعیف محمد بن عثمان السنوسی



تقریر

عظیم شاعر و ادیب، عالم جلیل سید محمد شیخ الاسلام النجفی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے اللہ! ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل و اصحاب پر ہمیشہ کثرت سے درود و سلام بھیج۔ اور تمام تعریفیں دونوں جہانوں کے رب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ عالم جلیل، ادیب شہیر، فصاحت و بلاغت اور علم کے چکر ہمارے دوست سیدی محمد کی بن عز و جو کہ تدریس کرنے والے عہد کی زینت ہیں، اپنی تصنیفات میں علم و حکمت کے موتی لٹانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کے کمالات کی حفاظت فرمائے اور اُن جیسے کثیر علماء سے امت کو نوازے۔

آپ کی خدمت میں ہدیہ تحریک پیش کرنے کے بعد میں کہتا ہوں، مجھے آپ کی وہ عمدہ اور نفیس کتاب پہنچی جس میں آپ نے اپنے زور بیان سے حق کی تائید کی اور باطل کو یہ کہتے ہوئے مٹا دیا:

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (سورة الاسراء: ۸۱)

حق آیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

آپ نے تحقیق کے راستے پر گامزن ہو کر ہمارے شیخ حضرت غوث اعظم کی عظمت کو غیر معمولی طریقے سے بیان کیا اور آپ کے اُس فرمان کا دفاع کیا جو آپ

نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا بیان اور شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا تھا، ایسا فرمان ایسے بعض دیگر لوگوں سے بھی صادر ہوا تھا جو ریاء کاری، خود پسندی اور تکبر سے محفوظ تھے۔ حضرت غوث اعظم اور دیگر لوگوں کا یہ قول اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس امر کے تحت تھا:

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (سورة الضحیٰ: ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

یہ ارشاد ربانی اگرچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا مگر جیسے کہ آپ جانتے ہیں کہ اصولیوں نے وضاحت کی ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم میں اس بات پر قرینہ نہ پایا جائے کہ وہ حکم آپ ہی کے لیے خاص ہے تو وہ حکم آپ کی امت کو بھی شام ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان فقط آپ ہی کے لیے ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ لَا سَورَةُ المائدة: ۶۷

اے رسول! پہنچا دو جو کچھ اتر آتا ہے تمہارے رب کی طرف سے۔

اصولیوں نے یہ صراحت کی ہے کہ قاکد (نبی اکرم ﷺ) کے لیے ایسا حکم جو آپ کے ساتھ مختص نہ ہو وہ امت کے لیے بھی ہوگا۔ اس تناظر میں تحدیثِ نعمت کا حکم ہرے پیشوا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ہوگا کیونکہ آپ ایسے لوگوں میں سے ہیں جن تک ریاء، دکھاوا اور تکبر پہنچ ہی نہیں سکتے۔ آپ کا فرمان: "قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی للہ" تحدیثِ نعمت کے تناظر میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تعمیل تھا۔ علمی حلقوں میں یہ بات معروف ہے کہ امر و وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اس تناظر میں آپ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا تذکرہ کرنا واجب تھا۔ اور جب اولیاء نے آپ کے اس فرمان میں نیت کی سلامتی، ارادے کی پاکیزگی، تکبر سے برات اور اتشال امر کا جذبہ دیکھا تو انہوں نے آپ کا فرمان

سننے ہی اپنی گردنیں جھکا دیں، میں نے اپنے پیشوا حضرت غوث اعظم کی شان میں کہا تھا:

وقوله قدھی لا یبشی یحدش من الشریعة فی النظر نقاد

ناقدین کی رائے میں آپ کا فرمان: ”قدھی هذه علی رقبۃ کل ولی للہ“  
شرعی نکتہ نظر سے عیب دار نہیں۔

إذ ذال قد قاله شکرا لخالقه لا قصد إضلال شخص فادر إرشادی

کیونکہ آپ کا یہ فرمان کسی شخص کی تذلیل کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر  
اس کا شکر ادا کرنے کے لیے تھا، اے مخاطب میری بات کو سمجھ لو۔

لذات إذ سمعوا صام مقاتلته و قد دروا انها عن غیر احقاد

اسی لیے جب انہوں نے پورے ہوش و حواس کے ساتھ فرمان غوث اعظم سنا  
تو ان سب نے فوراً جان لیا کہ یہ کلمات حسد کے جذبے سے پاک ہیں۔

کل حنا علقا إرضا خائفه جازاهم اللہ من أطواد امجاد

ہر ولی نے اپنے خالق کی رضا حاصل کرنے کے لیے (فرمان غوث اعظم سننے ہی)  
مرجھ کا لیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں انتہائی عظمت و بزرگی کی صورت میں بدلہ عطا فرمایا۔

اگر اس قصیدے کی بات اس حال میں چل ہی پڑی ہے کہ میرا اور آپ کا ہدف  
ایک ہے یعنی حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا دفاع اور آپ کے فضائل کا بیان تو میں اپنے  
اُس قصیدے میں سے جو آپ کی شان میں تقریباً دو سو اشعار پر مشتمل ہے، چند مزید  
اشعار پیش کرتا ہوں:

ذات الذی نهجه نهج الشریعة لا یحید عنها فلا تنصت لاضداد

حضرت غوث اعظم ایسی شخصیت ہیں کہ ان کا راستہ شریعت ہی کا راستہ ہے،

آپ شریعت کے راستے سے ذرہ برابر نہیں ہٹتے، اس لیے اے مخاطب تم مخالفوں کی  
بات پر کان مت دھرو۔ یہاں تک کہ میں نے کہا:

ذات الدلیل علی الخیرات مقتدیا بجده إذ توعی سهل اورادی  
آپ نے جب امداد کی نرم زمین کا قصد کیا تو آپ اپنے مانا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی  
اقتداء کرتے ہوئے بھلائیوں کی طرف رجحانی کرنے والے تھے۔

اورادہ کلھا خیر آتا نا بھا نبینا المصطفیٰ عن ربہ الہادی  
آپ کے تمام اوراد سراپا خیر ہیں، جنہیں ہم تک ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ  
(صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ہدایت دینے والے رب کی طرف سے پہنچایا۔

میں قارئین کے سامنے اپنی گفتگو کو مزید پھیلا نا نہیں چاہتا لیکن میں اپنے  
قصیدے میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کثیر کرامات ذکر کرنے کے بعد ایک عجیب ترین  
کرامت بیان کرنا چاہتا ہوں جسے میں نے اپنے شعروں کے سانچے میں یوں ڈھالا تھا:  
حکمی لنا العدل عن عدل بان فتنی من الیہود رمی نفسه فی الوادی  
میں ایک عادل راوی نے ایک عادل شخص سے روایت کرتے ہوئے یہ  
حکایت بیان کی ہے کہ ایک یہودی نے کسی وادی میں پناہ حاصل کی۔

و ذات عشیة ملاچ اراد بہ سونا فاضمر فیہ فتکھ العادی  
اور اُس یہودی نے وادی میں ایک ملاح کے خوف سے پناہ لی تھی، جس نے  
انتہائی مکاری سے کام لیتے ہوئے یہودی پر ظلم کا ارادہ کیا تھا۔

فنادی الحین یا ذا الغوث میتھل فلم یضمر یخار و مزید

اس یہودی نے ظالم ملاح کے ارادوں کو بھانپ کر غوث اعظم کو روحانی مدد کے



لیے پکارا تو اسے تکبر آمیز دھمکیوں سے کچھ نقصان نہ پہنچا۔

فاسلم الشخص فورا معلنا باننا ممنون هذا الذي برهانه بادی  
تب دو یہودی فوراً یہ کہتے ہوئے مسلمان ہو گیا کہ میں اُس ہستی (حضرت  
غوث اعظم) کا ممنون ہوں جن کی دلیل ظاہر ہے۔

قارئین کرام! ہمیں اور آپ کو حضرت غوث اعظم کے بارے میں سلطان  
العلماء حضرت عزالدین بن عبدالسلام کا یہ قول کافی ہے:

ہم تک کسی دلی کی کرامات اُس تواثر کے ساتھ نہیں پہنچیں جس تواثر سے  
حضرت غوث اعظم کی کرامات پہنچی ہیں۔

اور میں بھلا اُس شخصیت کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے  
سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی آل میں سے منتخب فرمایا ہو۔

اے السیف الوریانی کے معترف! آپ حضرت غوث اعظم کی کرامات بیان  
کرتے ہوئے جہان بن داکل کے مرتبہ و مقام پر فائز ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنے  
بیان کی تواتر اور اپنی دلیل قاطع کے ذریعے حضرت غوث اعظم کے دفاع کا حق ادا کر  
دیا۔ آپ کی تصنیف آپ کی علمی وسعت اور تحریر و تحقیق میں مہارت پر دلالت کرتی  
ہے، اس کے علاوہ آپ کی یہ تصنیف آپ کے وجود میں بھلائی اور اللہ کی توفیق پر دلالت  
کرتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنے ایک دلی کے دفاع میں  
آپ کی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

آپ کا دوست محمد بن انجو

ربیع الثور ۱۴۱۱ھ

## تقریظ

عالم جلیل سید محمد ہیرم تنوخی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

و صلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و صحبہ و سلم تسلیماً  
اللہ تعالیٰ کے لیے حق متغیر بغیر ہیں جس نے اپنی کائنات کے حقوں کو اپنے  
انبیاء کرام اور رسولوں کے ساتھ قوت بخشی اور اس نے عالم بالا کی پیشانی پر سجے ہوئے  
تاج (آسمان) کو ستاروں کی صورت میں روشن چہانوں کے ساتھ ذیبت بخشی، نیز اس  
نے زمین میں صالحین اور عارفین کی صورت میں ہیرے بکھیر دیے۔ اس رب نے  
بساط زمین کو اپنے مقربین اور خواص اولیاء کے ذریعے استقرار بخشا، کائنات کو سلام ہو  
کائنات کے امام اور عالم لاہوت و نہ سوت کے عظیم دائرہ کے قطب، تمام جہانوں کی  
فضاوں میں چمکتے ہوئے سرخ یا قوت کے روشن چراغ پر تمام اچھے اخلاق میں تمام اولو  
العزم رسولوں نے جن کی عظمت کی گواہی دی۔ وہ عظیم روشنی جس کے انوار سے ساری  
مخلوق فیضیاب ہوئی۔ تمام انبیاء اور رسولوں نے آپ کے گہرے سمندروں سے چلو  
بھرے، میری مراد عظیم مرتبہ و مقام والے ہمارے آقا و مولانا ﷺ جن کے اخلاق  
کریمہ کے بارے میں کہا گیا:

وَأَنْتَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ (سورة القلم: ۴)

اور بے شک آپ کی خوب بڑی شان کی ہے۔

اور آپ کی اُس آل پر بھی صلاۃ و سلام ہو جو زمین میں اللہ تعالیٰ کی امان کا باعث اور اُس کی رحمت کا گھنا سا یہ ہیں، وہ اہل بیت جنہوں نے دین کا پرچم بلند کیا اور انہوں نے حق کا ساتھ دیا، اللہ تعالیٰ نے اُن کے بارے میں فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔  
(سورۃ الاحزاب: ۳۳)

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں خوب پاک فرما دے۔

اور اسی طرح صلاۃ و سلام ہو آقاے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن صحابہ پر جو ہدایت کے ستارے اور اقتداء کے قابل ہیں، وہ صحابہ جنہوں نے محبت رسول ﷺ میں اپنی جانیں لگا دیں تاکہ اپنے رب کی رضا حاصل کر سکیں، ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ۔ (سورۃ الفتح: ۱۰)

جو تمہاری بیعت کرتے ہیں تو وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان صحابہ اور ان کے راستے پر چلنے والے قیامت تک کے اہل ایمان سے راضی ہو۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اُس کی حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام کے بعد۔ اے عظیم عالم اور فاضل میں آپ کی تصنیف: السیف الربانی فی علق الجاہل القرمانی پر مطلع ہوا، تب مجھے محسوس ہوا کہ یہ کتاب ایک تلوار ہے جس

کی دھار کو تیز کیا گیا ہے اور ایک ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جس کی حدیں معلوم نہیں، یہ کتاب ایسی تلوار ہے جس کے ساتھ آپ نے ایک جاہل کا سر قلم کر دیا ہے، اور یہ کتاب ایک ایسا سمندر ہے جس میں فرعون کی طرح ہر سرکش ڈوب گیا۔ اسے مخاطب! اگر تو اس کتاب کو گردنیں قلم کرنے والی ایک تلوار سمجھتا ہے تو پھر تمہارا اُن اوراق کے بارے میں کیا خیال ہے، جنہیں اُن کے لکھنے والے نے سیاہ کیا اور انہیں جمع کر کے یہ گمان کیا کہ یہ کتاب جیسی کوئی چیز ہے۔ اُن اوراق کو اسیف الربانی نے پارہ پارہ کر دیا، ان اوراق کی حیثیت ایسی تھی جیسے کہ یہ سمندر میں پھینکے گئے تو اُس کی لہریں ان اوراق کو کبھی اپنی تہہ میں لے جاتیں اور کبھی باہر پھینک دیتیں، یہ اوراق خود تو ٹھوکریں کھاتے ہی رہے، ان اوراق نے اپنے سیاہ کرنے والے کی گردن پر اتنا بوجھ ڈالا کہ اسے بھی پسختی کے سب سے بڑے درجے تک پہنچا دیا۔

ارشاد ربانی ہے: فَقَطِّعْ دَاخِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (سورۃ الانعام: ۲۵)

”تو جزا کا دی گئی ظالموں کی اور سب خوبیاں سہرا ہا اللہ رب سارے جہانوں کا“  
جناب سید محمد کی میں نے معترض کے بے جان اعتراضات کا جائزہ لینے کے بعد آپ کے علمی اسلوب اور ان ٹھوس دلائل کو دیکھا جن پر مطلع ہونے والا کوئی شخص یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان دلائل میں حضرت غوث اعظم کے فیوض و برکات جھلکتے ہیں اور ثقاہت اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم کا مظہر ہے، آپ کی اس تصنیف میں گلشن جیسی جاذبیت ہے جس میں عقلی اور نقلی دلائل کے پورے ہیں، یہی نہیں بلکہ اسے بلاغت کے سرچشموں سے سیراب کیا گیا ہے اور اس میں فصاحت کے جام



گردش کرتے ہیں۔ آپ کی تحریر قلوب و اذہان کو یوں مست و بختو کرتی ہے کہ خاص شراب بھی ایسی تاثیر نہ رکھتی ہوگی۔

فِيَالِهَ مِنْ رَوْضِ كَانٍ ثَمَارِهِ

بِهَتِيمَاتِ دُرِّ تَجَنُّبِي بِالْعَامِلِ

ہائے وہ کیا گمشدہ ہے کہ جس کے پھل پھول یوں ہیں جیسے انمول ہیرے جنہیں غور و فکر سے حاصل کیا جاتا ہے۔

و خمرِ کلامی کائن اغتھالہ

عقول النہی بھدی لھا سحرِ باہل

اور میرے کلام کی سرمستی ایسی ہے کہ گویا باہل کا جادو اسے عقلمندوں کی عقل پر چھا جانے کا کٹر سکھاتا ہے۔

اور الحمد للہ کہ ہم نے جی بھر کے اُس صراحی (السیف الوبائی) سے عم و عرفان کی شراب پی اور خوب پی۔ اور ہماری عقل کی رگوں میں اس حلال شراب کی بدولت خوشیوں اور مسرتوں نے گردش کی، تب افکار کو وہ تازگی نصیب ہوئی جس سے باشعور لوگوں کو تو خوشی حاصل ہوتی ہی ہے مگر جہالت کے نشے سے چور اور غفلت کے سمندروں میں ڈوبے ہوئے معدودے چند لوگوں کو بھی شور کی کچھ کر نہیں نصیب ہوتی ہیں۔ ان جاہلوں اور غفلت شعار لوگوں کو ہمارے پیر و مرشد حضرت غوث اعظم کے حوالے سے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ معرفت نصیب ہوتی ہے جو پہلے حاصل نہ تھی۔

جبکہ اکثر لوگ اس شراب طہور کو کھلے دل سے قبول کرتے ہیں، ایسا کیوں نہ ہو کہ اس پاکیزہ شراب (السیف الوبائی) کے ساتھ قطعی حق کی تائید شامل ہے۔ اس حق کا ایسے

واضح اور مست دلائل کے ساتھ اعلان کیا گیا ہے، جو ہر مخالف کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں اور سامنے آنے والے ہر مخالفانہ اور تاریک اعتراض کے سامنے ایک روشن صبح رکھ دیتے ہیں، اس حق کے روشن دلائل کے سامنے جھوٹے اعتراضات کے پول کی قلعی کھل جاتی ہے، اس کے علاوہ جھوٹے اعتراضات کی تمام تر خامیاں سامنے آجاتی ہیں، تب سماعتوں پر حسد اور نفسانی خواہشات کے مارے معترضین کے الزامات گراں گزرنے لگتے ہیں، معترض نے کتنے ہی صفحات کے چہرے سیاہ کئے اور ان کے رخساروں پر قلم کے انتہائی سیاہ آنسو اڑیلے، میرے خیال میں معترض نے اُس مسکین کاغذ کو بھی سو ڈرا لہا نہ چھو دیا، حضرت غوث اعظم کا یہ گستاخ قومِ نوح کے علاوہ عاود و شمود اور بعد والے سرکشوں کے نقش قدم پر چلا ہے۔

وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ۔ (آل عمران: ۱۰۸)

اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔

معترض نے گمان کیا کہ وہ ایک صورتحال بیان کر رہا ہے۔ مگر صورت حال اس کے بیان کی تردید کر رہی تھی، اُسے یہ خوش فہمی بھی تھی کہ وہ اچھا عمل کر رہا ہے جو لوگوں کے سامنے اُس کے ہدایت یافتہ ہونے کی گواہی دے گا، حالانکہ اس کا عمل (حضرت غوث اعظم کے نسب میں بلا دلیل طعن کرنا اور الزام تراشی کرنا) ایسا ہے کہ وہ شریعتِ مطہرہ کے مطابق کوزوں کا حق دار ہے اور آپ کو مزید حیرت ہوگی کہ یہ معترض (حضرت غوث اعظم کے نسب اور آپ کی عظمت کے حوالے سے الزامات اور انتہات کے باوجود) اپنے آپ کو مسلمان بھی سمجھتا ہے۔ ارشدِ خداوندی ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا لِّكُلِّ شَيْءٍ حَسْرَةً ۚ فَكَيْفَ يُحْسِبُ الظَّالِمُونَ مَاذَا جَاءَهُمْ

لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ لَهُ عِندَهُ قُوفًا مِثْلَهُ وَلَهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ (سورة نور: ۳۹)  
اور جو کا فر ہوئے اُن کے کام ایسے ہیں جیسے دھوپ میں چمکا کر تار کسی جنگل میں  
کہ پیاسا اُسے پانی سمجھے یہاں تک جب اُس کے پاس تو یا تو اُسے کچھ نہ پایا اور اللہ کو  
اپنے قریب پایا تو اُس نے اُس کا حساب پورا بھر دیا اور اللہ جلد حساب کر لیتا ہے۔  
معرض کے دل میں یہ خوش فہمی فقط اسی لیے پیدا ہوئی کہ وہ ٹوٹے پھوٹے کچھ الفاظ لکھنا  
اور تحریر کو دائیں طرف سے شروع کرنا چاہتا ہے، نیز اُسے مشہور کتابوں سے اقتباسات  
لے کر جھوٹ گھڑنا بھی آتا ہے حالانکہ اُسے اہل علم کے اس مشہور مقولے کا علم ہے:

الناقل امین۔ ناقل کو امین ہونا چاہیے۔

ارشادِ ربانی ہے:

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ ۗ أَلَيْسَ فِي  
جَهَنَّمَ مَكْوًى لِّلْكَافِرِينَ۔ (سورة زمر: ۳۲)

تو اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلے  
جب اُس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے؟

کیا معرض نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ علماء کرام شرفاء کی عزتیں اچھالنے کو درست  
قرار دیتے ہیں؟ معرض نے کسی عام انسان کی نہیں بلکہ ایک عظیم ترین شخصیت کی  
عزت اچھالنے کی ناپاک کوشش کی ہے حالانکہ اس کی حالت یہ ہے کہ اسے حرام و  
حلال کا فرق تو دور کی بات ہے حرام اور فرض کے فرق کا بھی علم نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس بد باطن کے انحرافات اور اعتراضات کے رد کی توفیق ایک  
ایسے عظیم عالم کو عطا فرمائی، جن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، انہوں نے معرض کے

بے بنیاد اعتراضات کو مد نظر فرمایا تو ایک ماہر طبیب کی طرح معرض کے مسودات کی  
نبض دیکھتے ہی جان لیا کہ ان مسودات میں جان لیوا بیماری ہے، جس کا علاج معرض  
کی گردن کاٹنے کی طرح آپریشن ہی ہے۔ تب انہوں نے ان اعتراضات کے طول و  
عرض میں اپنی تموار چلا لی۔

فَأَحْصَيْنَ السَّيِّئَ زَيْدًا رَكْبًا ۖ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حُلْيَةٍ أَوْ  
مَتَاعٍ زَيْدٌ مِّثْلُكَ ۚ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ وَمَا لِلزَّيْدِ فِي ذَلِكَ  
شُكْلًا ۖ وَمَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُتُ فِي الْأَرْضِ (سورة رعد: ۷۱)

"تو پانی کی زد اُس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھا لائی اور جس پر  
آگ دہکاتے ہیں گہنا، یا اور اسباب بننے کو اُس سے بھی ویسے جھاگ  
اُٹھتے ہیں، اللہ جانتا ہے کہ حق و باطل کی یہی مثال ہے۔ تو جھاگ تو پھٹک  
کر دور ہو جاتا ہے اور وہ جو لوگوں کے کام آئے زمین میں رہتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے سیدی محمد علی بن علامہ عز و ذکی کو حضرت غوثِ اعظم کے دفاع کی  
توفیق بخشی اور انہوں نے اپنی ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔ وہ علماء کی طرف سے شکریہ کے  
مستحق ہیں کہ انہوں نے تن تنہا سب علماء کی طرف سے معرض کو لٹکا کرتے ہوئے اپنی  
تلوار لہرائی اور علماء کی تلواروں کو ان کی میانوں میں رہنے دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ (سورة محمد: ۷)

اے ایمان والو! تم دین خدا کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

۲۳ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ خادمِ اعظم الشریف: فقیر محمد بیرم



## تقریر

عالم جلیل، ادیب شہیر سید یوسف بن خوف زہیدی۔

تمام تقریریں اُس رب کے لیے ہیں جس نے انسان کو پیدا فرمایا اور اُسے زبان و قلب کے ذریعے نوازا۔ اُسے علم عطا فرمایا اور اُسے تلوار اور تلوار تھامنے والے ہاتھ کے ذریعے عزت بخشی اور اس رب نے اپنے چنے ہوئے لوگوں سے ہر طرح کی راستیوں کو دور فرمایا اور انہیں روشن دلائل سے نوازا۔ اولاد عدنان کے آقا و مولیٰ پر صلوٰۃ و سلام کی بارش ہمیشہ برتی رہے، وہ آقا و مولیٰ جن پر نازل کی گئی کتاب جاودانی معجزہ ہے۔ آپ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ بارش آپ کی آل و اصحاب اور صحیح قیامت تک اہل بیت و صحابہ کے راستے پر چلنے والوں پر بھی برتی رہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور بارگاہ حبیب کبریا علیہ السلام میں ہدیہ درود و سلام کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھتے والد اور اُس کا بندہ یوسف بن عبداللہ بن عون نفطی زہیدی کہتا ہے: میری نظروں سے ہمارے مقدس بزرگ سید مصطفیٰ کے فرزند اور قطب اکبر سیدی محمد بن عزوز کے پوتے سیدی محمد کی تصنیف السیف الربانی گزری جسے آپ نے حسد کے مارے ہوئے انسان علی قرمانی کے رد میں تحریر فرمایا، جس نے مشہور ترین غوث سیدی عبدالقادر جیلانی کے حسی جینی نسب پر زبان طعن و راز کی تھی، اس کی بد زبانی اُس کے بے بصیرت ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس کا وار خود

اُس کی طرف لوٹ آیا، اُس کا شر اُس کے برے انجام کا سبب بن گیا، اگر اُسے اچھے دعووں کا کھوکھلا پن معلوم ہو جاتا تو وہ اپنے فلسفے اور اپنی حماقتوں کو راستہ نہ کرتا، مجھ زندگی بخشے والے رب کی قسم ہے کہ اس معترض نے ایک لا حاصل کوشش کی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو غالب اور باطل کو خاک میں ملاتا ہے، جس معترض نے بارگاہِ غوثیت میں بے ادبی کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ہستی کو منتخب فرمایا جو اُس کے معزز اولیاء کے لیے رحمتی اور ربانی تلوار ہے، تب معترض کے اعتراض ہو میں بکھر گئے اور حق کی صدا دینے والے نے پکار پکار کر کہا: کامیابی کی طرف آؤ میں نے صدائے حق بلند کرنے والے کی صدا (تصنیف) کی تاریخ نظم کی اور میں اُن کی دعاؤں کا طلبگار تھا۔



## تقریظ

سید احمد جمال الدین

تمام تعریفیں اُس ذات کے لیے ہیں جس نے اپنے اولیاء کی بصیرتوں کے لیے پوشیدہ اسرار کھول دیئے، اس ذات پہ ہمیشہ صلاۃ و سلام ہو جنہوں نے فرمایا:

انا سید ولد آدم ولا فخر۔

میں، اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ کچھ فخر کی بات نہیں۔

وہ ہستی جن کی بلاغت نے انسانوں اور جنات کی زبانیں گنگ کر دیں اور آپ کی آل اور ان اصحاب پر بھی ہو جنہوں نے دین کے دفاع میں نیزے اٹھائے اور دشمنان اسلام کی جڑ اکھیڑ کر رکھ دی، ان پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اُس کے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام کے بعد میں کہتا ہوں کہ میں السیف الزبانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی پر مطلع ہوا، میں نے اس کتاب کو اسم ہائے پایا، مصنف نے انتہائی خوش اسلوبی اور دلائل سے معترض کا رد کیا ہے۔ قارئین کرام! آپ اس کتاب میں ہر بات مستند پائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے آثار دیکھیں گے۔ مصنف اہل اللہ کے بیان کردہ عوارف اور حقائق ذکر کرتے ہیں۔ اس کتاب کے انوار اہل سعادت ہی حاصل کرتے ہیں حضرت مصنف اپنے دلائل کے ساتھ گمراہ شخص کا رد کرتے ہوئے اُس کے دھوکے کو اسی پر لوٹا دیتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ اس کتاب کے فاضل مصنف ایک علمی اور روحانی گھرانے سے ہیں اور اُن پر اس گھرانے کے واضح اثرات ہیں۔ وہ ایک عظیم عالم ابو

عبد اللہ سیدی محمد کی کے بیٹے ہیں جو کہ عظیم ولی اللہ سیدی مصطفیٰ کے بیٹے اور بہت بڑے مربی، عظیم عابد و زاہد بزرگ سیدی عزوز کے پوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سیدی محمد کی کی اس علمی و روحانی خدمت کو شرف قبولیت بخشے اور انہیں ہر مراد عطا فرمائے اور انہیں اہل سنت کی طرف سے جزائے خیر سے نوازے اور ہر ناپسندیدہ امر سے محفوظ رکھے۔

حضرت مصنف نے لکھا اور خوب لکھا، اللہ تعالیٰ اُن کی مدد فرمائے اور اُن کی پیش نظر تحریر پر انہیں مزید اجر عطا فرمائے، انہوں نے معترض کی نالائقیوں کو بیان کیا اور بتایا کہ وہ ایسے لوگوں میں سے ہے جن کے دلوں میں (حسد اور بے ادبی کی) بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان (حاسدوں اور بے ادب لوگوں کی) بیماری کو اور بڑھا دیا۔ حضرت مصنف نے اپنی اس تالیف میں کتنے ہی نفیس دلائل دیئے ہیں، کتنی ہی ایسی آیات تلاوت کی ہیں جو اُن کے دعوے پر واضح دلیل ہیں، حق واضح ہونے کے بعد (انکار) گمراہی ہی ہے اور جھگڑا انسان کے لیے وبال اور عذاب ہی ہے۔ بارگاہِ غوثیت میں گمراہ قمرانی کی بے ادبی ایسی ہی ہے جیسے چراغ کے گرد پروانے گرتے ہیں جبکہ سیدی محمد کی کو ایسے کامل شیخ کی برکتیں حاصل تھیں جن کے حوالے سے اولیاء کا اجماع ہے کہ پچھلے اور بعد والے اولیاء کے سلطان ہیں، ارباب رسوخ کے امام، حسنی اور حسینی سید، شریعت و طریقت کے سمندر ہیں۔ ری مراد باز شہب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ہیں۔ آپ نے فرمایا:

افلت شمعوس الاولین و شمسنا ابدا علی افق العلی لا تغرب

پہلے لوگوں کے سورج ڈوب گئے جبکہ ہمارا سورج بلند یوں کے افق پر ہمیشہ چمکتا رہے گا اور کبھی غروب نہ ہوگا۔

احمد جمال الدین

۲۔ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ



## تقریظ

سید محمد العربی داؤد

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے نظام عالم کو اولیاء کے وجود کے ساتھ کیا اور ان اولیاء میں سے بعض کو اپنی زمین و آسمان والوں کے آقا و مولیٰ (ﷺ) کے ساتھ نبی تعلق کا اعزاز بخشا، نیز اُس رب نے امت مسلمہ میں ایسے علماء پیدا فرمائے جو اولیاء کرام پر لگائے جانے والے جھوٹے الزامات کا رد کرتے ہیں، صلاۃ و سلام ہو انبیاء کی لڑی کے امام رحمت عالم (ﷺ) اور آپ کی آل و اصحاب پر جو مسلمانوں کے لیے ہدایت کے روشن چراغ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کے حبیب کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام کے بعد: یقیناً اولیاء اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے منتخب لوگ ہوتے ہیں، خاص طور پر وہ عظیم ہستی جن کا فرمان ہے:

قد می ہذہ علی رقبۃ کل ولی للہ۔

میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔

آپ عراق کے قطب اور اعلیٰ درجات پر فائز ہونے والی ایسی شخصیت ہیں کہ آپ کا ذکر دنیا بھر میں پھیلا، آپ صرف عراق ہی کے نہیں بلکہ پوری دنیا کے قطب ہیں، جن و انس میں تصرف کا اذن رکھتے ہیں، عظیم شان والے امام عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

کہ ان سارے مراتب کے باوجود بعض جاہلوں نے آپ کی بارگاہ میں بے ادبی کا ارتکاب کرتے ہوئے آپ کے حسی حسنی نسب کا انکار کیا اور آپ کے بعض اقوال و احوال پر اعتراضات کئے۔ اس حوالے سے ایک تاریک بانجھ اور بیمار قسم کی کتاب لکھی۔ اس کتاب کے مصنف نے اپنی جہالت کے ساتھ کتاب کا چہرہ سیاہ کر دیا، یہ کتاب لکھتے ہوئے اُسے نہ تو اللہ کے اس شیر کے حملے کا خوف ہوا اور نہ ہی اُسے روز جزا کی فکر لاحق ہوئی، یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس جاہل نے اولیاء کو اذیت دینے والے بد بخت کے بارے میں حدیث قدسی سنی ہی نہیں۔ شاید اس نے اولیاء اور خاص طور پر رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسل پاک میں سے ایک عظیم ولی کی گستاخی کے انجام پر غور ہی نہیں کیا۔ اس شخص نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بے ادبیوں پر مشتمل کتاب کا نام الحق الظاہر فی شرح حال الشیخ عبدالقادر رکھا۔ اس کا کتاب میں حق کا ظہور تو کجا وجود بھی نہیں ہے، اس کتاب کے نا عاقبت اندیش مصنف نے اپنی کمر پر ایک وزنی بوجھ اٹھایا ہے، میرے خیال میں اس کتاب کا نام الباطل و الضلال المبین الصادر من اغواء ابلیس اللعین ہونا چاہیے تھا۔

الحق الظاہر کے مصنف نے اپنی کتاب میں گھڑے ہوئے اقوال تحریر کئے تھے مگر عظیم عالم علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر اور عظیم آبا و اجداد کے عظیم فرزند سید محمد کی نے معترض کے جواب میں ایک کتاب لکھی اور عقلی و نقلی دلائل سے اُس کا جواب دیا۔ آپ کی تصنیف: السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی اسم ہاشمی اور تصنیف و تحقیق کے اعلیٰ معیار پر پوری اترتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس علمی خدمت پر جزائے خیر عطا فرمائے اور قیامت کے دن انہیں بہترین اجر و ثواب سے نوازے۔



میں نے جب آپ کی تصنیف کا مطالعہ کیا تو میں نے اس کتاب کی ایک ایک فصل کو اپنے موضوع پر حرف آخر پایا۔ اس کتاب میں ایسے دلائل ذکر کیے گئے ہیں جن کا انکار کرنے کی معترض میں تاب نہیں، بڑے بڑے ناقدین نے مصنف کی علمیت اور فصاحت کی گواہی دی، یہ امر سیدی محمد کی علمی وسعت اور بلند نگاہی پر دلالت کرتا ہے۔ کتاب تسامی فضله و شکاملت حسناته اذ صار بدرا کاملاً یہ ایسی بلند مرتبہ کتاب ہے جس کی خوبیاں پایہ تکمیل کو پہنچیں اور وہ چودہویں کا مکمل چاند بن گئی۔

هو سيف حق للكذب مهيب، كيف المفر لمن تقول باطلا  
وہ جھوٹے کے لیے حق کی تلوار ہے اور غلط بات کہنے والے کو فرار کا راستہ دکھانے والی ہے۔

فلاینکر حسنه ذوو الافکار

وکیف تخفی الشمس علی اولى الابصار

باشعور لوگ اس کی خوبصورتی کا انکار نہیں کرتے، بصارت رکھنے والوں کی آنکھ سے سورج کیسے اوجھل رہ سکتا ہے۔

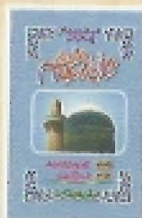
اللہ کرے کہ سیدی محمد کی تمام کتب روشنی پھیلاتی رہیں اور دنیا بھر میں ان سے استفادہ کیا جاتا رہے، آپ کے تمام علمی کام کامیابی سے ہمکنار ہوں اور آپ ہمیشہ باعزت و کمال رہیں۔

سید محمد العربی داؤد

ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ



# عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے بہترین مکتب



[www.suffahfoundation.com](http://www.suffahfoundation.com)  
[info@suffahfoundation.com](mailto:info@suffahfoundation.com)  
[www.facebook.com/suffahfoundation](https://www.facebook.com/suffahfoundation)

صُفَّہ فاؤنڈیشن